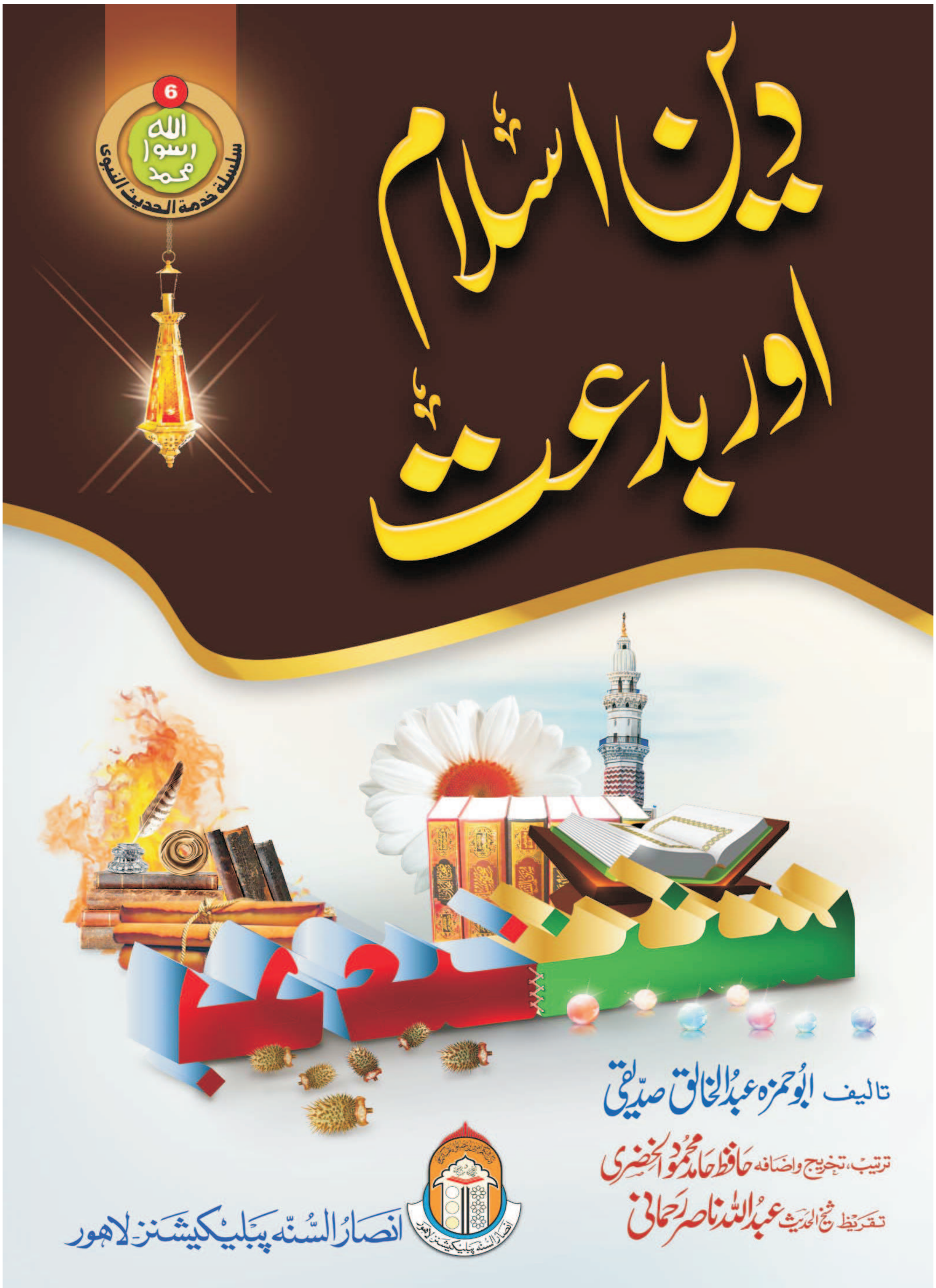


6
الله رسول محمد
سلسلة خدمة الحديث النبوي
دین اسلام اور بدعت
سنت
بدعت
تالیف ابوحمزہ عبدالخالق صدیقی
ترتیب، تخریج واضافہ حافظ حامد محمود الخضری
تقریظ شیخ الحدیث عبداللہ ناصر رحمانی
انصار السنہ پبلیکیشنز لاہور

فہرست مضامین

باب 1

اطاعت رسول ﷺ کی اہمیت

باب 2

دین اسلام میں بدعت کی مذمت

باب 3

بدعت کے اسباب و محرکات

باب 4

بدعت کے نقصانات اور مفاسد

باب 5

اہل بدعت کے ساتھ تعلق کا حکم

باب 6

اہل بدعت کے شبہات اور ان کا ازالہ

باب 7

چند بدعات کا بیان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تقریظ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ، وَ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَ الْمُرْسَلِیْنَ ، وَ عَلٰی آلِہٖ وَ صَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ وَ بَعْدُ!

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ یَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝۳۱﴾ (آل عمرٰن : 31)

”آپ کہہ دیجیے: اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمھارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بہت بخشنے والا، نہایت رحم کرنے والا ہے۔“

اللہ رب العزت نے انبیائے کرام علیہم السلام کی مبعوث فرمایا تاکہ ہمیں اللہ رب العزت کا پیغام سنائیں اور ہماری رہنمائی کریں۔ اور ہمیں اس راستے پر چلانے کی کوشش کریں جو جنت کی طرف جاتا ہے اور ہمیں جہنم سے بچائیں۔

تو یہ سب باتیں کب حاصل ہوں گی؟ جب ہم اپنے نبی (علیہ السلام) کی اتباع کریں گے۔ اللہ رب العزت کسی قوم کی طرف کسی نبی کو مبعوث کیوں کرتا ہے؟ تاکہ اس کی اطاعت کی جائے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِیُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ﴾ (النساء: 64)

”ہم نے جتنے بھی رسول (علیہم السلام) بھیجے ان کی بعثت میں ایک ہی مقصد

کارفرما ہے کہ ان کی اطاعت کی جائے۔ اور یہ اطاعت بھی اللہ کے اذن اور امر سے ہے۔''

یہ کوئی اختیاری یا ذوقی معاملہ نہیں ہے بلکہ یہ اللہ کا امر اور اذن ہے۔

رسولوں (علیہم السلام) کو کیوں بھیجا گیا؟ تا کہ ان کی اطاعت کی جائے۔ اس لیے نہیں کہ ان کی اطاعت نہ کی جائے۔ اس لیے بھیجا گیا کہ ان کے فرمان کو، ان کے عمل کو پوری دنیا پر مقدم قرار دیا جائے۔ اس لیے نہیں کہ کسی اور کی بات یا کسی اور کے فعل کو نبی (علیہ السلام) پر مقدم قرار دیا جائے۔ اس لیے بھیجا گیا کہ پورے شرحِ صدر اور بصیرت کے ساتھ نبی (علیہ السلام) کی اتباع کی جائے۔ اس لیے نہیں بھیجا گیا کہ ان کے قول وعمل کو خود ساختہ تاویلوں اور خودساختہ قواعد سے ٹالنے کی کوشش کی جائے۔

نبی ﷺ کی اتباع کی حقیقت کیا ہے؟ یہ بات معلوم ہے کہ ہماری ہدایت نبی (علیہ السلام) کی اتباع پر قائم ہے:

﴿وَ اِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا﴾ (النور : 54)

''اگر تم میرے پیغمبر (علیہ السلام) کی اطاعت کرو گے تو ہدایت پاؤ گے۔''

یہ بات معلوم ہے کہ اللہ رب العزت کی رضا اور اس کی محبت کو حاصل کرنے کے لیے صرف نبی (ﷺ) کی اتباع ضروری ہے۔

﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝﴾ (آل عمرٰن : 31)

''کہہ دیجیے! اگر تم اللہ رب العزت کی محبت کے طلب گار ہو تو میری اتباع کرو۔ تم سے اللہ تعالیٰ محبت کرنے لگے گا اور تمھارے تمام گناہوں کو معاف کر دے گا۔ اللہ تعالیٰ تو معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔''

اس اتباع کی حقیقت یہ ہے کہ سب سے پہلے یہ ضروری ہے کہ جو عمل آپ کر رہے ہیں وہ عمل نبی علیہ الصلوۃ والسلام سے ثابت ہو۔ دین کا کوئی بھی کام اس وقت تک نہیں کرنا جب تک اس کام کا ثبوت نبی علیہ الصلوۃ والسلام سے نہ ملے۔ اور اس کے متعلق بہت سی چیزیں ہیں۔ صرف عمل کافی نہیں ہے بلکہ اس عمل کا اگر کوئی سبب ہے تو وہ سبب بھی نبی علیہ الصلوۃ والسلام سے ثابت ہونا ضروری ہے۔ اس عمل کی کوئی جنس ہے تو وہ جنس بھی نبی علیہ الصلوۃ والسلام سے ثابت ہونا ضروری ہے۔ اس عمل کی کوئی کیفیت ہے تو وہ کیفیت بھی نبی علیہ الصلوۃ والسلام سے ثابت ہونا ضروری ہے۔ اس عمل کی کوئی مقدار ہے تو وہ مقدار بھی نبی علیہ الصلوۃ والسلام سے ثابت ہونا ضروری ہے۔ وہ عمل اگر کسی زمانے کے ساتھ مقرون اور مشروط ہے تو اس زمانے کا بھی نبی علیہ الصلوۃ والسلام سے ثابت ہونا ضروری ہے۔ اس عمل کا تعلق اگر کسی جگہ سے ہے، کسی مکان سے ہے تو اس جگہ کا بھی نبی علیہ الصلوۃ والسلام سے ثابت ہونا ضروری ہے۔ یہ چھ چیزیں ہیں:

❶ عمل کا سبب ❷ عمل کی جنس ❸ عمل کی کیفیت ❹ عمل کی مقدار ❺ عمل کا زمانہ ❻ عمل کی جگہ۔

ان تمام چیزوں کا ثابت ہونا ضروری ہے تب وہ عمل نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی اتباع کے دائرے میں ہوگا۔ اور اگر کوئی چیز ختم ہو جائے، اس کی نفی ہو جائے تو وہ عمل قطعاً مسنون نہیں ہوسکتا۔

①:...... پہلی چیز عمل کا سبب ہے۔ جو عمل آپ کر رہے ہیں اگر وہ عمل کسی سبب کے ساتھ جڑا ہوا ہے تو لازم ہے کہ وہ سبب نبی علیہ الصلوۃ والسلام سے ثابت ہو، جیسے سورج غروب ہوتا ہے تو ہم مغرب کی نماز پڑھتے ہیں۔ مغرب کی نماز کا سبب غروب آفتاب ہے۔ یہ تین فرض ہم کیوں پڑھتے ہیں؟ یہ عمل مقرون ہے غروب آفتاب کے ساتھ۔ سوال یہ

ہے کہ غروب آفتاب کے ساتھ نماز کی ادائیگی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ثابت ہے؟ جی ہاں۔ طلوع فجر جب ہوتی ہے تو ایک نماز ہم پر فرض ہوتی ہے اور وہ فجر کی نماز ہے۔ اب فجر کی نماز ایک عمل ہے جو کہ مقرون ہے ایک سبب کے ساتھ اور وہ سبب ہے طلوع فجر۔ اور یہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ثابت ہے۔ لہٰذا صرف عمل کو نہ دیکھا جائے، اس عمل کا اگر کوئی سبب ہے تو اس کو بھی دیکھنا ضروری ہے۔ ستائیس رجب کو لوگ شب معراج کے نام سے رات کو قیام کرتے ہیں۔ بظاہر وہ تہجد کی نماز ہے۔ تہجد کی نماز میں کوئی اختلاف نہیں ہے لیکن اسے ایک سبب سے جوڑا جاتا ہے۔ ایک سبب سے مقرون کیا جاتا ہے اور وہ سبب یہ ہے کہ آج کی رات معراج کی رات ہے۔ تہجد کا عمل درست ہے لیکن جس سبب کے ساتھ اس کو جوڑا گیا اور مقرون کیا گیا وہ سبب نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ثابت نہیں ہے اور ضروری ہے کہ جس سبب پر آپ کسی عمل کو قائم کریں گے تو اس عمل کے ساتھ ساتھ اس عمل کا سبب بھی پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ثابت ہو۔

②:......اسی طرح جنس عمل ہے۔ اگر کسی عمل کی کوئی جنس ہے اور وہ عمل اس جنس کے ساتھ پورا ہوتا ہے تو اس جنس کا بھی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ثابت ہونا ضروری ہے۔ آپ قربانی کرتے ہیں اونٹ کی، گائے کی، بکرے کی، دُنبے کی، یہ ساری اجناس ثابت ہیں، لہٰذا قربانی درست ہے اور جنس بھی ثابت اور درست ہے۔ اگر آپ یہ حجت پیش کریں کہ ہرن کا گوشت لذیذ ہوتا ہے اور یہ ناپید ہے اور بہت مہنگا ملتا ہے تو میں کثرتِ ثواب کے لیے ہرن کی قربانی دیتا ہوں۔ وہ جانور ہے لیکن یہ جنس اللہ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے۔ قربانی آپ کرلیں گے، ذبح کردیں گے لیکن یہ جنس نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ثابت نہیں ہے۔ ضروری ہے کہ عمل کی جنس بھی پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ثابت ہو۔ صدقۃ الفطر کی کچھ اجناس ہیں۔ اگر آپ کہیں کہ میں زیادہ اجر کے لیے کسی مہنگی

جنس کا تعین کرتا ہوں، جیسے بادام ہیں، پستے اور چلغوزے ہیں۔ آج کل بڑے قیمتی ہیں تو میں ان اجناس کا صدقہ دیتا ہوں۔ رقم بہت خرچ ہوئی لیکن ثواب نہیں ملے گا۔ کیوں کہ آپ نے عمل کو جس جنس پر قائم کیا ہے وہ پیغمبر ﷺ سے ثابت نہیں ہے۔ ضروری ہے کہ عمل کے تعلق سے اگر کوئی جنس ہے تو اس جنس کا پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ثبوت ہو۔

③:...... اسی طرح عمل کی کیفیت ہے۔ اس عمل کی اگر کوئی کیفیت ہے تو اس کیفیت کا بھی پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ثابت ہونا ضروری ہے، جیسے نماز ہے۔ اس کی ایک کیفیت ہے۔ جو قیام سے شروع ہوتی ہے، پھر رکوع ہے، سجود ہیں، تشہد ہے۔ اگر آپ اس کیفیت کو معکوس کر دیں۔ تشہد سے شروع کریں پھر سجود اور رکوع اور قیام ہو، یہ ترتیب معکوس ہے۔ اور یہ کیفیت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ثابت نہیں ہے۔ صفتِ عمل میں، کیفیتِ عمل میں اگر کوئی عمل بھی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ثابت نہیں ہے، وہ تو عمل اللہ کے ہاں قابل قبول نہیں ہے۔ جیسے مسیئ الصلاۃ کی حدیث ہے۔ اس شخص نے پیغمبر ﷺ کے سامنے نماز پڑھی۔ فرمایا: ((اِرْجِعْ فَصَلِّ فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ .))[1] ''پھر پڑھو! یہ نماز نہیں ہوئی۔'' اس کی نماز درست تھی، اس کی ترتیب بھی درست تھی۔ قیام بھی کیا، رکوع بھی، سجود بھی، تشہد بھی۔ تحریم سے تسلیم تک سب کام کیے۔ ایک کام کی کمی رہ گئی تھی اور وہ اعتدال اور اطمینان تھا۔ اس کی نماز میں اطمینان نہیں تھا، اعتدال نہیں تھا۔ رکوع سے اُٹھتا اور پورے اطمینان سے قبل سجدے میں گر جاتا۔ سجدے سے اُٹھتا تو پورے اطمینان سے قبل دوسرے سجدے میں گر جاتا۔ اس اعتدال کی کمی تھی۔ پیارے پیغمبر ﷺ نے فرمایا: یہ نماز نہیں ہوئی دوبارہ پڑھو! تو یہ کیفیت کا ایک فرق تھا۔ ثابت یہ ہوا کہ یہ کیفیت بھی ضروری ہے جو پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ثابت ہو۔ اگر آپ پورا عمل کر

[1] صحیح البخاری، حدیث: 757.

جائیں اور کیفیتِ عمل میں کہیں فرق آجائے تو پھر وہ عمل اللہ کے ہاں قابل قبول نہیں۔ اسی لیے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہر عمل کی کیفیت کے تعلق سے اتباع کا حکم دیا: ((صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي .)) ❶ ''نماز پڑھو بالکل ویسی جیسی میں پڑھتا ہوں۔'' ((لِتَأْخُذُوا مَنَاسِكَكُمْ فَإِنِّي لَاأَدْرِي لَعَلِّي لَاأَحُجُّ بَعْدَ حَجَّتِي هٰذِهِ .)) ❷ ''شاید یہ میرا آخری حج ہو اور اس کے بعد مجھے تمھارے ساتھ حج کا موقع نہ ملے، لہٰذا اچھی طرح میرا طریقۂ حج دیکھ لو۔'' اس کی اتباع کرو، اسی کی تشہیر کرو، تاکہ میرے طریقہ حج کو لوگ سنیں، سمجھیں اور اس کے مطابق حج کریں، کیوں کہ ضروری ہے ہر عمل کی کیفیت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ثابت ہو۔

④:......اسی طرح مقدارِ عمل ہے۔ اگر کسی عمل کی مقدار کا آپ تعین کرتے ہیں تو اس کی دلیل پیش کرنی پڑے گی۔ آپ ظہر کی چار رکعات کیوں پڑھتے ہیں؟ عصر کی چار رکعات کیوں پڑھتے ہیں؟ مغرب کی تین رکعات کیوں ہیں اور فجر کی دو رکعتیں کیوں ہیں؟ یہ عمل کی مقدار ہے۔ اس کو ثابت کرنا پڑے گا۔ اور اگر آپ کسی عمل کی کوئی مقدار طے کرلیں، اس پر عمل شروع کر دیں، سوائے ایسے عمل کے جس کی مقدار کے تعین کا شریعت نے اختیار دیا ہے جیسے اذکار ہیں۔ اذکار کا تعین آپ اپنے اوقات کو دیکھ کر کر سکتے ہیں۔ آپ دن میں ایک پارہ پڑھیں، دو پارے پڑھیں یا کوئی ذکر آپ سو دفعہ کریں، پانچ سو دفعہ کریں، اپنے اوقات کے مطابق اس کا تعین آپ کر سکتے ہیں، البتہ وہ اذکار جن کا تعین پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام سے تعداد کے ساتھ ثابت ہے، جیسے نماز کے بعد تینتیس بار سبحان اللہ، تینتیس بار الحمد للہ اور تینتیس بار اللہ اکبر اور سو کا عدد پورا کرنے کے لیے

---

❶ صحيح البخاری، حديث : 631.

❷ صحيح مسلم، حديث : 1297، سنن النسائی، حديث : 3062.

((لَا إِلٰـهَ إِلَّا الـلّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُـلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ)) ❶ یہ مقدار نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ثابت ہے۔تو کوئی بھی عمل ہو، اس کی مقدار کا تعین پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں گے۔ اسی لیے ہم دعوت دیتے ہیں کہ رمضان کی تراویح آٹھ ہی سنت ہیں۔ صحیح بخاری کی حدیث کے مطابق سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ پیغمبر علیہ السلام رمضان میں کتنی رکعات پڑھتے تھے؟ آپ علیہ السلام نے مسئلے کو دوٹوک انداز سے بیان کیا اور کہا کہ رمضان ہو یا غیر رمضان ہو، پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے رات بھر گیارہ رکعات سے زیادہ کبھی نہیں پڑھی تھیں۔ ❷ یہ تعداد کا تعین ہے۔ اس تعداد پر اضافہ کریں گے تو وہ اضافہ ثابت نہیں ہے۔ آپ کہیں گے: یہ تو طعن ہے امیر عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ پر جن کے دور میں بیس رکعات پڑھی گئیں۔ جواب یہ ہے کہ بیس رکعات کی جتنی بھی اسناد ہیں وہ سب کی سب ضعیف ہیں اور صحیح بخاری کی اس حدیث کا مقابلہ نہیں کرسکتیں۔ اس لیے وہ نا قابل التفات ہیں، لہٰذا کسی بھی عمل کی مقدار ہے تو اس مقدار کو بھی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ثابت کرنا پڑے گا۔ تب وہ عمل اتباع کے دائرے میں آئے گا۔ اگر عمل ہو، خواہ کتنا ہی معتبر ہو مگر اس کی تعداد آپ کی طرف سے ہو اور مشروع تعداد کے خلاف ہو تو پھر وہ عمل مردود ہے اور نا قابل قبول ہے۔ عمل کی مقدار بھی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ثابت ہوگی تب وہ قابل قبول ہوگا۔

⑤:...... اسی طرح اگر کوئی عمل کا زمانہ ہے۔ کوئی عمل آپ کسی زمانے کے ساتھ مربوط کرتے ہیں تو ضروری ہے کہ اس زمانے کو بھی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ثابت کیا جائے کہ جب بھی وہ وقت آیا، وہ زمانہ آیا تو پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وہ عمل کیا، جیسے ہر سال رمضان کا

---

❶ صحیح مسلم، حدیث: 597.

❷ صحیح البخاری، حدیث: 1147.

مہینہ آتا ہے۔ یہ پورا ایک مہینہ ایک زمانہ ہے جس میں روزے رکھے جاتے ہیں۔ روزہ ایک عمل ہے اور یہ ایک زمانے سے مربوط ہے۔ پورے مہینے کے روزے شوال میں نہیں ہوتے۔ ذوالحجہ میں نہیں ہوتے۔ صرف رمضان میں ہوتے ہیں۔ یعنی جو عمل آپ ایک زمانے سے مربوط کر کے کرتے ہیں وہ زمانہ پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام سے ثابت ہے۔ اس زمانے کو اگر آپ تبدیل کرنے کی کوشش کریں گے، رمضان کے روزے آپ شوال میں رکھیں، رجب میں رکھیں تو وہ قابل قبول نہیں ہوں گے، کیوں کہ عمل کا زمانہ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے متعین کر دیا اور وہ ماہِ رمضان ہے جس کو ماہِ صیام قرار دیا گیا ہے۔ حج ایک زمانہ ہے۔ اس زمانے میں حج کرنا پڑے گا جو کہ آٹھ یا نو ذوالحجہ سے شروع ہوتا ہے اور بارہ یا تیرہ ذوالحجہ تک وہ عمل قائم رہتا ہے جیسا کہ احادیث ہیں۔ اگر آپ یہ عمل اس زمانے کے علاوہ کریں گے کہ میں شوال میں فارغ ہوتا ہوں حج کرلوں۔ رش سے بچ جاؤں گا، وہ عمل قابل قبول نہیں ہے۔ کیوں کہ اس عمل کی تحدید ایک زمانے کے ساتھ ہے اور اس کو ایک زمانے سے جوڑا گیا ہے، مربوط کیا گیا ہے، یہ عمل اس زمانے میں معتبر ہوگا۔ اور آپ کسی بھی عمل کو اگر کسی زمانے سے مخصوص کرتے ہیں تو اس زمانے کو پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام سے ثابت کرنا پڑے گا ورنہ وہ عمل نا قابل قبول ہے۔

یہیں سے ہمارا سوال ہے کہ بارہ ربیع الاول، اس میں ایک عمل ہر سال کیا جاتا ہے، بڑھ چڑھ کر کیا جاتا ہے۔ اور ایک خاص عبادت کا اہتمام کیا جاتا ہے جس کو جلوسوں اور ریلیوں کا نام دیا گیا ہیاور اس کو اظہارِ خوشی کی اساس قرار دیا جاتا ہے اور پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام کی محبت کا مظہر قرار دیا جاتا ہے۔ تو کسی بھی عمل کا کسی زمانے سے مربوط ہونا اتباع کے تحت ہے اور شرعی دلیل کا متقاضی ہے۔ تو اس عمل کو ایک زمانے سے مربوط کیا گیا، پہلے اس عمل کو ثابت کرنا پڑے گا، پھر اس کے زمانے کو ثابت کرنا پڑے گا

اور یہ دونوں چیزیں کتاب وسنت سے ثابت نہیں ہیں۔ نہ یہ عمل اور نہ اس عمل کا زمانہ۔

پیارے پیغمبر محمد رسول اللہ ﷺ جن کی پیدائش کی خوشی میں سارے اہتمام کیے جاتے ہیں، منصبِ رسالت سنبھالنے کے بعد تئیس دفعہ یہ دن آپ کی زندگی میں آیا، آپ نے کبھی اس کا اہتمام کیا ہو؟ آپ کی وفات کے بعد خلافت علی منہاج النبوۃ تیس سال تک قائم رہی۔ ابوبکر صدیق، عمر بن خطاب، عثمانِ غنی، علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم یکے بعد دیگرے خلیفہ منتخب ہوئے اور یہ تیس سالہ دور ہے خلافة على منهاج النبوة کا، خلافت راشدہ کا جس کی تحدید پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود فرمائی ہے۔ اس زریں دور میں بھی تیس دفعہ یہ دن آیا اور کبھی یہ اہتمام نہیں کیا گیا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کا دور تقریباً 80 ہجری تک قائم رہا اور ان اُسی سالوں میں کبھی یہ اہتمام نہیں کیا گیا۔ اس کے بعد تابعین کا دور آیا جو ائمہ ملت، محدثین اور فقہاء کا دور ہے۔ اس دور میں بھی کبھی اس عمل کا اہتمام نہیں کیا گیا۔ تو یہ عمل اور اس عمل کا زمانہ ان دونوں چیزوں کو محکم دلائل سے ثابت کرنا پڑے گا۔ اور دلیل کوئی نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے جس دور کو خیر القرون کہا، فرمایا کہ ((خَيْرُ النَّاسِ قَرْنِي، ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ، ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ)) [1] سب سے بہترین زمانہ میرا زمانہ ہے، اس کے بعد اگلا زمانہ، پھر اگلا زمانہ اور آپ نے تین ادوار میں اس عمل کو ثابت کرنا پڑے گا۔ اور خیر القرون میں ائمہ ملت میں سے بھی کچھ کا دور آجاتا ہے، جیسے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ جن کی تقلید اس ملک میں عام ہے، انھی سے کم از کم اس عمل کا اہتمام ثابت کر دیا جائے، لیکن کوئی اس کو ثابت نہیں کر سکتا۔

کئی صدیوں کے بعد مصر میں ایک فاطمی خاندان ہوا جس کی اساس غلط نسب پر اور

[1] صحيح بخاري، رقم: 2652.

ضلالت پر تھی، یہ انھوں نے ترویج دیا۔ اس کے بعد سے رائج رہا، آج تک چلا آرہا ہے مختلف رویوں کے ساتھ، رنگوں کے ساتھ اور مختلف کیفیتوں کے ساتھ اور ہر سال کیفیتیں تبدیل ہو رہی ہیں۔ اور یہ بھی اس عمل کے بدعت ہونے کی ایک دلیل ہے۔ سنت جب سے شروع ہوئی ہے آج تک ایک ہے اور قیامت تک ایک ہی رہے گی۔ مشرق میں بھی وہی، مغرب میں بھی وہی، شمال میں وہی، جنوب میں وہی، عرب میں وہی، عجم میں وہی۔ بدعت ایک ایسی چیز ہے جو ہر سال رنگ بدلتی ہے اور ہر مقام پر رنگ بدلتی ہے۔ اس بارہ میں ربیع الاول کو منانے کے اہتمامات مصر میں کچھ اور ہیں، ایران میں کچھ اور ہیں، ہندوستان، پاکستان میں کچھ اور ہیں۔ یہ بھی ایک دلیل ہے کہ یہ سنت نہیں بلکہ بدعت ہے۔ سنت کا ایک ہی رنگ ہے، اس میں کبھی تبدیلی واقع نہیں ہوسکتی۔ ہاں بدعت اپنے رنگ تبدیل کرتی رہتی ہے۔ تو پھر یہ عمل اور اس عمل کا زمانہ دونوں چیزوں کو ثابت کرنا پڑے گا جو کہ قطعاً ثابت نہیں ہوسکتا۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک حدیث سے تہتر فرقوں کی نشاندہی کی۔ میری اُمت میں تہتر فرقے ہوں گے۔ ((كُلُّهُمْ فِي النَّارِ اِلَّا مِلَّةً وَاحِدَةً)) ''سب جہنم میں جائیں گے سوائے ایک کے۔'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا: وہ ایک کون ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ((مَا أَنَا عَلَيْهِ الْيَوْمَ وَأَصْحَابِي)) ''یہ ایک گروہ وہ ہے جو اس چیز پر قائم ہو جس پر آج میں ہوں اور میرے صحابہ (رضی اللہ عنہم) ہیں۔''[1] آپ ﷺ نے یہ حدیث بالکل دوٹوک الفاظ میں ارشاد فرمائی۔ یہ جوامع الکلم میں سے ہے۔ اور یہ حدیث قاطع النزاع ہے، یعنی جس پر میں اور میرے صحابہ (رضی اللہ عنہم) ہیں جو ملت اور جماعت اس پر قائم رہے گی وہ جنتی ہے۔ فرقہ ناجیہ اور طائفہ منصورہ ہے۔ اور جو اس راستے سے ہٹ

[1] سنن ابن ماجه، حديث: 3993، المستدرك للحاكم: 174/1.

گیا وہ جہنمی گروہ ہے۔تو پھر یہ عمل پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کم از کم ثابت کیا جائے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کے دور میں میں ہوا ہو، حالانکہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے بڑھ کر پیغمبر علیہ السلام سے محبت کرنے والا اور پیار کرنے والا کون ہے؟ وہ حقیقتاً اللہ کے نبی ﷺ سے محبت کرتے تھے۔

جنگ بدر کے موقع پر مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ نے کہا تھا: یا رسول اللہ! آپ (ﷺ) نے بہت سی دعائیں کرلیں، اب پریشان نہ ہوں۔ یہاں تک آپ ﷺ نے فرما دیا تھا کہ یا اللہ! اگر یہ جماعت آج میدانِ بدر میں ہلاک ہوگئی تو پھر قیامت تک تیری عبادت کرنے والا کوئی پیدا نہیں ہوگا۔ ❶ بڑی مشکل سے یہ اکٹھی ہوئی ہے۔ مقداد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یا رسول اللہ! ((لَسْنَا أَصْحَابَ مُوسٰى)) ''ہم کوئی قومِ موسٰی نہیں ہیں۔'' اللہ نے ان کو فرمایا تھا کہ فلاں علاقے میں داخل ہو جاؤ، داخل ہونا ہی فتح کی علامت ہے۔مگر قومِ موسٰی نے انکار کر دیا۔ اگر فتح اتنی آسان ہے تو موسیٰ (علیہ السلام)! تم چلے جاؤ تمھارا رب چلا جائے۔ہمیں اطلاع کر دینا کہ علاقہ فتح ہو گیا ہے ہم بھی پہنچ جائیں گے۔فرمایا کہ ((وَلٰكِنَّا نُقَاتِلُ عَنْ يَمِينِكَ وَعَنْ شِمَالِكَ وَبَيْنَ يَدَيْكَ وَخَلْفَكَ)) ''ہم لڑیں گے آپ کے آگے، آپ کے پیچھے، آپ کے دائیں اور آپ کے بائیں۔'' ❷ جہاں آپ کے پسینے کا قطرہ گرے گا وہاں اپنے گلے کٹوا دیں گے اور خون بہا دیں گے۔ کتنا عظیم ہے یہ جملہ، محبت کا مظہر ہے یہ جملہ۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے محبت تھی۔ اپنا جان و مال آپ (ﷺ) پر فدا کرنے کے لیے تیار تھے۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سب کچھ قربان کیا، لٹا دیا اپنے پیارے پیغمبر

❶ صحيح البخاری، حدیث: 3953.

❷ صحيح البخاری، حدیث: 3952.

(ﷺ) پر، آپ ﷺ کی عزت پر اور آپ ﷺ کے دین پر۔ اس طرح سارے صحابہ رضی اللہ عنہم کے کچھ نہ کچھ واقعات ملتے ہیں جو پیارے پیغمبر ﷺ کی محبت کا مظہر ہیں۔ اور اگر یہ بھی محبت کی اساس ہوتی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یہ کام بڑھ چڑھ کر کرتے۔ اگر نبی ﷺ کی محبت میں گلے کٹوا سکتے تھے تو یہ کام کون سا مشکل ہے۔ چراغاں کرنا کون سا مشکل ہے۔ لیکن صحابہ رضی اللہ عنہم سے ایسا کوئی اہتمام ثابت نہیں ہے۔ تو عمل، اس کی کیفیت، اس کا زمانہ، یہ تمام چیزیں ثابت ہوں گی تو پیغمبر ﷺ کی اتباع میں آئیں گی، اگر کوئی چیز نفی ہوگئی تو پیغمبر ﷺ کی اتباع سے خارج ہے۔

⑥:......اسی طرح اگر وہ عمل کسی مکان یا جگہ سے منسلک ہے تو اس مکان اور جگہ کا ثابت ہونا بھی ضروری ہے۔ جس طرح بیت اللہ کا طواف ہے اور یہ وہیں کی عبادت ہے۔ اگر آپ طواف کہیں اور کریں گے تو وہ طواف کا محل نہیں ہے، طواف کی جگہ نہیں ہ ے، اس کو ثابت کرنا پڑے گا۔ طواف ثابت ہے لیکن طواف کا محل ثابت کرنا پڑے گا۔ جیسے بہت سے بدبخت لوگوں نے آج سیہون کے حج کی اختراع نکالی ہوئی ہے کہ بیت اللہ کا حج امیروں کا حج ہے اور سیہون کا حج غریبوں کا حج ہے۔ طواف اور سعی جیسی مذموم حرکات وہاں پر کرتے ہیں۔ طواف ایک عبادت ہے، اس عبادت کا محل اللہ کا گھر ہے اور یہ ثابت ہے۔ کسی اور مقام پر یہ طواف کریں گے تو وہ ثابت نہیں ہے۔ ان کا ذہن ہے کہ ہم طواف ہی کر رہے ہیں، کون سا گناہ کا کام کر رہے ہیں۔ نہیں، طواف عبادت ہے لیکن جو محل کا تعین کیا گیا وہ محل پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ثابت نہیں ہے۔ ''کوہِ مراد'' تربت میں ایک پہاڑ ہے، ذکری فرقہ وہاں حج کرتا ہے، طواف کرتا ہے۔ تو یہ نہ سمجھیں کہ طواف ایک عبادت ہے، عمل تو اچھا ہو رہا ہے۔ نہیں، یہ طواف کا محل نہیں ہے۔ یہ طواف کی جگہ نہیں ہے۔ جو نیکی کسی جگہ سے مربوط ہوگی ضروری ہے کہ وہ جگہ پیارے پیغمبر

ﷺ کی سنت سے یا پیارے پیغمبر ﷺ کے فرمان سے ثابت کرو۔ خالی عمل نہیں دیکھا جائے گا، عمل کا محل اور مقام دیکھا جائے گا۔ عرفہ، نو ذوالحجہ، عرفہ کا وقوف، یہ عبادت مکان اور زمان دونوں کے ساتھ مربوط ہے۔ عرفہ کا وقوف 9 ذوالحجہ کو ہوگا، اگر آٹھ کو کریں گے قابل قبول نہیں ہوگا۔ دس کو کریں گے قابل قبول نہیں ہوگا۔

اور 9 ذوالحجہ ہو، یہ وقوف آپ منیٰ میں کرلیں قابل قبول نہیں ہوگا۔ یہ ایک ایسی عبادت ہے جس کا تعلق زمانے سے بھی ہے اور جگہ سے بھی۔ زمانہ کیا ہے؟ نو ذوالحجہ۔ دلیل کیا ہے؟ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عمل۔ جگہ کیا ہے؟ عرفہ کا میدان۔ دلیل کیا ہے؟ پیغمبر ﷺ کا عمل تو آپ اسی طرح کوئی بھی عمل کسی زمانے سے جوڑیں گے، کسی مقام سے جوڑیں گے تو اس جگہ کو اور اس زمانے کو ثابت کرنا پڑے گا۔ خالی عمل کافی نہیں ہے۔ بلکہ ثابت کرنا پڑے گا کہ یہ جگہ اور یہ زمانہ پیارے پیغمبر ﷺ سے ثابت ہے۔

یہ چھ حقیقتیں ہیں اتباع کی۔ اس کے بغیر حقیقت اتباع ثابت نہیں ہوسکتی۔ ہم کہتے ہیں کہ ان چھ حقائق میں سے کوئی حقیقت یہاں منطبق کر کے دکھا دیں۔ پہلے کوئی شخص یہی بتا دے کہ ربیع الاول جو نام اس وقت سے چلا آرہا ہے جب اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین پیدا کیے تھے اور آج تک چلا آرہا ہے، اس مہینے کے نام کو تبدیل کرنے کی کیا دلیل ہے؟ ربیع النور۔ پیارے پیغمبر ﷺ نے یہی نام برقرار رکھا۔ تو اس نام کو تبدیل کرنے کی کیا وجہ ہے؟ اور کس دلیل کے تحت؟ پھر جو حرکات اور جو اعمال ان دنوں میں انجام دیے جاتے ہیں ان تمام کو ثابت کرنا پڑے گا۔ ان کا سبب ثابت کرنا پڑے گا۔ ولادتِ رسول ﷺ سبب ہے۔ مگر اس ولادت کے سبب کو سامنے رکھتے ہوئے پیغمبر ﷺ نے اس قسم کے عمل کا اہتمام کیا ہو، یہ ثابت نہیں۔ جنس عمل ثابت کرنی پڑے گی۔ مقدارِ عمل ثابت کرنی پڑے گی۔ زمانۂ عمل ثابت کرنا پڑے گا۔ مکانِ

عمل ثابت کرنا پڑے گا اور اس کے ساتھ ساتھ کیفیت عمل ثابت کرنا پڑے گی۔ ان میں سے کوئی چیز بھی یہاں منطبق نہیں ہو رہی۔ تو پھر یہ ایک ایسا عمل ہے جو قطعاً بدعت ہے۔ پیغمبر ﷺ کی سنت، آپ ﷺ کے منہج اور آپ ﷺ کے دین سے قطعاً ثابت نہیں ہے۔

اس موقع پر دو باتیں کی جاتی ہیں: ایک عمل کی حکمت، دوسرا عمل کی مشقت۔ ہم کہتے ہیں کہ یہ دونوں چیزیں بھی پیارے پیغمبر ﷺ کی سنت کے ساتھ مربوط ہوں۔ لوگ کہتے ہیں کہ یہ سارا عمل ہم کس لیے کرتے ہیں؟ اپنے پیارے پیغمبر ﷺ کی محبت میں۔ اپنے پیارے پیغمبر ﷺ کے پیار کی وجہ سے یہ سب کچھ کرتے ہیں۔ ہمیں آپ کی ولادت باسعادت کی خوشی ہے۔ اس خوشی کا اہتمام ہوتا ہے۔ اس خوشی میں یہ سب کچھ کرتے ہیں۔ یہ محبت کا مظہر ہے اور آپ کے پیار کی دلیل ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ یہ محبت اور پیار بھی ایک عبادت ہے اور یہ بھی دلیل سے ثابت ہوگی۔ کوئی عبادت بغیر دلیل کے ثابت نہیں ہوسکتی۔ اور پھر کسی مسئلے کی علت، کسی مسئلے کی وجہ اور سبب یہ بھی پیارے پیغمبر ﷺ کی سنت کے ساتھ مربوط ہے بغیر سنت کے نہیں۔ اس طرح تو کوئی بھی انسان، کسی بھی حکمت کی بنا پر کسی بھی عمل کی اختراع کرسکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ ہر عمل کی اگر کوئی علت ہے تو وہ علت ثابت کرنی پڑے گی۔ ویسے ہمارا اہل الحدیث کا یہ عقیدہ ہے کہ کوئی عمل پیارے پیغمبر ﷺ سے ثابت ہو تو آپ ﷺ سے ثابت ہونا ہی اس عمل کی حکمت ہے۔ جو عمل آپ نے کیا ہے آنکھیں بند کرکے ہمارا یہ عقیدہ اور ایمان ہے کہ وہ عمل انتہائی حکیمانہ ہے کیوں کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے کیا ہے۔ پیارے پیغمبر ﷺ کا کرنا ہی اس عمل کی حکمت ہے۔ حکمت وہ نہیں ہے جو ہم خود بنائیں اور سوچیں اور پھر اس کے تحت کسی عمل کو ایجاد کرلیں۔ بلکہ حکمت یہ ہے کہ ایک عمل اللہ کے

پیغمبر ﷺ نے کیا تو آپ ﷺ کا کرنا ہی حکمت سے بھرپور اور لبریز ہے۔ جو کام آپ ﷺ نے نہیں کیا اس میں کوئی حکمت نہیں ہے۔ اور جو کام آپ ﷺ نے کیا وہ سراسر حکمت کی اساس پر ہے۔ ہماری عقل میں وہ آئے یا نہ آئے۔

تو یہ قاعدہ باطل ہے کہ آپ کوئی اچھی حکمت خود ہی اختراع کرلیں اور اپنی اختراع کردہ حکمت پر کسی عمل کو ایجاد کرلیں۔ یہ قطعاً دین اور شریعت نہیں ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی یہی فکر تھی۔ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا سے ایک سوال ہوا کہ ((مَـــا بَـــالُ الْـحَـائِضِ تَقْضِي الصَّوْمَ وَلَا تَقْضِي الصَّلَاةَ)) ایک حائضہ عورت جو اپنے مخصوص ایام سے گزرتی ہے روزہ نہیں رکھتی، نمازیں نہیں پڑھتی لیکن بعد میں روزوں کی قضا کرتی ہے جب کہ نماز کی قضا نہیں کرتی، اس میں کیا علت اور کیا حکمت ہے؟ روزے کی قضا کیوں ہے؟ اور نماز کی قضا کیوں نہیں ہے؟ کیا فرق ہے؟ کیا علت اور کیا حکمت ہے؟ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے اس سوال پر کوئی توجہ نہیں دی بلکہ اس کا جواب یوں دیا: ((نُـؤْمَرُ بِقَضَاءِ الصَّوْمِ وَلَا نُؤْمَرُ بِقَضَاءِ الصَّلَاةِ)) ''روزے کی قضا کا ہمیں حکم دیا جاتا تھا اور نماز کی قضا کا ہمیں حکم نہیں دیا جاتا تھا۔''[1] بس پیارے پیغمبر ﷺ کا حکم حکمت ہے اور جو حکم آپ ﷺ نے نہیں دیا اس میں کوئی حکمت نہیں ہے۔ تو یہ ہے اصل دین اور صحیح فہم۔ تو کوئی بھی حکمت اختراع کرکے اس کی اساس پر کسی عمل کو آپ ایجاد کرلیں جیسے حکمت یہ ہے کہ پیغمبر ﷺ کا عشق، پیغمبر ﷺ کی محبت اور پیار اور پیغمبر ﷺ کی ولادت کی خوشی اور اس اساس پر عمل یہ ہے جلوسوں کا اہتمام، ریلیوں کا اہتمام اور پھر رات کے قیام کا اہتمام، مختلف پکوانوں کا اہتمام۔ یہ سارے اعمال جس حکمت سے جوڑے گئے ہیں نہ یہ حکمت ثابت اور نہ وہ عمل ثابت

[1] صحيح مسلم، حديث: 335.

ہے اور یہ چیز حقیقتِ اتباع کے خلاف ہے۔ مسلکِ اتباع کی دعوت دیتے ہیں۔ تو اس طرح تو کوئی بھی شخص حکمت کا اختراع کر کے اس کی اساس پر کوئی بھی عمل جوڑ سکتا ہے۔ اللہ رب العزت رحمتیں نازل فرمائے امیر المؤمنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ پر۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک نشست طلب کرتے ہیں۔ بڑے وقیع القدر صحابہ رضی اللہ عنہم اس میں موجود تھے۔ اور ایک مسئلہ اُٹھایا کہ جب حاجی طوافِ قدوم کرتا ہے۔ عمرہ کرنے والا طوافِ قدوم کرتا ہے تو اس طواف میں رمل کرتا ہے، یعنی اکڑ کے چلتا ہے، بازو پھیلا کر چلتا ہے اور دایاں کندھا کھول کر چلتا ہے۔ اس کی نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے دور میں ایک وجہ تھی۔ جب ہم عمرۃ القضا کرنے گئے تھے، مشرکین مکہ نے کہا تھا: ((قَدْ وَهَنَتْهُمُ الْحُمّٰی)) مسلمانوں کو بخار نے مار دیا ہے تو یہ مکمل عمرہ کر ہی نہیں سکیں گے۔ بیت اللہ کے طواف، سات چکر، صفا و مروہ کی سعی جو ڈھائی کلومیٹر تک محدود ہے اس میں چلنا اور دوڑنا، مسلمان یہ پورا کر ہی نہیں سکیں گے، چنانچہ یہ لوگ عمرہ کرنے آ رہے ہیں۔ ہم تماشا دیکھنے بیٹھتے ہیں اور جب یہ تھک ہار کے بیٹھ جائیں گے، گر جائیں گے تو ہمیں استہزاء کا موقع مل جائے گا، چنانچہ وہ ایک طرف پہاڑ پر بیٹھ گئے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام عمرہ کر رہے تھے۔ نبی علیہ الصلوۃ والسلام کو ان کی اس بات کیا طلاع مل چکی تھی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم رمل کریں گے، اکڑ کر اور سینہ پھیلا کر چلیں گے، بازو کھول کر اور تھوڑا سا بھاگتے ہوئے چلیں گے اور دائیں کندھے کو کھول کر چلیں گے تا کہ ہمارے بازو کی قوت اور صلابت ان پر ظاہر ہو۔ مشرکین مکہ تو استہزاء کی نیت سے پہاڑ پر بیٹھے یہ منظر دیکھ رہے تھے۔ لیکن انھوں نے دیکھا کہ مسلمان تو شکرے کی طرح چھلانگیں مار رہے ہیں جن کے کندھوں میں طاقت نظر آ رہی ہے تو وہ مایوس ہو گئے۔ [1]

[1] صحيح مسلم، حديث: 1266.

امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اب مکہ فتح ہو چکا، مشرکین مکہ کا صفایا ہو چکا اور مکہ دارالاسلام بن چکا ہے۔ اب یہاں پر کفار نہیں ہیں بلکہ یہاں کفار کا داخلہ بھی منع ہے۔ اب ہم بازو کیوں کھولیں؟ اور شکرے کی طرح چھلانگیں کیوں لگائیں؟ رمل کیوں کریں؟ سوال یہی پیدا ہوتا ہے، حکمت جو کارفرما تھی وہ ختم ہو چکی۔ اب یہ کام کیوں کریں؟ فرمایا کہ خبردار! جو عمل اللہ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں ہم کرتے تھے وہ قیامت تک کے لیے مہر ہے۔ کوئی طاقت اس کو ختم نہیں کر سکتی۔ میں نے اس دفعہ تمھیں اس لیے بلایا کہ آج کے بعد کوئی امیر، کوئی حاکم، کوئی مفتی، کوئی مجدد، کوئی فقیہ اس حکمت کو سامنے رکھتے ہوئے اس عمل کر ختم کرنے کی کوشش نہ کرے۔ یہ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا امر تھا۔ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت تھی اور پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت جب شروع ہوتی ہے تو قیامت تک قائم رہتی ہے۔ کوئی دنیا کا مفتی اور کوئی دنیا کا امام اسے ختم نہیں کر سکتا، حالانکہ اس مسئلے کی حکمت ختم ہو چکی۔ دین حکمت کے ساتھ مربوط نہیں ہے۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ اللہ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حکم دیا اس کی کوئی نہ کوئی حکمت ضرور ہے۔ ہمیں سمجھ آئے یا نہ آئے۔ اس حکمت کا سمجھنا ضروری نہیں ہے۔ یاد رکھو! دین تو اتباع کا نام ہے۔

گوشت اونٹ کا بھی ہے اور گوشت گائے کا بھی ہے۔ کیا وجہ ہے گائے کا گوشت کھانے سے وضو نہیں ٹوٹتا، اونٹ کا گوشت کھانے سے ٹوٹ جاتا ہے۔ حکمت میں پڑو گے تو پریشان ہو کر بیٹھ جاؤ گے۔ کیا فرق ہے؟ گوشت یہ بھی ہے اور گوشت وہ بھی ہے۔ دودھ پیتا بچہ اگر پیشاب کر دے تو چھینٹے مارنا کافی ہے، کپڑا پاک ہو جائے گا۔ دودھ پیتی بچی اگر پیشاب کر دے، اسے دھونا ضروری ہے ورنہ وہ کپڑا پاک نہیں ہوگا۔ کیا فرق ہے؟ یہ بھی پیشاب ہے، وہ بھی پیشاب ہے۔ اور یہ بھی دودھ پیتے بچے کا

ہے، وہ بھی دودھ پیتے بچے کا ہے۔ کیا فرق ہے ان دونوں میں؟ حکمت پر بیٹھو گے تو تم کبھی کامیاب نہیں ہوسکو گے، پریشان ہی رہو گے۔

نمازِ ظہر کی چار رکعتیں سری کیوں ہیں؟ عصر کی سری کیوں ہے؟ مغرب میں دو رکعت جہری اور ایک سری کیوں ہے؟ فجر میں دو رکعت اور دونوں جہری کیوں ہیں؟ عشاء میں چار رکعت ہیں دو جہری اور دوسری کیوں ہیں؟ عشاء کی نماز چار رکعت کیوں فرض ہے؟ مغرب کی تین کیوں ہیں؟ فجر کی دو کیوں ہیں؟ اگر آپ حکمت پر غور کریں گے تو وہ تو بتائی ہی نہیں گئی۔ حکمت ضرور ہے مگر بتائی نہیں گئی۔ یہ دین دینِ اتباع ہے۔ اگر آپ اس چکر میں پڑ جائیں کہ میرے سامنے حکمت واضح ہو تو پھر قبول کروں گا تو آپ اتباع نہیں کر رہے بلکہ اپنی عقل اور فہم کے غلام بن گئے ہیں۔ جو سمجھوں گا وہ مانوں گا، جو سمجھ نہیں پاؤں گا اس کو نہیں مانوں گا۔ یہ درایت کا مسئلہ گمراہی کی اساس ہے، گمراہی کی کڑی ہے۔ تو ایک حکمت آپ خود تراش کر اس پر کسی مسئلے کو مربوط کریں، اس کو شریعت قرار دیں، یہ قطعاً شریعت نہیں ہے۔ حکمت کیا ہے؟ محبت رسول ﷺ۔ عمل کیا ہے؟ جلوسوں اور ریلیوں کا اہتمام۔ تو نہ یہ حکمت اور نہ یہ عمل جو اس موقع پر ہے، بن سکتا ہے۔

محبتِ رسول حق ہے۔ اس کے بغیر ایمان مکمل نہیں ہوسکتا بلکہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایسی محبت فرض ہے جو پوری کائنات کی محبت پر غالب ہو۔ لیکن محبت کی اس حکمت کی اساس پر ایسے عمل کرنا جو اللہ کے پیغمبر ﷺ سے ثابت ہی نہیں، یہ دین نہیں ہے۔ بلکہ صرف وہ عمل کریں گے جو پیارے پیغمبر ﷺ سے ثابت ہے۔ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اتباع آپ کی محبت کی علامت ہے۔ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اطاعت آپ کی محبت کی علامت ہے۔ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعظیم آپ کی محبت کی علامت ہے۔ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دین کو سچا جاننا آپ

کی محبت کی علامت ہے۔ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایسی تصدیق کہ جو حدیث ہمارے سامنے آئے گی اسے قبول کریں گے، اپنی برداری کے خلاف پا کر، اپنے امام کے فتوے کے خلاف پا کر، اپنے پیر و مرشد کے قول کے خلاف پا کر کسی حدیث کو ردّ نہیں کریں گے، محبت یہ ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان آ جائے، اس کے خلاف پوری دنیا ہو، دنیا کے محدثین اور فقہاء ہوں، دنیا کے سارے مجددین ہوں، سارے عوام ہوں، سب کو ٹھکرا دو اور چھوڑ دو اور پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمان کو سینے سے لگا لو۔ یہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت کے تقاضے ہیں۔تو حکمت اور اس حکمت کے تحت عمل یہ دونوں چیزیں شریعت سے ثابت ہونا ضروری ہیں۔حکمت اگر شرعی ہے، اس پر عمل کی اساس غیر شرعی ہے تو وہ دین نہیں ہے بلکہ وہ بدعت ہے۔

اسی طرح بعض لوگ اپنے عمل کو مشقت پر محمول کر کے اس میں ثواب کی حرص لیے بیٹھے ہیں کہ شریعت تو کہتی ہے: کسی شخص کے پاؤں میں کانٹا چبھ جائے تو اس کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں جب کہ جلوس کا اہتمام، بعض اوقات اس میں کئی میل پیدل چلتے ہیں، پسینے بہتے ہیں، تھکاوٹ سے چور ہوتے ہیں، مختلف پکوان پکتے ہیں، اس کے لیے محنت ہے، مشقت ہے اور پیسوں کا خرچ کرنا ہے۔اس ساری مشقت کا کوئی اجر نہیں ہے۔کسی کھاتے میں نہیں ہے۔ ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ مشقت بھی ایک مسئلہ ہے جو اللہ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے ثابت ہوگا تو قابل قبول ہوگا ورنہ ہر وہ مشقت جو اللہ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے منہج اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین سے ہٹ کر ہے اس کا کوئی اجر نہیں ہے۔تبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس صحابی رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا جو حج کرنے نکلا اور پیدل چل دیا کہ سفر حج کے دوران پیدل چلوں گا، سواری پر نہیں بیٹھوں گا، دھوپ میں چلوں گا اور سایہ استعمال نہیں کروں گا اور کھاؤں گا نہیں اور پیوں گا نہیں۔ بھوکا اور پیاسا رہوں گا

تا کہ مشقت پر اللہ تعالیٰ سے بڑا اجر حاصل کرلوں۔ اجر کثیر کا مستحق بن جاؤں۔ حتی کہ چلتے چلتے بے ہوش ہو کر گر گیا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم اس کو سہارے دے رہے ہیں، اس کو سنبھال رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ﷺ نے پوچھا: کیا ماجرا ہے؟ عرض کیا کہ یہ صحابی رضی اللہ عنہ ان چار ارادوں کے ساتھ نکلا تھا۔ بھوکا اور پیاسا چلتا رہا، پیدل چلتا رہا، مسلسل دھوپ میں سفر کیا، پڑاؤ ڈالتے تو وہاں بھی سائے تلے نہیں بیٹھتا تھا بلکہ دھوپ میں بیٹھتا، تو کب تک برداشت کرتا؟ حتی کہ غش کھا کر گر گیا۔ اس کی حرص یہ تھی کہ ثواب زیادہ ملے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس مشقت میں اس نے اپنے آپ کو ڈال رکھا ہے، اللہ کا دین اس سے لاتعلق ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہے۔ اس کو بتادو کہ تمھیں اللہ کی اطاعت کرنی ہوگی۔ اس کو حکم دو کہ یہ کھانا کھائے اور پانی پیے، سواری پر سفر کرے اور سائے تلے بیٹھے۔ جس تکلیف میں اس نے اپنے آپ کو ڈال رکھا ہے، اللہ کا دین اس سے بَری ہے۔ [1]

سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی بہن بھی اس عزم کے تحت نکلی کہ پورے سفر حج کے دوران میں سواری پر نہیں بیٹھوں گی، ننگے پاؤں چلوں گی اور ننگے سر رہوں گی۔ سواری پر اس لیے نہیں بیٹھوں گی کہ پیدل چلنے کی تکلیف پر اللہ سے اجر کی حرص لیے اور ننگے پاؤں اس لیے کہ راستے میں کانٹے چبھیں گے، ٹھوکریں لگیں گی، پاؤں زخمی ہوں گے، اس پر بھی ثواب ملے گا۔ اور ننگے سر اس لیے کہ سر ڈھانپنا ایک شرف کی علامت ہے اور سر کو کھولنا اس دور میں ذلت کی علامت تھی۔ چونکہ حج کی عبادت اللہ کے لیے ہے تو اللہ تعالیٰ کے سامنے اظہارِ ذلت اور تذلل پر اضافی اجر ملے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: عقبہ! اپنی بہن کو کہہ دو: ((إِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنْ نَذْرِهَا)) اگر ایسا کروگی، پورا

[1] صحيح البخاري، حديث: 4-6703، سنن أبي داؤد، حديث: 3300.

سفر حج پیدل کرو گی، ننگے پاؤں چلو گی، ننگے سر رہو گی تو لوگ اللہ تعالیٰ سے مغفرت اور جنت کے وعدے لے کر لوٹیں گے اور تمھاری بہن لوٹے گی اللہ کا غضب اور اس کی ناراضی لے کر، کیوں کہ اس مشقت کا اللہ کے دین سے کوئی تعلق نہیں ہے [1] مشقت کی کوئی اساس نہیں ہے۔ بلکہ ہر وہ مشقت جو اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ﷺ کے دین کے تابع ہے، جو آپ ﷺ کے فرامین کے تابع ہے، اس کا اجر ہے۔ بنوسلمہ والوں نے اس خواہش کا اظہار کیا تھا کہ ہم اپنے گھر مسجد نبوی کے قریب لے آئیں، ہمارے گھر دور ہیں۔ کسی کا گھر ایک میل کے فاصلے پر تو کسی کا دو میل کے فاصلے پر۔ اپنے گھر ہم قریب لے آئیں تا کہ مسجد نبوی کا پڑوس ہم کو حاصل ہو جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بنوسلمہ! ((اٰثَارَكُمْ)) اپنے گھر اگر قریب لے آؤ گے تو یہ ایک میل اور دو میل نماز کے لیے پیدل چل کر آتے ہو، ان قدموں کا ثواب تمھیں کیسے ملے گا؟ [2] یہ مشقت ہے۔ ایک میل چلنا، دو میل چلنا، کس عمل کے لیے؟ نماز کی ادائیگی کے لیے، مسجد میں حاضری کے لیے۔ یہ مشقت اللہ کے پیغمبر ﷺ کے دین کے دائرے میں ہے۔ اس کا اجر اور ثواب ہے۔ لیکن ایک شخص ایک مشقت کا پہلو اپنی طرف سے طے کر لے، اس پر عمل کرنا شروع کر دے، وہ مشقت چونکہ نبی ﷺ کے عمل سے، آپ ﷺ کے منہج سے، آپ ﷺ کے دین سے ثابت نہیں، لہٰذا اس کا کوئی اجر و ثواب نہیں ہے۔ تو کسی بھی عمل کے تعلق سے مشقت کی اساس، مشقت کی نیت یہ بھی ایک ایسا مسئلہ ہے جس کے لیے دلیل پیش کرنا ضروری ہے۔ دلیل کے بغیر نہیں۔ مشقت کا جو راستہ ہے اس کی تحدید بھی اللہ کے پیغمبر ﷺ کی سنت کرتی ہے، اور اللہ کے پیغمبر ﷺ کے فرامین

[1] صحيح مسلم، حديث: 1644، سنن أبي داود، حديث: 3297.
[2] صحيح البخاري، حديث: 655.

کرتے ہیں، انسان کی اپنی عقل نہیں۔ انسان اپنی عقل سے کسی عمل کو مشقت پر محمول کر کے، اسے اپنائے اور اس پر اجر کی حرص رکھے، ہرگز نہیں۔ ایسا ممکن نہیں ہے۔ جیسے ان صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تو فتح مکہ کے سفر میں عصر کے وقت روزہ افطار کر لیا تھا، کیوں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا نقاہت کے مارے برا حال تھا۔ مشورہ دیا گیا: کل ہم مکہ میں داخل ہوں گے، ہوسکتا ہے مشرکین سے مقابلہ ہو جائے، رمضان کے روزے نے ان کو کمزور کر دیا، کیوں نہ افطار کر لیا جائے۔ کچھ کھا پی لیں کہ طاقت بحال ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے عصر کے وقت اجازت دے دی کہ روزہ ابھی افطار کرلو، کھاؤ اور پیو، تمھیں مکمل روزے کا ثواب دے دوں گا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم اس پر خوش ہوئے۔ افطار کر لیا۔ کھانے پینے لگے مگر بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا: ہم تو وقت پر افطار کریں گے تاکہ زیادہ ثواب ملے۔ یہ صحابہ رضی اللہ عنہم کسی فرقے کی پیداوار نہیں تھے۔ یہ عمل انھوں نے کسی فرقے کی اتباع میں نہیں کیا، بلکہ یہ عمل انھوں نے اس بنا پر کیا کہ ہمیں زیادہ اجر ملے۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اطلاع مل گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((أُوْلٰئِكَ الْعُصَاةُ، أُوْلٰئِكَ الْعُصَاةُ)) دو بار فرمایا کہ جو لوگ اب تک روزے سے ہیں وہ سب کے سب نافرمان ہیں، نافرمان ہیں۔[1] حالانکہ وہ روزے سے ہیں اور اس مشقت پر اجر کے متمنی ہیں، لیکن نہیں۔ مشقت کا دائرہ بھی شریعت محدود کرتی ہے اور اس کا تعین بھی اللہ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا دین کرتا ہے۔ اب حقیقتِ اتباع اہل الحدیث کی دعوت سے پہچاننے کی کوشش کرو۔ ﴿قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ﴾ دیکھیے! اگر اللہ تعالیٰ کی محبت کے طلب گار ہو تو میری اتباع کرو۔'' (آل عمران: 31) وہ اتباع کیا ہے؟ اتباع خود ساختہ مناہج پر قائم نہیں ہے بلکہ اتباع ایک ایسا معاملہ ہے جو پورے کا پورا اللہ

[1] صحیح مسلم، حدیث: 1114.

کے پیغمبر ﷺ کے دین اور آپ ﷺ کی پیروی میں رنگا ہوا ہے۔ اس میں عمل اور جزئیاتِ عمل اور زمانۂ عمل اور مکان عمل، کیفیت عمل، سبب عمل، جنسِ عمل، مشقت عمل، حکمتِ عمل یہ ساری کی ساری چیزیں اللہ کے پیغمبر ﷺ کے دین سے ثابت ہونا ضروری ہیں۔ اگر کوئی چیز ثابت نہ ہوسکی تو وہ عمل اللہ کے پیغمبر ﷺ کی اتباع میں نہیں ہوسکتا۔ کھانا کھلانا یقیناً نیکی ہے۔ اس کو اگر مقرون کر وایک سبب کے ساتھ۔ کوئی فوت ہوگیا، رسم سوئم ہے، کھانے پکیں گے، تو کھانا کھلانا نیکی ہے۔ مگر وہ سبب اللہ کے پیغمبر ﷺ سے ثابت نہیں ہے۔ قرآن پڑھنا ایک نیکی ہے مگر قرآن خوانی کو مقرون کیا جائے تیجے کے ساتھ، دسویں اور چالیسویں کے ساتھ۔ یہ ایسے اسباب ہیں جو پیارے پیغمبر ﷺ سے ثابت نہیں ہیں۔ تو خالی عمل کو نہیں دیکھا جائے گا۔ عمل کے سبب کو، عمل کی کیفیت کو، عمل کی جنس کو، عمل کے زمان کو، عمل کے مکان کو، عمل کو مشقت کو، عمل کی حکمت کو، یہ تمام کی تمام چیزیں محدود ہیں شریعت کے دائرے میں اور پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت میں، تب ہی اتباع کا معنی مکمل ہوگا۔ اور یہ دعوتِ اہل حدیث ہے۔ اس طریقے سے اگر پیغمبر ﷺ کی اتباع قائم ہوجائے تو اس ملک میں، اس قوم میں، اللہ تعالیٰ کی برکتیں اور رحمتیں نچھاور ہوں گی اور امن ملے گا، رزق کی فراوانی ہوگی، نعمتیں حاصل ہوں گی اور اس کے بعد آخرت کی کامیابی، جنت کے وعدے یقینی ہیں کیوں کہ اللہ کے پیغمبر ﷺ کا فرمان ہے : میری پوری اُمت جنتی ہے، سوائے اس کے جو انکار کردے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا: انکار بھلا کون کرسکتا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جو میری اطاعت کرے گا، میری اتباع کرے گا حقیقتِ اتباع کے ساتھ، وہ میرے ساتھ جنت میں جائے گا اور جو شخص میری اتباع نہیں کرے گا، کسی وجہ سے اس کی اتباع کا معنی پورا نہ ہوسکا تو وہ شخص جنت میں جانے کا انکار کر بیٹھا۔ اس کا ٹھکانہ

جہنم ہے۔'' ❶ تو حقیقتِ اتباع کو پہچانیے! اللہ پاک ہم کو توفیق عطا فرما دے، ہم اللہ کے پیغمبر ﷺ کے سچے متبع فرماں ہو جائیں اور حقیقتِ اتباع کے ان تمام معانی کے ساتھ، ان تمام حقائق کے ساتھ تا کہ ہمارا ہر عمل پیارے پیغمبر ﷺ کی اتباع میں شمار کیا جائے اور وہی عمل اللہ تعالیٰ کے ہاں قابل قبول ہے اور کوئی چیز اگر پیچھے رہ گئی، اتباع کے دائرے سے باہر نکل گئی تو وہ مردود ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ((مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَّيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ)) ❷ جو شخص کوئی ایسا عمل کرے جس عمل کی کوئی وجہ ہماری شریعت کے خلاف ہے، ہمارے عمل کے خلاف ہے تو وہ مردود ہے، اس پر کوئی اجر نہیں اور کوئی ثواب نہیں۔ اللہ پاک اس حقیقت کا فہم عطا فرما دے! عمل کی توفیق دے دے! (آمین)

حضرات! ہمارے عزیز دوستوں کی زیر نظر تالیف ''دین اسلام اور بدعت'' سے بدعت کی شناعت و قباحت اور نقصانات روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتے ہیں اور ساتھ میں تمسک بالسنہ کی ضرورت و اہمیت واضح ہو جاتی ہے۔ یہ کتاب صرف کتاب و سنت کے دلائل اور اقوال ائمہ پر قائم ہے۔ اس کتاب میں سنت رسول ﷺ کی عظمت و اہمیت اور بدعت کی مذمت جیسے اہم موضوع انتہائی موثر طریقے سے ذکر کیے گئے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ کتابچہ ہر خاص و عام کے لیے انتہائی مفید ہے۔ خصوصاً آج کے پُرفتن دور کی بڑی اہم ضرورت ہے۔

اللہ رب العزت ہمارے ان دونوں بھائیوں ابوحمزہ عبدالخالق صدیقی اور حافظ حامد محمود الخضری حفظھما اللہ کو اس دینی فریضہ انجام دینے پر اجر جزیل عطا فرمائے

---

❶ صحيح البخاري، حديث: 7280.

❷ صحيح مسلم، حديث: 1718.

اور تصنیف و تالیف جیسا انتہائی مبارک اور سعادت والا عمل ہمیشہ جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے اور اس کتابچہ کو بہت سوں کی ہدایت کا ذریعہ بنا دے اور اس قابل کر دے کہ یہ عمل روزِ قیامت ان کے میزان حسنات میں جگہ پالے۔

اَقُوْلُ قَوْلِیْ هٰذَا اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ لِیْ وَ لَكُمْ وَ آخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ .

وکتبه

عبداللہ ناصر رحمانی

(1-1-2021ء)

باب 1

اطاعت رسول ﷺ کی اہمیت

دنیا کی عمر میری اسلام میں ہو پوری
سنت پہ جان دے دوں بدعت نہیں گوارا

اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی رشد و ہدایت کی خاطر انبیاء و رسل مبعوث کیے اور انھیں صحائف و کتب بھی دیے۔

چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿ إِنَّآ أَوْحَيْنَآ إِلَيْكَ كَمَآ أَوْحَيْنَآ إِلَىٰ نُوحٍ وَّالنَّبِيِّـۧنَ مِنۢ بَعْدِهِۦ ۚ وَأَوْحَيْنَآ إِلَىٰٓ إِبْرَٰهِيمَ وَإِسْمَٰعِيلَ وَإِسْحَٰقَ وَيَعْقُوبَ وَٱلْأَسْبَاطِ وَعِيسَىٰ وَأَيُّوبَ وَيُونُسَ وَهَٰرُونَ وَسُلَيْمَٰنَ ۚ وَءَاتَيْنَا دَاوُۥدَ زَبُورًا ۝١٦٣ ﴾

(النساء: 163)

”بے شک ہم نے آپ پر وحی اُتاری ہے، جیسے نوح اور ان کے بعد کے دوسرے انبیاء پر اُتاری تھی، اور جیسے ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور ان کی اولاد اور عیسیٰ اور ایوب اور یونس اور ہارون اور سلیمان پر وحی اُتاری تھی، اور ہم نے داوٗد کو زبور عطا کی تھی۔“

چنانچہ انھوں نے اپنی اپنی قوم کو توحید الٰہ العالمین کا درس دیا اور ساتھ ساتھ اپنا اطاعت وفرمانبرداری کا حکم بھی دیا، اور وہ بھی باذن اللہ تھا:

﴿ وَمَآ أَرْسَلْنَا مِن رَّسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ ٱللَّهِ ۚ ﴾ (النساء : 64)

''اور ہم نے ہر رسول کو صرف اس لیے بھیجا کہ اللہ کی اجازت سے اس کی اطاعت کی جائے۔''

اللہ تعالیٰ نے جناب نوح علیہ السلام کو ان کی قوم پر رحم کرتے ہوئے، رسول بنا کر مبعوث کیا، اور انہیں حکم دیا کہ وہ اپنی قوم کو دعوتِ توحید دیں، اور انہیں حکم دیں کہ وہ اللہ سے ڈرتے رہیں، اور جس کام کا وہ انہیں حکم دیں، اور جس کام سے منع کریں، ان سب میں ان کی اطاعت کریں، کیونکہ وہ اللہ کے رسول ہیں:

﴿إِنَّآ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِۦٓ أَنْ أَنذِرْ قَوْمَكَ مِن قَبْلِ أَن يَأْتِيَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝١ قَالَ يَٰقَوْمِ إِنِّى لَكُمْ نَذِيرٌ مُّبِينٌ ۝٢ أَنِ ٱعْبُدُوا۟ ٱللَّهَ وَٱتَّقُوهُ وَأَطِيعُونِ ۝٣﴾ (نوح : 1 تا 3)

''بے شک ہم نے نوح کو ان کی قوم کے پاس بھیجا (اور ان سے کہا) کہ آپ اپنی قوم کو ڈرایئے قبل اس کے کہ ان پر دردناک عذاب نازل ہو۔ انھوں نے کہا، اے میری قوم میں تمہارے لیے پوری صراحت کے ساتھ ڈرانے والا آیا ہوں، کہ تم سب اللہ کی عبادت کرو، اور اس سے ڈرتے رہو، اور میری اطاعت کرو۔''

سیّدنا نوح علیہ السلام کے بعد، سیّدنا ہود علیہ السلام کو قومِ عاد کی طرف بھیجا، تو انھوں نے بھی اپنی قوم سے فرمایا کہ مجھے اللہ نے تمہارے پاس اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے تاکہ اس کا دین تم کو پہنچادوں، اور میں اس بارے میں پورے طور پر امانت دار ہوں، اپنی طرف سے کچھ گھٹاتا بڑھاتا نہیں ہوں۔ اس لیے اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت و فرمانبرداری کرو۔

﴿كَذَّبَتْ عَادٌ ٱلْمُرْسَلِينَ ۝١٢٣ إِذْ قَالَ لَهُمْ أَخُوهُمْ هُودٌ أَلَا تَتَّقُونَ ۝١٢٤

﴿إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ۝ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَأَطِيعُونِ ۝﴾

(الشعراء : 123 تا 126)

''قومِ عاد نے بھی رسولوں کی تکذیب کی تھی جب ان کے بھائی ہود نے ان سے کہا، کیا تم لوگ اللہ سے ڈرتے نہیں ہو۔ بے شک میں تمہارے لیے ایک امانتدار رسول ہوں۔ پس تم لوگ اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔''

سیّدنا ہود علیہ السلام کے سو سال بعد قوم ثمود کی طرف سیّدنا صالح علیہ السلام کو مبعوث کیا گیا۔ انھوں نے بھی اپنی قوم سے فرمایا:

﴿كَذَّبَتْ ثَمُودُ الْمُرْسَلِينَ ۝ إِذْ قَالَ لَهُمْ أَخُوهُمْ صٰلِحٌ أَلَا تَتَّقُونَ ۝ إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ۝ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَأَطِيعُونِ ۝﴾

(الشعراء : 141 تا 144)

''قوم ثمود نے بھی رسولوں کو جھٹلایا۔ جب ان سے ان کے بھائی صالح نے کہا، کیا تم اللہ سے نہیں ڈرتے۔ بے شک میں تمہارے لیے ایک امانتدار رسول ہوں۔ پس تم لوگ اللہ سے ڈرو، اور میری اطاعت کرو۔''

سیّدنا صالح علیہ السلام کے بعد، سیّدنا لوط علیہ السلام کو سدوم، عموریہ اور اس علاقے کی دوسری بستیوں کی طرف نبی بنا کر بھیجا تھا، انھوں نے ان کے شرک و معاصی کی وجہ سے عذاب سے ڈرایا، اپنی اطاعت و اتباع کی دعوت دی:

﴿كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوطٍ الْمُرْسَلِينَ ۝ إِذْ قَالَ لَهُمْ أَخُوهُمْ لُوطٌ أَلَا تَتَّقُونَ ۝ إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ۝ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَأَطِيعُونِ ۝﴾

(الشعراء : 160 تا 164)

''لوط کی قوم نے بھی رسولوں کو جھٹلایا تھا۔ جب ان سے ان کے بھائی لوط

نے کہا، کیا تم اللہ سے نہیں ڈرتے ہو۔ میں بے شک تمھارے لیے ایک امانت دار رسول ہوں۔ پس تم لوگ اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔‘‘

سیّدنا لوط علیہ السلام کے بعد، سیّدنا شعیب علیہ السلام کو اصحاب مدین کی طرف بھیجا، انھوں نے انھیں شرک باللہ سے منع کیا، توحید کی دعوت دی۔ عدل وانصاف کا حکم دیا، اور انہیں نصیحت کی وہ میری اطاعت کریں:

﴿ كَذَّبَ اَصْحٰبُ لْـَٔيْكَةِ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ اِذْ قَالَ لَهُمْ شُعَيْبٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ۝ اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ۝ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوْنِ ۝ ﴾

(الشعراء : 176 تا 179)

’’ اَیکہ کے رہنے والوں نے بھی رسولوں کو جھٹلایا تھا۔ جب ان سے شعیب نے کہا، کیا تم اللہ سے نہیں ڈرتے ہو۔ بے شک میں تمھارے لیے ایک امانت دار رسول ہوں۔ پس تم لوگ اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔‘‘

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد ہوا کہ آپ مشرکین سے کہہ دیجیے کہ ایمان باللہ اور توحید باری تعالیٰ کی طرف لوگوں کو بلانا میرا طریقہ، میرا مسلک اور میری سنت ہے۔ میں اور میرے ماننے والے متبعین مومنین واضح دلیل و برہان کی بنیاد پر لوگوں کو اللہ کے دین کی طرف بلاتے ہیں:

﴿ قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۫ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَ مَنِ اتَّبَعَنِيْ ۭ وَ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَ مَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ ﴾ (یوسف : 108)

’’ آپ کہہ دیجیے کہ یہی (دین اسلام) میری راہ ہے، میں اور میری اتباع کرنے والے، لوگوں کو اللہ کی طرف دلیل و برہان کی روشنی میں بلاتے ہیں، اور اللہ کی ذات بے عیب ہے، اور میں مشرک نہیں ہوں۔‘‘

یعنی رسول اللہ ﷺ کی زبانِ اقدس پر قرآن مجید نے ارشاد فرمایا کہ میرا ایمان ہے کہ اللہ کی ذات ہر قسم کی شراکت اور عیب و نقص سے پاک ہے، اس کا نہ کوئی شریک ہے، نہ مقابل، نہ اس کا کوئی بیٹا ہے نہ بیوی۔ وہ ان تمام عیوب و نقائص اور تمام کمزوریوں سے یکسر پاک ہے اور میں مشرکوں کے دین پر نہیں ہوں۔

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ اسلام کی دعوت دلیل و حجت کی بنیاد پر ہے۔ قرآنِ کریم نے اس کی تعلیم دی ہے، نبی کریم ﷺ اس مبارک منہج پر قائم رہے۔ اور پھر آپ کے صحابہ کرام نے بھی اتباعاً للنبی ﷺ اسی منہج کو اختیار کیا۔

قرآن حکیم کی روشنی میں

اطاعتِ رسول ﷺ کی اہمیت

ذیل کی سطور میں قرآن کریم کی روشنی میں اتباع اور اطاعتِ رسول ﷺ کی اہمیت کو بیان کر دیا گیا ہے، تاکہ تمام مسلمان رسول اللہ ﷺ کی اطاعت گزار ہو کر اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنا تعلق مضبوط کریں، اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل کریں اور پھر آخرت میں اس عظیم اور مبارک منہج پر عمل کی وجہ سے اللہ رب العزت سے اپنے گناہوں پہ سیاہی کا قلم پھرالیں۔

رسول اللہ ﷺ کی اطاعت عین ایمان ہے:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

1 ﴿فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَ يُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا﴾ (النساء: 65)

’’تمہارے رب کی قسم! یہ لوگ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے جب تک تنازعات میں آپ کو حاکم تسلیم نہ کریں، پھر آپ جو فیصلہ کریں اس کے متعلق اپنے دلوں میں گھٹن بھی محسوس نہ کریں، اور اس فیصلہ پر پوری طرح سرِتسلیم خم نہ کر دیں۔‘‘

اطاعتِ رسول ﷺ جنت میں اعلیٰ ترین مقام کا باعث ہے:

2 ﴿وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ

النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ۝﴾

(النساء : 69)

''اور جو شخص اللہ اور رسول کی اطاعت کرتا ہے، تو ایسے لوگ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام کیا ہے یعنی انبیاء کرام، صدیقین، شہیدوں اور صالحین کے ساتھ، اور رفیق ہونے کے لحاظ سے یہ لوگ کتنے اچھے ہیں۔''

رسول اللہ ﷺ کی اطاعت حقیقت میں اللہ کی اطاعت ہے:

3 ﴿مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ وَمَنْ تَوَلّٰى فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ۝﴾ (النساء : 80)

''جس نے رسول کی اطاعت کی تو اس نے اللہ کی اطاعت کی، اور اگر کوئی منہ موڑتا ہے تو ہم نے آپ کو ان پر پہرہ دار بنا کر نہیں بھیجا۔''

رسول اللہ ﷺ کی اطاعت فرضِ عین ہے:

4 ﴿وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝﴾ (الحشر:7)

''اور جو کچھ تمہیں رسول دیں، وہ لے لو، اور جس سے روکیں، اس سے رک جاؤ، اور اللہ سے ڈرتے رہو، اللہ یقیناً سخت عذاب دینے والا ہے۔''

سنت رسول اللہ ﷺ ہی اختلافات کا حل ہے:

5 ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ۝﴾ (النساء:59)

''اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو، اور رسول کی اطاعت کرو، اور تم میں سے اقتدار والوں کی، پھر اگر کسی معاملہ میں تمہارا اختلاف ہوجائے، تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹا دو اگر تم اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو، اسی میں بھلائی ہے اور انجام کے اعتبار سے یہی اچھا ہے۔''

6 ﴿وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَ يَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ؕ وَ مَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِيْ كُنْتَ عَلَيْهَاۤ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ يَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ ؕ وَ اِنْ كَانَتْ لَكَبِيْرَةً اِلَّا عَلَى الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ ؕ وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝۱۴۳﴾ (البقرہ : 143)

'' اور اسی طرح ہم نے تمہیں متوسط امت بنایا تاکہ تم دنیا کے لوگوں پر گواہی دو، اور رسول تم پر گواہی دے، اور ہم نے آپ کے لیے پہلا قبلہ (بیت المقدس) اس لیے بنایا تھا کہ ہمیں معلوم ہو کہ کون رسول کی اتباع کرتا ہے، اور کون الٹے پاؤں پھر جاتا ہے، قبلہ کی تبدیلی ایک بڑی بات تھی مگر ان لوگوں کے لیے نہیں جنہیں اللہ نے ہدایت دی، اور اللہ تمہارے سابق ایمان (وعمل) کو ضائع نہیں کرے گا، وہ تو لوگوں کے لیے بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔''

فائدہ:...... یعنی اے محمد (ﷺ) ہم نے آپ کو پہلے بیت المقدس کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھنے کا حکم دیا، پھر کعبہ کی طرف پھیر دیا، تاکہ معلوم ہوجائے کہ کون آپ کی اتباع کرتا ہے، اور کون اپنے دین سے پھر جاتا ہے، کیونکہ اب بیت المقدس کے بجائے کعبہ کی طرف متوجہ ہونا مومنین صادقین کے علاوہ کفار اور منافقین پر تو بڑا

شاق گذرے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا، بہت سے منافقین نے اپنا نفاق ظاہر کر دیا اور کہنے لگے: کیا بات ہے کہ محمد، ہمیں کبھی اِدھر پھیرتا ہے اور کبھی اُدھر؟ مشرکین نے کہا کہ محمد کو اپنے دین میں شک ہوگیا۔

سنت رسول ﷺ پر عمل اللہ تعالیٰ سے محبت کی دلیل ہے:

7 ﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ ﴾ (آل عمران : 31)

”کہہ دیجیے! اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا، اور تمہارے گناہ بخش دے گا، اور اللہ بہت بخشنے والا رحیم ہے۔“

ایمان کے بعد اتباع رسول ﷺ بہت ضروری ہے:

8 ﴿رَبَّنَآ اٰمَنَّا بِمَآ اَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ۝ ﴾

(آل عمران : 53)

”اے ہمارے رب! ہم اس پر جو تو نے نازل کیا ہے ایمان لے آئے، اور ہم نے رسول کی پیروی کی ہے، لہٰذا ہمیں گواہی دینے والوں میں لکھ دے۔“

رسول اللہ ﷺ کی ذات مبارکہ میں اسوۂ حسنہ ہے:

9 ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا ۝ ﴾ (الاحزاب:21)

”درحقیقت تم مسلمانوں کے لیے رسول اللہ کی ذات مبارکہ میں بہترین نمونہ ہے، ان کے لیے جو اللہ اور یومِ آخرت کا یقین رکھتے ہیں اور اللہ کو بہت یاد کرتے رہتے ہیں۔“

ماحصل: ......پس معلوم ہوا کہ اختلافی اُمور میں جب تک رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فیصلہ کو دل و جان سے تسلیم نہ کیا جائے، بندہ مومن نہیں ہوسکتا۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اطاعت وفرمانبرداری سے بندہ روزِ قیامت انبیاء، صدیقین ،شہداء اور صالحین (اولیاء کرام) کی رفاقت حاصل کر لے گا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت درحقیقت اطاعت الٰہی ہے۔ اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے انسان اللہ کا محبوب بن جاتا ہے اور یہ اہل ایمان کی بڑی صفات میں سے ہے۔

اطاعتِ رسول ﷺ سے انحراف کے متعلق وعید

رسول کریم علیہ الصلاۃ والسلام کی نافرمانی، اور آپ کی سنت سے دُوری کی وجہ سے انسان جہنم میں چلا جائے گا۔ آپ کی مخالفت نفاق کی دلیل ہے، جہالت کی علامت ہے اور باعث ذلت و رسوائی ہے۔ جیسا کہ ذیل کی آیات کریمہ سے واضح ہو رہا ہے۔

سنت رسول ﷺ کی مخالفت فتنہ کا باعث ہے:

1 ﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾ (النور: 63)

''پس جو لوگ رسول اللہ کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں، انہیں ڈرنا چاہیے کہ ان پر کوئی بلا نہ نازل ہو جائے، یا کوئی دردناک عذاب نہ انہیں آ گھیرے۔''

سنت رسول ﷺ کی مخالفت نفاق کی دلیل ہے:

2 ﴿وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَ اِلَى الرَّسُوْلِ رَاَيْتَ الْمُنٰفِقِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْكَ صُدُوْدًا ﴾ (النساء: 61)

''اور جب انہیں کہا جاتا ہے کہ اس چیز کی طرف آؤ جو اللہ نے نازل کی ہے، اور رسول کی طرف آؤ تو آپ منافقوں کو دیکھیں گے کہ وہ آپ کے پاس آنے سے گریز کرتے ہیں۔''

سنت رسول ﷺ سے انحراف گمراہی کی دلیل ہے:

3 ﴿وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَ اِلَى الرَّسُوْلِ قَالُوْا حَسْبُنَا مَا

وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَ لَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا وَّ لَا يَهْتَدُوْنَ ۝﴾ (المائدہ:104)

’’اور جب انہیں کہا جاتا ہے کہ آ ؤ اس چیز کی طرف جو اللہ نے نازل کی ہے، اور آ ؤ رسول کی طرف، تو کہتے ہیں: ہمیں تو وہی کچھ کافی ہے جس پر ہم نے اپنے آباؤ اجداد کو پایا ہے، خواہ ان کے باپ دادا کچھ بھی نہ جانتے ہوں، اور نہ ہی ہدایت پر ہوں۔‘‘

سنت رسول ﷺ کی مخالفت باعث ذلت ورسوائی ہے:

4 ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗۤ اُولٰٓىِٕكَ فِی الْاَذَلِّيْنَ ۝﴾

(المجادلہ: 20)

’’جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں، یقیناً یہی لوگ ذلیل ترین قوموں میں سے ہیں۔‘‘

سنت رسول ﷺ کی مخالفت جہنم میں لے جاتی ہے:

5 ﴿وَ مَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَ يَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَ نُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ؕ وَ سَآءَتْ مَصِيْرًا ۝﴾

(النساء:115)

’’جو شخص ہدایت کے واضح ہوجانے کے بعد رسول کی مخالفت کرے اور مومنوں کی راہ چھوڑ کر اور راہ اختیار کرے تو ہم اسے ادھر ہی پھیر دیتے ہیں جدھر کا اس نے رخ کیا ہے، پھر ہم اسے جہنم میں جھونکیں گے جو بدترین ٹھکانہ ہے۔‘‘

6 ﴿وَ مَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ يَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا ۪ وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴾ (النساء : 14)

''اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے، اور اللہ کی حدود سے آگے نکل جائے، اللہ اسے جہنم میں داخل کرے گا جس میں وہ ہمیشہ رہے گا، اور اسے رسوا کرنے والا عذاب ہوگا۔''

احادیث نبویہ کی روشنی میں

اطاعت رسول ﷺ کی اہمیت

اطاعت رسول ﷺ کی اہمیت وفضیلت کے بارے میں قرآنی آیات کے بیان کے بعد ضروری ہے کہ احادیث مبارکہ کی روشنی میں آپ ﷺ کی اطاعت و فرمانبرداری کی اہمیت کو مزید اجاگر کردینا سونے پر سہاگہ کے مترادف ہوگا۔

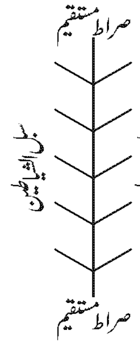
اطاعتِ رسول ﷺ صراطِ مستقیم ہے:

①: ((عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ: خَطَّ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ خَطًّا ثُمَّ قَالَ: هٰذَا سَبِيْلُ اللّٰهِ ، ثُمَّ خَطَّ خُطُوْطًا عَنْ يَمِيْنِهٖ وَعَنْ شِمَالِهٖ وَقَالَ هٰذِهٖ سُبُلٌ عَلٰى كُلِّ سَبِيْلٍ مِنْهَا شَيْطَانٌ يَدْعُوْا اِلَيْهِ . وَقَرَأَ ﴿ وَ اَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ﴾ الآية .)) [1]

سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے ہمارے لیے ایک خط کھینچا اور فرمایا: ''یہ اللہ کا راستہ ہے'' پھر اس کے دائیں اور بائیں خطوط کھینچے اور فرمایا: ''یہ شیطان کے رستے ہیں، اور ان میں سے ہر رستے پر شیطان ہے جو ان رستوں کی طرف بلاتا ہے، اور پھر یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿ وَ اَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ﴾ ''بے شک یہ

[1] مسند أحمد: 435/1، سنن دارمی: 67/1، صحیح ابن حبان، رقم: 6، 7، مستدرك حاكم: 318/2۔ ابن حبان، حاکم اور شیخ شعیب نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

سیدھا راستہ میرا ہے، پس اس کی پیروی کرو۔''



فائدہ:......اس حدیث شریف کے مطابق جس جماعت کا بھی منہج قرآن وسنت فہم وعمل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نہیں وہ جماعت شیطان کے رستے پر ہے۔ اور شیطان کی طرف ہی بلاتی ہے۔

رسول اکرم ﷺ کے حکم کی اطاعت کرنا فرض ہے:

②: ((عَـنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: مَا اَمَرْتُكُمْ بِهِ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهَيْتُكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا .)) ❶

سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جو میں تمہیں حکم دوں اس کو لے لو اور جس چیز سے منع کروں اس سے باز آ جاؤ۔''

نبی کریم ﷺ کی ذاتِ گرامی مومنوں کے لیے بہترین نمونہ ہے:

③: ((وَعَـنْ جَـابِـرِبْـنِ عَبْـدِ اللّٰهِ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا خَطَبَ يَقُوْلُ : اَمَّـا بَعْدُ! فَاِنَّ خَيْرَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ، وَخَيْرَ الْهَدْىِ هَدْىُ مُحَمَّدٍ ﷺ، وَشَرَّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلَّ بِدْعَةٍ

❶ سنن ابن ماجه، بَابُ اِتِّبَاعِ سُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، رقم: 1، سلسلة الصحيحة، رقم: 850.

ضَلَالَةٌ .)) ❶

سیّدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا: ''حمد و ثناء کے بعد، سب سے بہترین بات ''اللہ کی کتاب'' ہے، اور بہترین سیرت محمد ﷺ کی سیرت ہے۔ اور سب سے بدترین کام وہ ہیں جو اپنی طرف سے وضع کیے جائیں، اور ہر بدعت گمراہی ہے۔''

فائدہ :......معلوم ہوا جو کام سنت کے خلاف ہو وہ بدعت ہے، جو کہ سراسر گمراہی ہے۔ پس سنت نورِ ہدایت ہے، لہٰذا ہر عمل صالح، نماز اور روزہ وغیرہ سنت کے عین مطابق ہو، تو حصولِ رضائے الٰہی ممکن ہے، بصورتِ دیگر نہیں۔

اطاعتِ رسول ﷺ جنت میں داخلے کا ذریعہ ہے:

④: ((عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: كُلُّ أُمَّتِى يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ اَبٰى . قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ! وَمَنْ يَاْبٰى؟ قَالَ: مَنْ اَطَاعَنِىْ دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ عَصَانِىْ فَقَدْ اَبٰى .)) ❷

سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''میری تمام امت جنت میں جائے گی، مگر جس نے جنت میں جانے سے انکار کر دیا۔'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کون شخص ہے جو جنت میں جانے سے انکار کرتا ہے؟ نبی رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جس نے

❶ صحيح مسلم، كتاب الجمعه، بابُ تخفِيْفِ الصَّلَاةِ وَالْخُطْبَةِ، رقم: 867.

❷ صحيح بخارى، كتاب الاعتصام بالكتاب والسنة، باب الاقتداء بسنن رسول الله، رقم: 770.

میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوگیا، اور جس نے میری نافرمانی کی، پس تحقیق اس نے جنت میں جانے سے انکار کیا۔''

قبولیت عمل کے لیے ضروری ہے کہ وہ سنت رسول ﷺ کے مطابق ہو:

⑤: ((وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ : جَاءَ ثَلَاثَةُ رَهْطٍ إِلَى بُيُوتِ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ ﷺ يَسْأَلُوْنَ عَنْ عِبَادَةِ النَّبِيِّ ﷺ فَلَمَّا أُخْبِرُوا كَأَنَّهُمْ تَقَالُّوهَا فَقَالُوا: وَأَيْنَ نَحْنُ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ قَدْ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَمَا تَأَخَّرَ ، قَالَ أَحَدُهُمْ: أَمَّا أَنَا فَإِنِّي أُصَلِّي اللَّيْلَ أَبَدًا ، وَقَالَ آخَرُ: أَنَا أَصُومُ الدَّهْرَ وَلَا أُفْطِرُ ، وَقَالَ آخَرُ: أَنَا أَعْتَزِلُ النِّسَاءَ فَلَا أَتَزَوَّجُ أَبَدًا فَجَاءَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ إِلَيْهِمْ ، فَقَالَ:أَنْتُمُ الَّذِينَ قُلْتُمْ كَذَا وَكَذَا ، أَمَا وَاللّٰهِ!إِنِّي لَأَخْشَاكُمْ لِلَّهِ وَأَتْقَاكُمْ لَهُ ، لَكِنِّي أَصُومُ وَأُفْطِرُ ، وَأُصَلِّي وَأَرْقُدُ ، وَأَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي .)) ❶

''سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ تین شخص نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور نبی رحمت ﷺ کی عبادت سے متعلق سوال کیا، اور جب انہیں نبی مکرم ﷺ کی عبادت کے متعلق خبر دی گئی تو انہوں نے اس عبادت کو معمولی سمجھا، اور کہا: ہمیں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کیا نسبت ہے، آپ کی تو اللہ نے پہلی پچھلی سب لغزشیں معاف کردی ہیں، ان میں سے ایک نے کہا: میں تو ہمیشہ رات بھر نفل ادا کروں گا۔ دوسرے نے کہا: میں ہمیشہ دن بھر کا روزہ رکھوں گا کبھی افطار نہیں کروں گا۔

❶ صحيح بخارى، كتاب النكاح، باب الترغيب فى النكاح، رقم: 5063.

تیسرے نے کہا: میں عورتوں سے دور رہوں گا کبھی نکاح نہیں کروں گا۔ پس نبی اکرم ﷺ ان کے پاس گئے اور آپ ﷺ نے ان سے پوچھا: تم نے اس اس طرح کی باتیں کی ہیں؟ خبردار، اللہ کی قسم! میں تم میں سب کی نسبت زیادہ اللہ سے زیادہ ڈرنے والا، اور پرہیزگار ہوں، اس کے باوجود روزہ رکھتا ہوں اور کبھی نہیں بھی رکھتا، میں رات کو نوافل ادا کرتا ہوں اور سوتا بھی ہوں، اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں، پس جس نے میری سنت سے اعراض کیا وہ مجھ سے نہیں ہے۔''

اطاعتِ رسول ﷺ میں تمام اختلافی مسائل کا حل ہے:

⑥: ((عَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ رضي الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: مَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ يَرٰى اِخْتِلَافًا كَثِيْرًا، وَاِيَّاكُمْ وَ مُحْدَثَاتِ الْاُمُوْرِ فَاِنَّهَا ضَلَالَةٌ، فَمَنْ اَدْرَكَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ فَعَلَيْهِ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ، عَضُّوْا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ)) [1]

سیّدنا عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''تم میں سے جو میرے بعد زندہ رہے گا وہ بہت سارے اختلاف دیکھے گا۔ تم دین میں نئے کاموں سے بچو، کیوں کہ یہ گمراہی ہے۔ تم میں سے جو اس کو پائے اسے چاہیے کہ میری سنت کو لازم پکڑے، اور ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کے طریقے کو لازم پکڑے، تم اس کو

[1] سنن ترمذی، کتاب العلم، باب ماجاء فی الاخذ بالسنة واجتناب البدعة: 2676۔ محدث البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

دانتوں سے مضبوط پکڑو۔''

تارکِ سنت ملعون ہے:

((وَعَـنْ عَـائِشَةَ قَـالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: سِتَّةٌ لَـعَنْتُهُـمْ وَلَـعَـنَهُمُ اللّٰهُ وَكُلُّ نَبِيٍّ يُجَابُ: اَلزَّائِدُ فِیْ كِتَابِ اللّٰهِ ، ...... وَالتَّارِكُ لِسُنَّتِیْ .))[1]

''اُمّ المومنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: چھ قسم کے لوگ ہیں جن پر میں لعنت بھیجتا ہوں، اللہ تعالیٰ بھی ان پر لعنت فرمائے، اور ہر نبی کی دعا قبول ہوتی ہے۔ (ان چھ میں سے) اللہ کی کتاب میں زیادتی کرنے والا...... اور میری سنت کو ترک کرنے والا ہے۔''

---

[1] سنن ترمذی، رقم: 2154، مستدرك حاكم: 36/1، رقم: 102، المشكوٰة، رقم: 109، علامہ ذہبی نے اسے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

اتباع رسول میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا امتیاز

خلیفہ اوّل بلافصل ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ:

سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا کہ:

((لَسْتُ تَارِكًا شَيْئًا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَعْمَلُ بِهٖ اِلَّا عَمِلْتُ بِهٖ فَإِنِّىْ أَخْشٰى إِنْ تَرَكْتُ شَيْئًا مِنْ أَمْرِهِ أَنْ أَزِيْغَ .)) ❶

''میں کسی ایسے کام کو چھوڑنے کے لیے تیار نہیں ہوں جو رسول اللہ ﷺ کیا کرتے تھے، مگر یہ کہ میں اس پر عمل پیرا رہوں گا کیونکہ میں ڈرتا ہوں کہ اگر میں نے نبی ﷺ کی کسی سنت کو چھوڑ دیا تو میں گمراہ ہو جاؤں گا۔''

امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ:

❶: سیّدنا سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے:

((اَلدِّيَّةُ لِلْعَاقِلَةِ ، وَلَا تَرِثُ الْمَرْأَةُ مِنْ دِيَّةِ زَوْجِهَا شَيْئًا ، حَتّٰى قَالَ لَهُ الضَّحَاكُ بْنُ سُفْيَانَ رضي الله عنه كَتَبَ اِلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَنْ أُوَرِّثَ امْرَأَةَ أَشْيَمَ الضبابِيِّ مِنْ دِيَّةِ زَوْجِهَا فَرَجَعَ عُمَرُ رضي الله عنه .)) ❷

---

❶ صحیح بخاری، کتاب فرض الخمس، رقم: 3093، صحیح مسلم، کتاب الجهاد والسير، رقم: 4582.

❷ سنن ابی داؤد، کتاب الفرائض، رقم: 2927۔ محدث البانی نے اسے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

''دیت صرف والد کے رشتہ داروں کے لیے ہے، لہٰذا بیوی کو اپنے شوہر کی دیت سے کوئی حصہ نہیں ملتا'' سیّدنا ضحاک بن سفیان رضی اللہ عنہ نے (امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ) سے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یہ پیغام لکھوا کر بھجوایا کہ میں اشیم ضبابی کی بیوی کو اس کے شوہر کی دیت سے حصہ دلاؤں، چنانچہ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی رائے سے رجوع کر لیا۔''

2: سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ہاتھ کی انگلیوں کی دیت کے بارے میں فیصلہ یہ کیا کہ انگوٹھے کی دیت پندرہ اونٹ، شہادت والی اور درمیانی انگلی کی دس دس اونٹ، درمیانی انگلی کے ساتھ والی انگلی کی نو اونٹ اور چھنگلی کی چھ اونٹ، مگر جب انھیں یہ علم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آل حزم کی طرف دیت کے بارے میں ایک خط لکھا تھا، جس میں یہ تھا کہ انگلیاں سب برابر ہیں۔ یعنی سب کی برابر برابر دیت ہوگی، تو انھوں نے اپنے فیصلے سے رجوع کیا اور اس حدیث پر عمل کیا۔ [1]

3: اگر کوئی شخص یا عورت کسی حاملہ عورت کو قتل کر دے اور اس کی وجہ سے اس کا بچہ بھی مر جائے تو قاتل پر عورت کو قتل کرنے کی وجہ سے قصاص یا دیت آئے گی مگر اس کے پیٹ میں جو بچہ ہو اس کے مرجانے سے اس پر کیا لازم آئے گا۔ سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں یہ مسئلہ پیش آیا تو انھوں نے مجلس عام میں اس کے بارے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے سوال کیا تو حمل بن مالک رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایسے پیش آنے والے واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنین (حمل) کے بدلے میں ایک غلام دینے کا حکم دیا تھا۔

---

[1] مصنف عبد الرزاق: 384/9، 385.

سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جب اس حدیث کو سنا تو فرمایا: ((لَوْ لَمْ نَسْمَعْ هٰذَا لَقَضَيْنَا بِغَيْرِهٖ......)) ''اگر ہم یہ حدیث نہ سنتے تو کوئی دوسرا فیصلہ کر دیتے۔''❶

❹: سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ حجر اسود کے پاس آئے، اسے بوسہ دیا اور فرمایا: ''میں جانتا ہوں تو ایک پتھر ہے نہ نقصان پہنچا سکتا ہے اور نہ نفع دے سکتا ہے۔ اگر میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ دیکھا ہوتا کہ تمہیں بوسہ دیتے تھے تو میں تمہیں بوسہ نہ دیتا۔''❷

خلیفہ راشد عثمان غنی رضی اللہ عنہ:

آپ انتہائی متبع سنت تھے۔ جناب حمران بن ابان، سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے پانی منگوایا پھر وضو کیا، کلی کی اور اور ناک میں پانی چڑھایا، پھر اپنے چہرے کو تین مرتبہ دھویا اور اپنے دونوں ہاتھوں کو تین تین بار دھویا اور سر کا مسح کیا اور دونوں قدموں کو دھویا، پھر ہنس پڑے پھر اپنے ساتھیوں سے فرمایا: تم مجھ سے دریافت نہیں کرو گے کہ میں کیوں ہنسا ہوں؟ لوگوں نے عرض کیا: امیر المومنین آپ کے ہنسنے کی وجہ کیا ہے؟ فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے تھوڑا سا پانی طلب کیا پھر جیسا میں نے وضو کیا وضو فرمایا، پھر مسکرا دیے، پھر ارشاد فرمایا: تم مجھ سے پوچھتے نہیں کہ میں کیوں ہنسا ہوں؟ صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ کے ہنسنے کی وجہ کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بندہ جب وضو کے لیے پانی طلب کرتا ہے اور پھر اپنا چہرہ دھوتا ہے تو اس کے چہرے سے جو گناہ بھی صادر ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ اسے معاف کر دیتا ہے۔ اور جب اپنے دونوں ہاتھ دھوتا ہے تو اس کے ہاتھ کے گناہ

❶ سنن ابوداؤد، کتاب الدیات، رقم: 457، 4573۔ محدث البانی نے اسے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

❷ صحیح بخاری، کتاب الحج، رقم: 1097، صحیح مسلم، رقم: 127.

اس طرح معاف کر دیتا ہے۔ اور جب مسح کرتا ہے تو سر کے گناہ اس طرح معاف کر دیتا ہے اور جب اپنے دونوں قدموں کو دھوتا ہے تو اس کے قدموں کے گناہ اس طرح معاف کر دیتا ہے۔'' ❶

خلیفۂ رابع سیّدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ:

ایک بار سیّدنا علی کرم اللہ وجہہ سوار ہونے لگے تو رکاب میں بسم اللہ کہہ کر پاؤں رکھا، پشت پر پہنچے تو الحمد للہ کہا، پھر یہ آیات تلاوت کی:

﴿سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَ مَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِیْنَ ۙ۝۱۳ وَ اِنَّاۤ اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ۝۱۴﴾ (الزخرف : 13، 14)

''تمام عیوب و نقائص سے پاک ہے وہ ذات جس نے اسے ہمارے تابع کر دیا ہے، اور ہم اس کی طاقت نہ رکھتے تھے۔ اور ہم بے شک اپنے رب کے پاس ہی لوٹ کر جانے والے ہیں۔''

پھر تین بار الحمد للہ اور تین بار اللہ اکبر کہا۔ اس کے بعد یہ دعا پڑھی:

((سُبْحَانَكَ إِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْلِیْ إِنَّهٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ إِلَّا أَنْتَ .))

''اے اللہ! تو پاک ہے، بے شک میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا ہے، پس تو مجھے معاف کر دے، کیونکہ تیرے علاوہ کوئی گناہوں کو بخشنے والا نہیں۔''

پھر مسکرا دیے، لوگوں نے مسکرانے کی وجہ دریافت کی، بولے: ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان ہی پابندیوں کے ساتھ سوار ہوئے اور اخیر میں مسکرا دیے، میں نے مسکرانے کی وجہ پوچھی تو ارشاد فرمایا: ''جب بندہ علم و یقین کے ساتھ یہ دعا کرتا ہے تو اللہ

❶ صحیح بخاری، کتاب الحج، رقم: 1563.

اس سے خوش ہوتا ہے۔'' ❶

سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما:

❶: اتباع سنت میں تمام صحابہ کرام سے سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بطور خاص ممتاز تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حج کے سفر سے واپس آئے تو مسجد کے دروازے پر ناقہ کو بٹھا کر پہلے دو رکعت نماز پڑھی، پھر گھر تشریف لے گئے۔ اس کے بعد سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بھی یہی معمول اختیار کیا۔ ❷

❷: سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کعبہ کے صرف دونوں یمانی رکنوں یعنی حجر اسود اور رکن یمانی کو چھوتے تھے، سبتی یعنی ایسے جوتے پہنتے تھے جن پر بال نہیں ہوتے، زرد رنگ کا خضاب لگاتے تھے اور لوگ چاند دیکھتے ہی احرام باندھ لیتے تھے، لیکن وہ یوم الترویہ یعنی آٹھویں ذوالحجہ کو احرام باندھتے تھے، جناب عبید بن جریج نے ان سے پوچھا کہ ''صرف آپ ہی کیوں ایسا کرتے ہیں؟ آپ کے اور اصحاب نہیں کرتے، بولے کہ: ''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا ہی کرتے دیکھا ہے اس لیے میں بھی اس کو پسند کرتا ہوں۔'' ❸

سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما:

سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ایک موقع پر فرمایا: قریب ہے کہ تم لوگوں پر آسمان سے پتھر برسیں، میں تمہیں بتاتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اور تم

---

❶ سنن ابوداؤد، کتاب الجهاد، باب ما يقول الرجل اذا ركب، رقم: 2607۔ محدث البانی نے اسے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

❷ صحيح بخارى، كتاب الوضوء، الخ 196، صحيح مسلم، رقم: 1187، سنن ابوداؤد، كتاب الجهاد، رقم: 2782.

❸ سنن ابوداؤد، كتاب المناسك، رقم: 1772.

اس کے مقابلے میں ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے اقوال پیش کرتے ہو۔ ❶

فائدہ: ......نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہوتے ہوئے سیّدنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی بات دین نہ بن سکی، افسوس صد افسوس! تو پھر فقہ حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی اور جعفری اور پیروں، علماء اور مروجہ فرقوں کے طرزِ عمل کو حجت کیسے مانا جا سکتا ہے۔

سیّدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ:

سیّدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا جو رکوع و سجود مکمل طور پر نہیں کر رہا تھا تو آپ نے اس سے کہا:

((مَا صَلَّيْتَ وَلَوْ مُتَّ مُتَّ عَلَى غَيْرِ الْفِطْرَةِ الَّتِىْ فَطَرَ اللّٰهُ مُحَمَّدًا صلی اللہ علیہ وسلم .)) ❷

''تو نے نماز نہیں پڑھی، اگر تو ایسے ہی مر گیا تو اس دین اسلام پر نہیں مرے گا جس فطرت پر اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کیا تھا۔''

❶ بحواله كتاب التوحيد، باب 38، ص: 296.

❷ صحيح بخاری، كتاب الأذان، رقم: 791.

ائمہ اربعہ کی نظر میں اتباعِ سنت کی اہمیت

مصور کھینچ وہ نقشہ جس میں یہ صفائی ہو
ادھر فرمانِ محمدؐ ہو ادھر گردن جھکائی ہو

(1) امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رحمہ اللہ:

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ المتوفی 150ھ ارشادفرماتے ہیں:

1: ((اِذَا صَحَّ الْحَدِیْثُ فَھُوَ مَذْھَبِیْ .)) [1]

''جب حدیث صحیح ثابت ہوجائے تو وہی میرا مذہب ہے۔''

فائدہ:...... امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اس قول کے مطابق لوگوں کو اپنی آراء کی طرف دعوت دینے کی بجائے امام الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی طرف دعوت دے رہے ہیں اور ببانگ دُہل اعلان فرمارہے ہیں کہ میں اہل حدیث ہوں اور صحیح حدیث ہی میرا مذہب ہے۔

2: یہی وجہ ہے کہ جب امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو مسح علی الجوربین کی حدیث مل گئی تو انہوں نے اپنے موقف سے رجوع کرلیا۔ چنانچہ جامع ترمذی میں ہے: صالح بن محمد الترمذی کہتے ہیں: میں نے ابومقاتل سمرقندی سے سنا، وہ کہہ رہے تھے کہ میں امام ابوحنیفہ کے پاس مرض الموت میں گیا، پس انہوں نے پانی منگوایا اور وضو کیا، آپ جرابیں پہنے ہوئے تھے، پس آپ نے جرابوں پر مسح کیا، اور ارشادفرمایا:

[1] ردّ المحتار علی الدر المختار ، لابن عابدین: 68/1 .

((فَعَلْتُ الْيَوْمَ شَيْئًا لَمْ أَكُنْ أَفْعَلُهُ، مَسَحْتُ عَلَى الْجَوْرَبَيْنِ، وَهُمَا غَيْرُ مُنَعَّلَيْنِ .)) ❶

''میں نے آج وہ کام کیا ہے جو پہلے نہیں کرتا تھا، وہ یہ کہ میں نے جرابوں پر مسح کیا ہے۔''

❸: امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اپنے خاص شاگرد قاضی ابویوسف سے فرمایا: میری ہر بات نہ لکھا کرو میری آج ایک رائے ہوتی ہے اور کل بدل جاتی ہے، کل دوسری رائے ہوتی ہے، تو پھر پرسوں وہ بھی بدل جاتی ہے۔ ❷

❹: امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا ایک قول اس طرح ہے کہ؛

((اِذَا قُلْتُ قَوْلاً يُخَالِفُ كِتَابَ اللّٰهِ وَخَبَرَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاتْرُكُوْا قَوْلِيْ .)) ❸

'' جب میں کوئی ایسی بات کہوں جو کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کے خلاف ہو تو میری بات کو چھوڑ دو۔''

❺: امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے ببانگ دہل فرمایا:

((لَا يَحِلُّ لِاَحَدٍ اَنْ يَاخُذَ بِقَوْلِنَا مَا لَمْ يَعْلَمْ مِنْ اَيْنَ اَخَذْنَاهُ))❹

''کسی شخص کے لیے حلال نہیں کہ وہ ہماری بات کو لے۔ جب تک کہ اسے

---

❶ سنن ترمذی، کتاب الصلوٰۃ، رقم : 99۔ محدث البانی رحمہ اللہ نے اس قول کو ''صحیح'' کہا ہے۔

❷ تاریخ یحییٰ بن معین روایة الدوری : 607/2.

❸ ایقاظ همم أولی الابصار، ص: 50.

❹ الانتقاء فی فضائل الثلاثة الائمة الفقهاء، ص: 145، البحر الرائق: 293/6، تاریخ یحیٰی بن معین بحواله صفة صلاة النبی صلی اللّٰه علیه وسلم، ص: 46.

یہ معلوم نہ ہو جائے کہ یہ بات ہم نے کہاں سے لی ہے؟''

6: امام رحمہ اللہ جب کوئی فتویٰ دیتے تو یہ بھی فرمایا کرتے تھے:

''یہ نعمان بن ثابت کی رائے ہے اور یہ بہترین بات ہے، جو ہم کہنے کی قدرت رکھتے تھے البتہ جو اس سے بھی بہتر بات لے آئے، تو اس کی بات صواب (درست) کہلائے جانے کی زیادہ حق دار ہے۔'' [1]

(2) امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ:

امام دار الہجرۃ رحمہ اللہ استنباطِ احکام کے لیے سب سے پہلے قرآن کریم اور پھر حدیث مبارکہ کی طرف رجوع کرتے۔ آپ کے نزدیک اہل مدینہ اور سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کا عمل بالخصوص بہت اہمیت رکھتا تھا حتیٰ کہ جو حدیث میں کوئی مسئلہ نہ ملتا تو اجتہاد و قیاس سے کام لیتے۔ آپ مصالح مرسلہ کو بھی معتبر سمجھتے تھے، جیسا کہ احناف استحسان کو معتبر سمجھتے ہیں۔ امام مالک منصوص قرآنی آیات سے قیاس کرتے تھے اور احادیث سے جو احکام ثابت ہیں، ان پر بھی قیاس کرتے تھے۔ [2]

1: چنانچہ امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ اُخْطِیءُ وَاُصِیْبُ، فَانْظُرُوْا فِیْ رَاْیِیْ، فَکُلُّ مَـا وَافَقَ الْکِتَابَ وَالسُّنَّۃَ فَخُذُوْہُ، وَکُلُّ مَا یُخَالِفُ الْکِتَابَ وَالسُّنَّۃَ فَاتْرُکُوْہُ.)) [3]

''یقیناً میں ایک انسان ہوں، میری بات غلط بھی ہو سکتی ہے اور صحیح بھی، لہٰذا

[1] حجة الله البالغة: 157/1.

[2] امام مالك/ ابو زهره.

[3] الـجامع لابن عبدالبر: 32/2، أصـول الاحكام لابن حزم: 149/6 الايقاظ، ص: 72، صفة صلاة النبى للألبانى، ص: 48.

میری رائے میں نظر دوڑاؤ، اور جو بات تمہیں کتاب وسنت کے موافق لگے، اسے لے لو، اور جو کتاب وسنت کے مخالف ہو اسے ترک کر دو۔''

2: امام مالک رحمہ اللہ ایک اور مقام پر ارشاد فرماتے ہیں:

((لَيْسَ اَحَدٌ بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا وَيُؤْخَذُ مِنْ قَوْلِهٖ وَيُتْرَكُ ، اِلَّا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .)) [1]

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ ہر شخص کی بات قبول بھی کی جاسکتی ہے اور ردّ بھی کی جاسکتی ہے، مگر امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کو قبول ہی کیا جائے گا۔ ردّ نہیں کیا جاسکتا۔''

3: امام مالک رحمہ اللہ کے شاگرد عبداللہ بن وہب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک مجلس میں سنا: امام مالک رحمہ اللہ سے دورانِ وضوء پاؤں کی انگلیوں کے خلال سے متعلق سوال کیا گیا، تو انہوں نے جواب دیا کہ اہل مدینہ کا اس پر عمل نہیں ہے۔ عبداللہ بن وہب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں نے امام مالک سے اس وقت بات نہ کی۔ جب لوگ چلے گئے تو میں نے آپ سے کہا: ہمارے پاس اس مسئلہ میں ایک سنت ہے۔ تو یہ سن کر انہوں نے کہا، وہ کون سی سنت ہے؟ تو میں نے لیث بن سعد اور عبداللہ بن لھیعہ اور عمرو بن حارث اور یزید بن عمرو المعافری از اُبو عبدالرحمٰن کے طریق سے سند بیان کی کہ صحابی رسول مستورد بن شداد القرشی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَدْلُكُ خِنْصَرَهٗ مَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ . فَقَالَ: اِنَّ هٰذَا الْحَدِيْثَ حَسَنٌ ، وَمَا سَمِعْتُ بِهٖ قَطُّ اِلَّا

[1] ارشاد السالك، لابن عبدالهادی : 227/1، صفة صلاة النبی ﷺ، ص: 49.

السَّاعَة . ثُمَّ سَمِعْتُهُ بَعْدَ ذٰلِكَ يُسْاَلُ ، فَيَاْمُرُ بِتَخْلِيْلِ الْاَصَابِعِ .)) ❶

''میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ وہ اپنے ہاتھ کی سب سے چھوٹی انگلی سے پاؤں کی انگلیوں کا خلال کرتے تھے۔ تو امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا: بے شک یہ حدیث حسن ہے، اور میں نے آج سے پہلے یہ حدیث نہیں سنی۔ جناب عبداللہ بن وہب فرماتے ہیں: پھر اس کے بعد جب بھی آپ سے یہ مسئلہ پوچھا گیا، تو میں نے انہیں انگلیوں کے خلال کرنے کا فتویٰ دیتے سنا۔''

(3) امام محمد بن ادریس شافعی رحمہ اللہ:

❶: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

((اَجْمَعَ الْمُسْلِمُوْنَ عَلَى مَنِ اسْتَبَانَ لَهُ سُنَّةٌ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ لَمْ يَحِلُّ لَهُ اَنْ يَدَعَهَا لِقَوْلِ اَحَدٍ .)) ❷

'' مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ جس کسی کے لیے رسول مقبول ﷺ کی سنت واضح ہوجائے تو اس کے لیے حلال نہیں کہ اسے کسی دوسرے کی رائے کی وجہ سے چھوڑ دے۔''

❷: مزید فرماتے ہیں:

((اِذَا وَجَدْتُّمْ فِىْ كِتَابِىْ خِلَافَ سُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقُوْلُوْا بِسُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ ، وَدَعُوْا مَا قُلْتُ .)) ❸

❶ الجرح والتعديل، لابن ابی حاتم: 31/1- 32- امام مالک نے اسے ''حسن'' قرار دیا ہے۔

❷ الايقاظ، ص: 68. ❸ تاريخ مدينه دمشق: 386/51.

'' جب تم میری کتاب میں کوئی خلاف سنت بات دیکھو تو تم رسول کریم ﷺ کی سنت کو اختیار کرو، اور میری بات کو چھوڑ دو۔''

ایک اور روایت میں ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ نے ارشاد فرمایا:

((اِذَا وَجَدْتُّمْ سُنَّةً فَاتَّبِعُوْهَا وَلَا تَلْتَفِتُوْا اِلٰی قَوْلِ اَحَدٍ .))❶

''جب تم کوئی سنت پاؤ تو اس کی پیروی کرو اور کسی کے بھی قول کی طرف نہ دیکھو۔''

❸: ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

((اِذَا صَحَّ الْحَدِيْثُ فَهُوَ مَذْهَبِیْ .)) ❷

''جب حدیث صحیح ثابت ہو جائے، پس وہی میرا مذہب ہے۔''

❹: امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام شافعی رحمہ اللہ نے ایک دن مجھ سے کہا:

'' تمہارے پاس حدیث اور اسماء الرجال کا علم مجھ سے زیادہ ہے۔ پس جب بھی کوئی صحیح حدیث ملے تو مجھے بتاؤ، خواہ وہ حدیث کوفی، بصری یا شامی ہو، تاکہ میں اسے اپنا مذہب قرار دوں۔''❸

❺: اسی طرح امام شافعی رحمہ اللہ کا ایک اور عظیم الشان فرمان ہے کہ؛

''جب میں کوئی صحیح حدیث بیان کروں اس پر عمل نہ کروں تو میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ اس وقت میری عقل زائل ہو چکی ہوگی۔''❹

---

❶ تاریخ مدینه دمشق: 386/51، حلية اولياء: 114/9.

❷ المجموع شرح المذهب: 104/1.

❸ تاریخ مدینه دمشق: 386/51.

❹ تاريخ مدينة دمشق: 386/51.

6: امام شافعی رحمہ اللہ کی حدیث سے بہت زیادہ محبت تھی۔امام اہل السنۃ احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے:

((مَا رَأَيْتُ اَحَدًا اَتْبَعَ لِلْحَدِيْثِ مِنَ الشَّافِعِيِّ .)) 1

''میں نے امام شافعی رحمہ اللہ سے زیادہ متبع حدیث کسی کو بھی نہیں پایا۔''

7: امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا:

''إِذَا اصَحَّ الْحَدِيْثُ وَقُلْتُ قَوْلًا فَاَنَا رَاجِعٌ عَنْ قَوْلِيْ وَقَائِلٌ بِذَلِكَ .'' 2

''میری جو بات صحیح حدیث کے خلاف ہو، میں اس سے رجوع کرتا ہوں۔''

8: اسی طرح حرملہ بن یحییٰ فرماتے ہیں کہ میں نے امام شافعی رحمہ اللہ کو یہ فرماتے سنا؛ ''مجھے بغداد میں ناصر الحدیث کا لقب دیا گیا ہے۔'' یعنی حدیث کی مدد کرنے والا۔ 3

9: ابن مفلح حنبلی فرماتے ہیں، امام شافعی رحمہ اللہ کے شاگرد بویطی رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ میں نے امام رحمہ اللہ کو فرماتے ہوئے سنا: ''میں نے ان کتابوں کی تالیف کی ہے اور اس میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، پھر بھی ان میں غلطی کا امکان ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا ۝۸۲ ﴾

(النساء: 82)

''اور اگر وہ (قرآن) غیر اللہ کی طرف سے ہوتا تو لوگ اس میں بہت

---

1 حلية اولياء: 114/9 .

2 حلية الأولياء : 107/9 ، إعلام الموقعين : 363/2 بمعناه .

3 حلية اولياء: 114/9 .

اختلاف دیکھتے۔''

اس لیے میری ان کتابوں میں کتاب وسنت کے خلاف کچھ بھی دیکھو تو میں اس سے رجوع کرتا ہوں۔'' ❶

⑩: امام شافعی رحمہ اللہ سے آپ کے شاگرد نے پوچھا، اگر آپ کا قول حدیث کے خلاف آ جائے اور اس حدیث پر آپ کا عمل بھی ثابت نہ ہو تو پھر ہم کیا کریں؟ امام رحمہ اللہ کے رونگٹے کھڑے ہو گئے اور شاگرد سے کہنے لگے: ''کیا تو مجھے گرجا گھر کی پیداوار سمجھتا ہے؟ کیا میں عیسائی ہوں؟ مجھے مسلمان نہیں سمجھتا؟ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کو میں نہ مانوں؟ اگر ایسا ثابت ہو جائے کہ حدیث کے خلاف میرا قول ہے تو تم کو اختیار ہے کہ اعلان کر دینا کہ شافعی پاگل ہے۔'' ❷

یعنی امام شافعی رحمہ اللہ نے یہ کہہ کر اپنے آپ کو اس قول سے بری الذمہ قرار دے دیا جو آپ نے حدیث معلوم نہ ہونے کی صورت میں دیا ہو۔

⑪: امام شافعی رحمہ اللہ سے نماز میں رفع الیدین کرنے کے بارے میں استفسار کیا گیا تو آپ نے فرمایا: نماز شروع کرتے وقت کندھوں تک دونوں ہاتھ اٹھائے جائیں، رکوع کرتے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت بھی رفع الیدین کریں البتہ سجدے میں جاتے ہوئے نہ کریں۔ یہ جواب سن کر سائل ربیع نے پوچھا کہ اس کی دلیل کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے حدیث اسی طرح بیان فرمائی ہے۔ ربیع نے کہا: ہم تو یہ کہتے ہیں کہ نماز شروع کرتے وقت رفع

❶ الآداب الشرعیه: 154/3 .

❷ آئمه اربعه، از محمد ایوب سپرا، ص: 108 .

الیدین کیا جائے، پھر نہ کیا جائے۔ امام رحمہ اللہ نے فرمایا سنو! ہم نے امام مالک رحمہ اللہ سے سنا، انہوں نے امام نافع رحمہ اللہ سے، وہ کہتے ہیں کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب نماز شروع کرتے تو رفع الیدین کرتے، کندھوں تک ہاتھ اٹھاتے اور جب رکوع میں جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے تو اسی طرح رفع الیدین کرتے۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ امام مالک رحمہ اللہ اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نماز شروع کرتے وقت اور رکوع سے اٹھاتے وقت رفع الیدین کیا کرتے تھے۔ لیکن افسوس ہے کہ تم لوگ نہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی بات مانتے ہو نہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ حالانکہ جو روایت کرتے ہو، اس میں موجود ہے کہ ابتداء میں بھی رفع الیدین کیا اور رکوع سے اٹھتے ہوئے بھی رفع الیدین کیا۔ کیا کسی کے لیے یہ جائز ہے کہ فعلِ رسول کو کسی صحابی کی رائے سے چھوڑے؟ کبھی تو ابن عمر رضی اللہ عنہما کے قول کو اتنا بڑھانا کہ اس پر اور کئی چیزوں کو قیاس کرنے لگنا، کہیں اتنا گھٹانا کہ نہ صرف قول ابن عمر بلکہ ان کی بیان کردہ مرفوع حدیث کو بھی چھوڑ دینا۔ کیا کسی کے لیے جائز ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرے کہ آپ نے دو یا تین مرتبہ رفع الیدین کیا اور اس میں یہ بھی مروی ہو کہ دو دفعہ کیا، پھر کیا وجہ ہے کہ ایک کو تو لے لیں اور دوسری کو چھوڑ دیں؟ کیا کسی کے لیے جائز ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو عمل کیا ہو، اسے چھوڑ دے اور جو آپ نے چھوڑا ہو، اسے لے لے؟ کیا کسی کے لیے جائز ہے کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت آئی ہو، اسے ترک کر دے؟''

ربیع نے پھر اعتراض کیا کہ ہمارے صاحب فرماتے ہیں کہ آخر رفع الیدین سے مطلب کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی اتباع ہے اور

جواب سنو! جو پہلی تکبیر کے وقت رفع الیدین کرنے کا مطلب ہے، وہی رکوع سے پہلے رفع الیدین کا اور رکوع کے بعد رفع الیدین کا مطلب ہے۔تم خود ہی تو ان تینوں اور ان دونوں جگہ میں رفع الیدین کرنے کی روایت کرتے ہو۔ پھر خود رسول اللہ ﷺ اور اس حدیث کے راوی ابن عمر رضی اللہ عنہما کے خلاف عمل کرتے ہو۔ سنو! یہ سنت تو وہ ہے جس کے راوی تیرہ یا چودہ صحابی ہیں۔(رضی اللہ عنہم) اس حدیث کی سندیں بکثرت ہیں۔ جو شخص رکوع کے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع الیدین نہیں کرتا، وہ تارک سنتِ نبوی ہے۔'' ❶

(4) امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ:

نہ لو قولِ ائمہ گر حدیثوں سے ہو متصادم
امامانِ شریعت کی یہی ہم کو وصیت ہے!

❶: امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((مَنْ رَدَّ حَدِيْثَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَهُوَ عَلَى شَفَا هَلَكَةٍ .)) ❷

''جس نے بھی رسول اللہ ﷺ کی حدیث مبارک کو ردّ کیا تو وہ شخص ہلاکت کے دھانے پر ہے۔''

❷: ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

((رَأْيُ الْاَوْزَاعِيْ ، وَرَأْيُ مَالِكٍ ، وَرَأْيُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ كُلُّهُ رَأْيٌ ، وَهُوَ عِنْدِيْ سَوَاءٌ وَاِنَّمَا الْحُجَّةُ فِيْ الْآثَارِ .)) ❸

''امام اوزاعی، امام مالک اور امام ابوحنیفہ رحمہم اللہ کی رائے تو رائے ہی ہے۔

❶ آئمہ اربعہ، از محمد ایوب سپرا، ص: 109 .

❷ صفة صلاة النبی ﷺ، ص : 53 .

❸ جامع بيان العلم، لابن عبد البر: 149/2 .

میرے نزدیک ان کا درجہ حجت نہ ہونے میں برابر ہے۔ دلیل و حجت تو صرف احادیث و آثار ہیں۔''

3: امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے ارشاد فرمایا کہ:

''جو شخص اسلام اور سنت پر فوت ہوا تو اس کا خاتمہ کامل خیر پر ہوا۔''[1]

سبحان اللہ! آج لوگ ان کی تقلید کو اتباع رسول مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ترجیح دے رہے ہیں اور امت مسلمہ کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے رکھ دیا ہے۔ لہٰذا یہ لوگ امت مسلمہ کے فراق، انتشار اور باہمی جنگ و جدال کے ذمہ دار ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت کی توفیق بخشے۔

4: امام احمد رحمہ اللہ نے اصول السنہ، اصول رقم: 48 میں فرمایا کہ جو احادیث صحیح و محفوظ ہیں ہم انہیں تسلیم کرتے ہیں اگرچہ ہم اس کی تفسیر نہ بھی جانتے ہوں یا اس کے خلاف کلام یا جدال نہیں کرتے اور ان کی تفسیر نہیں کرتے مگر اسی طرح جیسے یہ بیان ہوئی ہیں اور اسے اس کے سب سے برحق مفہوم کی طرف پھیرتے ہیں۔

---

[1] مناقب احمد، ص: 180.

باب 2

دین اسلام میں بدعت کی مذمت

بدعت کی تعریف اور اس کی مذمت کے بیان کے لیے پر انتہائی ضروری تھا کہ اس کی ضد ''سنت'' کی تعریف اور اس کی اہمیت و فضیلت کو بیان کیا جائے۔ قاعدہ ہے "یَعْرِفُ الْاَشْیَاءُ بِاَضْدَادِھَا" ''کسی بھی چیز کی اصل معرفت اس کی ضد کی پہچان سے ہوتی ہے۔'' چنانچہ سنت کی اہمیت وفضیلت بیان کرنے سے بدعت کی مذمت ہو گئی۔ اب ذیل کی سطور میں بدعت کی تعریف اور اس کی مذمت کو بیان کیا جائے گا۔

(1) بدعت کی لغوی تعریف:

علامہ مجد الدین یعقوب بن محمد فیروز آبادی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

"بِدْعَةٌ بِالْكَسْرِ: اَلْحَدْثُ فِی الدِّیْنِ بَعْدَ الْاِكْمَالِ اَوْ مَا اسْتُحْدِثَ بَعْدَ النَّبِیِّ مِنَ الْاَهْوَاءِ وَالْاَعْمَالِ." ❶

''بدعت: باء کے کسرہ کے ساتھ: ایسی چیز جو تکمیل دین کے بعد نکالی جائے یا وہ چیز جو رسول اللہ ﷺ کے بعد خواہشات و اعمال کی صورت میں پیدا کی جائے۔''

علامہ محمد بن ابی بکر الرازی فرماتے ہیں:

"اَلْبِدْعَةُ: اَلْحَدِیْثُ فِی الدِّیْنِ بَعْدَ الْاِكْمَالِ." ❷

''بدعت: تکمیل دین کے بعد کسی چیز کو دین میں نیا ایجاد کرنا ہے۔''

❶ القاموس المحيط: 3/3.

❷ مختار الصحاح ، ص: 44.

ابواسحٰق الشاطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اصل مادہ اس کا بدع'' ہے۔جس کا مفہوم ہے، بغیر کسی نمونے کے چیز کا ایجاد کرنا اور اسی سے اللہ کا فرمان ہے: ﴿بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ﴾ یعنی ''آسمانوں اور زمین کو کسی سابقہ نمونے کے بغیر بنانے والا۔''

اللہ تعالیٰ کا مزید فرمان ہے:

﴿قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ﴾ (الاحقاف : 9)

''آپ کہہ دیں! میں اللہ کی طرف سے رسالت لے کر آنے والا پہلا نیا آدمی نہیں ہوں بلکہ مجھ سے پہلے بھی بہت رسول آ چکے ہیں۔''

''اسی طرح جب کہا جاتا ہے!''اِبْتَدَعَ فُلَانٌ بِدْعَةً '' یعنی''اس نے ایسا طریقہ شروع کیا جس کی طرف پہلے کسی نے سبقت نہیں کی۔''[1]

ان ائمہ لغات کی توضیحات سے معلوم ہوا کہ بدعت کا مفہوم یہ ہے کہ کسی ایسی چیز کو ایجاد کرنا جس کی مثال یا نمونہ پہلے موجود نہ ہو۔

(2) بدعت کی اصطلاحی تعریف:

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ رقمطراز ہیں کہ ﴿بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ﴾ کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کو کسی سابقہ مثال اور نمونے کے بغیر پیدا کرنے والا ہے اور یہی لغوی تقاضا ہے۔اس لیے کہ لغت میں ہر نئی چیز کو بدعت کہتے ہیں اور بدعت کی دو اقسام ہیں:

① : بدعت شرعی: جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:''ہر نئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔''

---

[1] الاعتصام ، الباب الاول : 36/1 .

②: **بدعت لغوی:** جیسے امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کے جمع ہو کر تراویح پڑھنے کے متعلق فرمایا کہ یہ کیا ہی اچھی بدعت ہے۔'' ❶

امام عبدالرحمٰن بن شباب المعروف ابن رجب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

" وَالْـمُـرَادُ بِالْبِدْعَةِ: مِمَّا لَا اَصْلَ لَهُ فِي الشَّرِيْعَةِ يَدُلُّ عَلَيْهِ فَـاَمَّـا مَـا كَـانَ لَـهُ اَصْلٌ مِنَ الشَّرْعِ يَدُلُّ عَلَيْهِ فَلَيْسَ بِبِدْعَةٍ شَرْعًا وَاِنْ كَانَ بِدْعَةٌ لَغْةً ." ❷

''بدعت سے مراد وہ نو ایجاد چیز جس کی شریعت میں کوئی اصل نہ ہو جو اس پر دلالت کرتے۔ بہر کیف جس کی شریعت میں کوئی اصل ہو جو اس پر دلالت کرے تو وہ شرعی بدعت نہیں اگرچہ وہ لغت کے اعتبار سے بدعت ہو۔''

مولوی عبدالغنی خان حنفی اپنی کتاب "الجنة لأهل السنة " ص: 161 میں "البحر الرائق " اور "در مختار " کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ:

''بدعت وہ چیز ہے جو ایسے حق کے خلاف ایجاد کی گئی ہو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اخذ کیا گیا ہو۔ علم، عمل یا حال اور کسی شبہ کی بنیاد پر اسے اچھا سمجھ کر دین قویم اور صراط مستقیم بنالیا گیا ہو۔''

ان ائمہ اور حنفی اکابر کی توضیحات سے معلوم ہوا کہ ہر وہ نیا کام جسے ثواب و عبادت سمجھ کر دین میں داخل کرلیا گیا ہو وہ بدعت ہے۔

---

❶ تفسیر ابن کثیر: 348/1، بتحقیق عبد الرزاق المهدی۔ تفسیر سورة البقرة آیت : 117 .

❷ جامع العلوم والحكم : 127/2 .

لفظ "کل" عموم پر دلالت کرتا ہے، جس طرح كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ کا مطلب یہ ہے کہ "ہر نفس کو موت آئے گی" اسی طرح کل بدعة ضلالة "دین میں ہر بدعت گمراہی ہے" یہ کہنا کہ بدعتِ حسنہ بھی ہوتی ہے بات غلط ہے، اس لیے کہ اگر کوئی کہے کہ شرکِ حسنہ اور کفر حسنہ بھی ہوتا ہے تو پھر اس کا جواب کیا ہوگا؟

قرآن کریم کی روشنی میں بدعت کی مذمت

اللہ تعالیٰ نے علمائے یہود کے لیے وعید کا ذکر فرمایا کہ جو تورات کی آیات اور اس کے احکام کو دنیا کی حقیر متاع کی خاطر بدل دیتے تھے اور تحریف کردہ کلام کے بارے میں لوگوں کو باور کراتے تھے کہ یہ کلام اللہ ہے۔ اور اپنی حرکتوں کی وجہ سے ناجائز طور پر لوگوں پر دو قسم کا ظلم کرتے تھے، ان کا دین بدل دیتے تھے، اور ان کا مال بھی ناجائز طور پر کھا جاتے تھے:

①: ﴿فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ ۙ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لِيَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۭ فَوَيْلٌ لَّھُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ اَيْدِيْهِمْ وَوَيْلٌ لَّھُمْ مِّمَّا يَكْسِبُوْنَ ؀﴾ (البقرہ: 79)

''پس خرابی ہے ان لوگوں کے لیے جو اپنے ہاتھ سے کتاب لکھ لیتے ہیں، پھر کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے، تاکہ اس کے بدلے کچھ مال حاصل کریں، پس ان کے لیے خرابی ہے، اپنے ہاتھوں سے لکھی ہوئی (کتاب) کے سبب، ان کے لیے خرابی ہے ان کی اپنی کمائی کے سبب۔''

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگرچہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ان یہود علماء کی مذمت کی ہے جو تورات کی آیات کو بدل دیتے تھے، لیکن دین اسلام آنے کے بعد ان لوگوں کو بھی شامل ہے جو بدعتوں کو صحیح ثابت کرنے کے لیے قرآن و سنت میں تحریف کرتے ہیں۔ اس میں ان یہود کی مذمت کی گئی ہے جو تورات کا علم نہیں

رکھتے تھے، صرف ان کے پاس چند بے بنیاد تمنائیں تھیں، اور اب اس میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جو قرآن کریم میں غور وفکر نہیں کرتے صرف حروف کی تلاوت کرتے ہیں، اور وہ لوگ بھی شامل ہیں جو دنیاوی مقاصد حاصل کرنے کے لیے قرآن کریم کے خلاف کوئی دوسری بات اپنے ہاتھ سے لکھ کر لوگوں میں رائج کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی شریعت اور اللہ کا دین ہے۔ اور وہ لوگ بھی شامل ہیں جو قرآن وسنت کو چھپاتے ہیں، تا کہ ان کا مخالف حق بات پر ان سے استدلال نہ کرے۔

② ﴿وَ اَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَ لَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِیْلِهٖ ؕ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝۱۵۳﴾ (الانعام: 151)

''اور بے شک یہی میری سیدھی راہ ہے، پس تم لوگ اسی کی پیروی کرو، اور دوسرے طریقوں پر نہ چلو جو تمھیں اس کی (سیدھی) راہ سے الگ کر دیں، اللہ نے تمھیں ان باتوں کا حکم دیا ہے، تا کہ تم تقویٰ کی راہ اختیار کرو۔''

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ رقمطراز ہیں: کہ اس آیت میں اسلام کے لیے لفظ ''سبیل'' مفرد آیا ہے اور دیگر مذاہب اور فرقوں کے لیے ''سبل'' جمع آیا ہے۔ اس لیے کہ حق ایک ہے، اور تقلیدی مذاہب اور عقائد کے فرقے متعدد اور گوناگوں ہیں۔ [1]

ابن عطیہ کہتے ہیں کہ "سبـــل" کا لفظ یہودیت، نصرانیت، مجوسیت اور دیگر تمام حلقوں، بدعتوں اور گمراہیوں کو شامل ہے جنھیں اہل ہوا و ہوس نے پیدا کیا ہے، اسی طرح علم کلام کے وہ تمام فرقے اس لپیٹ میں آجاتے ہیں جو خواہ مخواہ کی تفصیلات میں داخل ہوتے ہیں۔

قتادہ رحمہ اللہ کہتے ہیں، جان لو کہ راستہ صرف ایک ہے، اور اہل ہدایت کی جماعت

[1] تفسیر ابن کثیر، تحت الآیة.

اور اس کا انجام جنت ہے، اور ابلیس نے مختلف راستے پیدا کر دیے ہیں جو گمراہوں کی جماعتیں ہیں اور ان کا انجام جہنم ہے۔

یہ آیت دلیل ہے اس بات کہ اُمت اسلامیہ کا اتحاد صرف ایک ہی صورت میں وجود میں آ سکتا ہے کہ وہ سارے فرقوں اور مذاہب کو چھوڑ کر صرف صحیح اسلام کی متبع بن جائے، جو صرف قرآن و حدیث کا نام ہے۔ اس کے بغیر اہل اسلام کا متحد ہونا محال ہے جیسا کہ امام مالک رحمہ اللہ کا قول ہے کہ یہ اُمت کسی بھی زمانے میں اسی راہ پر چل کر اصلاح پذیر ہوسکتی ہے، جسے اپنا کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اصلاح پذیر ہوئے۔

③: ﴿قُلْ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ ﴾ (یونس:69)

''آپ کہہ دیجیے کہ بے شک جو لوگ اللہ پر جھوٹ بہتان باندھتے ہیں وہ کامیاب نہیں ہوں گے۔''

بدعت افترا علی اللّٰہ اور افترا علی الرسول ﷺ کے مترادف ہے۔ بدعتی کبھی بھی کامیاب نہیں ہوسکتا، اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

④: ﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ۭ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ﴾ (الاحزاب:36)

''اور جب اللہ اور اس کا رسول کسی معاملے میں فیصلہ کر دے، تو کسی مسلمان مرد اور عورت کے لیے اس بارے میں کوئی اور فیصلہ قبول کرنے کا اختیار باقی نہیں رہتا، اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا وہ کھلی گمراہی میں مبتلا ہو جائے گا۔''

کسی بھی معاملے میں اللہ اور اس کے رسول کا حکم صادر ہو جائے تو کسی مومن مرد یا عورت کے لیے یہ اختیار باقی نہیں رہتا کہ اس کی مخالفت کرے اور اپنی یا کسی اور کی رائے پر عمل کرے، اس لیے کہ ایسا کرنا اللہ اور اس کے رسول کی سراسر نافرمانی اور کھلم کھلا گمراہی ہوگی۔

⑤: ﴿ فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَ يُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴾ (النساء : 65)

''آپ کے ربّ کی قسم! وہ لوگ مومن نہیں ہو سکتے جب تک آپ کو اپنے اختلافی امور میں اپنا فیصل نہ مان لیں، پھر آپ کے فیصلہ کے بارے میں اپنے دلوں میں کوئی تکلیف نہ محسوس کریں اور پورے طور سے تسلیم کر لیں۔''

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں: کہ اس آیت میں مذکور حکم تمام امور کو شامل ہے یعنی کسی بھی معاملے میں جب اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم صادر ہو جائے، تو کسی کے لیے بھی اس کی مخالفت جائز نہیں ہے، اور نہ کسی کے قول یا رائے کی کوئی حیثیت باقی رہ جاتی ہے۔ [1]

⑥: ﴿ اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْۢ بِهِ اللّٰهُ ؕ وَ لَوْ لَا كَلِمَةُ الْفَصْلِ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ؕ وَ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾

(الشوریٰ : 21)

''کیا ان کے ایسے شرکاء ہیں جنھوں نے ان کے لیے ایسا دین مقرر کر دیا ہے جس کی اللہ نے اجازت نہیں دی ہے، اور اگر اللہ کی جانب سے یہ بات طے نہ ہوگئی ہوتی (کہ ان کا فیصلہ قیامت کے دن ہوگا) تو اس دنیا

---

[1] تفسير ابن كثير ، تحت الآية .

میں ہی اُن کے درمیان فیصلہ کردیا جاتا، اور بے شک ظالموں کے لیے دردناک عذاب ہے۔''

مفسرین لکھتے ہیں کہ اس آیت کریمہ میں شرک باللہ کا شدید انکار اور مشرکین کے خلاف اللہ تعالیٰ کے غیظ وغضب کا اعلان ہے۔ اسی لیے اس کے بعد کہا گیا ہے کہ اگر یہ فیصلہ نہ ہوچکا ہوتا کہ ان کی سزا قیامت کے دن کے لیے مؤخر کردی گئی ہے، تو ان کے جرم کا تقاضا تو یہ تھا کہ انھیں فوراً ہلاک کردیا جاتا، اور ایسے ظالموں کو قیامت کے دن دردناک عذاب دیا جائے گا۔ ❶

⑦: ﴿وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ الْكَذِبَ وَ هُوَ يُدْعٰۤى اِلَى الْاِسْلَامِ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝﴾ (الصف : 7)

''اور اس سے بڑا ظالم کون ہوگا جو اللہ کے خلاف جھوٹ باندھے، حالانکہ اسے اسلام کی دعوت دی جارہی ہو، اور اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔''

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو اسلام جیسا دین برحق دے کر دُنیا میں بھیجا، جس نے حق و باطل کو واضح کردیا ہے، اب اگر کوئی اس سے آنکھ بند کرلے اور اللہ تعالیٰ پر افترا پردازی کرے تو اس سے بڑا ظالم کون ہوگا، جیسا کہ مشرکین قریش کا حال تھا کہ وہ اللہ کے لیے بیٹا اور شریک ٹھہراتے، اور اس کی حرام کردہ چیزوں کو حلال، اور حلال چیزوں کو حرام بناتے، اور کہتے کہ اگر اللہ کی مرضی نہ ہوتی تو پھر ہم بتوں کی پرستش نہ کرتے۔

دل کے پھپھولے جل اٹھے سینے کے داغ سے
اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

❶ تیسر الرحمن، ص: 1359.

سنت رسول ﷺ کی روشنی میں بدعت کی مذمت

بدعت، سنت کی ضد ہے، بدعت دین میں اضافہ کا نام ہے، جس سے قرآن و سنت میں انتہائی سخت الفاظ میں منع کیا گیا ہے۔

①: چنانچہ سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:
((اِذَا حَدَّثْتُكُمْ حَدِيْثًا فَلَا تَزِيْدُنَّ عَلَيْهِ)) ❶
''جب میں تمھیں کوئی بات بیان کروں تو تم اس پر اضافہ ہرگز نہ کرنا۔''

②: ((عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رضی اللہ عنہما قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: اِذَا أَتَيْتَ مَضْجَعَكَ، فَتَوَضَّأْ وُضُوئَكَ لِلصَّلَاةِ، ثُمَّ اضْطَجِعْ عَلٰى شِقِّكَ الْاَيْمَنِ، ثُمَّ قُلْ: اَللّٰهُمَّ أَسْلَمْتُ وَجهِيْ اِلَيْكَ، وَفَوَّضْتُ أَمْرِيْ اِلَيْكَ، وَأَلْجَأْتُ ظَهْرِيْ اِلَيْكَ، رَغْبَةً وَرَهْبَةً اِلَيْكَ، لَا مَلْجَأَ وَلَا مَنْجَأَ مِنْكَ اِلَّا اِلَيْكَ، اَللّٰهُمَّ آمَنْتُ بِكِتَابِ الَّذِيْ أَنْزَلْتَ، وَنَبِيِّكَ الَّذِيْ أَرْسَلْتَ. فَاِنْ مُتَّ مِنْ لَيْلَتِكَ، فَأَنْتَ عَلَى الْفِطْرَةِ، وَاجْعَلْهُنَّ آخِرَ مَا تُكَلِّمَ بِهٖ. قَالَ: فَرَدَدْتُهَا عَلَى النَّبِيِّ ﷺ، فَلَمَّا بَلَغْتُ: اَللّٰهُمَّ آمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِيْ أَنْزَلْتَ، قُلْتُ: وَرَسُوْلِكَ، قَالَ: لَا، وَنَبِيِّكَ الَّذِيْ أَرْسَلْتَ))❷

❶ مسند احمد: 11، حديث نمبر: 81691.
❷ صحيح البخاری، رقم: 247.

''سیّدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا: جب تم اپنی خوابگاہ میں جاؤ تو پہلے نماز کا سا وضو کرو اور اپنے دائیں پہلو پر لیٹ کر یہ دعا پڑھو۔ اے اللہ تیرے ثواب کے شوق میں اور تیرے عذاب سے ڈرتے ہوئے میں نے اپنے آپ کو تیرے سپرد کر دیا اور تجھے اپنا پشت پناہ بنالیا، تجھ سے بھاگ کر کہیں پناہ نہیں مگر تیرے ہی پاس، اے اللہ! میں اس کتاب پر ایمان لایا جو تو نے اتاری اور تیرے اس نبی پر جسے تو نے بھیجا۔ اب اگر تو اس رات مر جائے تو فطرت اسلام پر مرو گے نیز یہ دعائیہ کلمات سب باتوں سے فارغ ہوکر پڑھو، سیّدنا براء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے یہ کلمات آپ کے سامنے دہرائے جب میں اس جگہ پہنچا "آمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِيْ اَنْزَلْتَ " اس کے بعد میں نے "وَرَسُوْلِكَ " کہہ دیا، آپ نے فرمایا نہیں، بلکہ یوں کہو "وَنَبِيِّكَ الَّذِيْ اَرْسَلْتَ۔ "

③: ((عَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةِ ، قَالَ: وَعَظَنَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يَوْمًا بَعْدَ صَلَاةِ الْغَدَاةِ مَوْعِظَةً بَلِيْغَةً ذَرَفَتْ مِنْهَا الْعُيُوْنُ وَوَجِلَتْ مِنْهَا الْقُلُوْبُ ، فَقَالَ رَجُلٌ: اِنَّ هٰذِهِ مَوْعِظَةُ مُوَدِّعٍ فَمَاذَا تَعْهَدُ اِلَيْنَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: اُوْصِيْكُمْ بِتَقْوَى اللهِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ وَاِنْ تَاَمَّرَ عَلَيْكُمْ عَبْدٌ حَبْشِيٌّ فَاِنَّهٗ مَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ فَسَيَرٰى اِخْتِلَافًا كَثِيْرًا وَّاِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْاُمُوْرِ فَاِنَّهَا ضَلَالَةٌ فَمَنْ اَدْرَكَ مِنْكُمْ ذَالِكَ فَعَلَيْهِ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ ، عَضُّوْا عَلَيْهَا

بِالنَّوَاجِذِ)) ❶

''سیّدنا عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک دن صبح کی نماز کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایسا مؤثر وعظ فرمایا کہ جس سے آنکھیں بہہ پڑیں اور دل کانپ اٹھے۔ ایک شخص نے کہا یہ الوداعی نصیحت ہے۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں کس بات کا حکم فرماتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ اللہ کا تقویٰ اختیار کرو، احکامات سنو اور اطاعت کرو خواہ تم پر حبشی غلام ہی کیوں نہ امیر مقرر کر دیا جائے۔ اس لیے جو تم میں سے زندہ رہیں گے۔ وہ دیکھ لیں گے کہ میری امت میں بڑا اختلاف پیدا ہوگا اور دیکھو دین میں پیدا کردہ نئی بدعات سے بچنا اس لیے کہ یہ گمراہی ہے۔ جو شخص ایسا زمانہ پائے وہ میری اور میرے خلفائے راشدین کی سنت کو مضبوطی کے ساتھ ڈاڑھوں سے پکڑے رکھے۔''

حافظ ابن رجب رحمہ اللہ نے ''جامع العلوم والحکم'' میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان ''فَاِنَّ کُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ'' کی شرح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ آپ کا مذکورہ فرمان ان جامع کلمات میں سے ہے جن سے کوئی چیز خارج نہیں ہے۔ وہ اصول دین میں ایک عظیم اصل ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان ''مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا هٰذَا مَا لَیْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ'' کے مشابہ ہے لہٰذا جس نے بھی کوئی نئی ایجاد کی اور دین کی طرف اس کی نسبت کی اور دین میں اس کی کوئی اصل مرجع نہیں ہے تو وہ گمراہی ہے اور دین اس سے بری ہے خواہ وہ اعتقادی مسائل ہوں یا

---

❶ سنن ترمذی، کتاب العلم، رقم: 2676، سنن ابوداؤد، رقم: 4607، سنن ابن ماجه، رقم: 42۔ محدث البانی نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

ظاہری و باطنی اعمال واقوال ہوں۔ بدعت مردود ہے اور بدعتی بھی مردود ہے۔''

④: اُمّ المومنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ اَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ .)) ❶

''جس نے ہمارے اس دین میں کوئی نئی چیز ایجاد کی جو اس میں نہیں ہے وہ مردود ہے۔''

صحیح مسلم میں یہ حدیث ان الفاظ سے مروی ہے کہ:

((مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ اَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ))

''جس نے کوئی ایسا عمل کیا جس پر ہمارا امر نہیں وہ مردود ہے۔''

اور امام بغوی رحمہ اللہ نے اسے یوں روایت کیا ہے کہ:

((مَنْ اَحْدَثَ فِي دِيْنِنَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ)) ❷

یعنی اس حدیث میں ''أَمْرِنَا'' کی تفسیر ''دِيْنِنَا'' سے ہے۔ امر سے مراد دین ہے یعنی جس نے دین میں کوئی نئی چیز ایجاد کی وہ مردود ہے۔

اس تفسیر کی رو سے دنیاوی ایجادات بدعت شرعی کی تعریف سے خارج ہوگئیں اور اہل بدعت کے شبہات کا ازالہ ہوگیا جو کہتے ہیں کہ گھڑی پہننا، لاؤڈ سپیکر، گاڑیاں وغیرہ بھی تو بدعت ہیں۔ حدیث مذکورہ بالا سے معلوم ہوا کہ بدعت مردود وہ جو دین میں نئی ایجاد کی گئی ہو اور اسے عبادت سمجھ کر تقربِ الٰہی مراد ہو اور یہی بات امام ابن رجب حنبلی رحمہ اللہ نے جامع العلوم والحکم'' حدیث نمبر 176/15 کے تحت ذکر کی ہے۔

---

❶ صحيح البخاری، كتاب الصلح، باب اذا اصطلحوا على صلح جور فالصلح مردود، رقم الحديث: 2697، صحيح مسلم، كتاب الاقضية، رقم: 1718.

❷ شرح السنة، باب رد البدع والأهواء: 211/1، 103.

⑤: بدعتی پر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی لعنت ہے۔

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

((لَعَنَ اللهُ مَنْ أَحْدَثَ فِي الْإِسْلَامِ حَدَثًا)) ❶

''اللہ تعالیٰ اس شخص پر لعنت فرمائے جس نے اسلام میں کوئی نئی بات ایجاد کی۔''

⑥: ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''جس نے بدعت ایجاد کی یا بدعتی کو اپنے ہاں ٹھکانہ دیا اس پر اللہ کی، اس کے فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔'' ❷

⑦: ہر بدعت گمراہی ہے:

((أَمَّا بَعْدُ، فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ، وَ خَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ ، وَشَرَّ الْأُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَاوَ كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ .)) ❸

''اما بعد! بے شک بہترین کتاب اللہ کی کتاب ہے، اور بہترین سیرت محمد ﷺ کی ہے اور بدترین کام نئے اُمور ہیں اور ہر بدعت گمراہی ہے۔''

⑧: ایک جگہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((لِكُلِّ عَمَلٍ شَرَّةً وَلِكُلِّ شَرَّةٍ فَتْرَةٌ ، فَمَنْ كَانَتْ فَتْرَتُهُ إِلٰى سُنَّتِيْ فَقَدِ اهْتَدٰى، وَ مَنْ كَانَتْ فَتْرَتُهُ إِلٰى غَيْرِ ذٰلِكَ هَلَكَ .)) ❹

---

❶ مسند الربيع ، رقم : 372 . ❷ مسند أحمد: 22/1.

❸ صحيح مسلم ، رقم : 867/43 .

❹ مسند احمد: 188/2 ، صحيح الترغيب ، رقم : 56 .

''ہر عمل میں حرص اور افراط ہوتی ہے اور ہر افراط کے بعد آخر سستی اور کمی ہوتی ہے۔ پس اگر کسی کی حرص اور چلنا میری سنت کی طرف ہوگا تو وہ ہدایت یافتہ ہوگا اور جس کی حرص اور چلنا غیر سنت کی طرف ہوگا تو وہ تباہ و برباد ہو جائے گا۔''

⑨: سیّدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''مدینہ اس طرح حرام ہے، اس کے درخت نہ کاٹے جائیں اور نہ ہی اس میں کوئی بدعت نکالی جائے۔ جس نے اس میں بدعت نکالی اس پر اللہ تعالیٰ فرشتوں اور تمام بنی نوع انسان کی لعنت ہو۔'' [1]

⑩: بدعتی کی توبہ بھی قبول نہیں ہوتی:

سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((اِنَّ اللّٰهَ حَجَبَ التَّوْبَةَ عَنْ كُلِّ صَاحِبِ بِدْعَةٍ)) [2]

''بے شک اللہ تعالیٰ نے ہر بدعت والے آدمی سے توبہ کو روک دیا ہے۔''

اور ایک روایت کے لفظ ہیں: ((حَتّٰى يَدَعَ بِدْعَتَهٗ)) ''یہاں تک کہ وہ اپنی بدعت کو ترک کر دے۔''

---

[1] صحیح البخاری، کتاب فضائل المدینة : 1867 و کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة : 7306، صحیح مسلم: 441/1.

[2] طبرانی اوسط : 113/5، مجمع الزوائد : 192/10.

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار میں بدعت کی مذمت

ہر درد مند کو رونا یہ میرا رلا دے
بیہوش جو پڑے ہیں شاید انہیں جگا دے

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سنت سے محبت کرنے والے اور بدعت سے شدید نفرت کرنے والے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں اسی چیز کا درس دیا تھا۔ چنانچہ:

سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ :

علامہ ابن سعد رحمہ اللہ نے اپنی سند سے ذکر کیا ہے کہ سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

لوگو! میں متبع سنت ہوں، بدعتی نہیں ہوں، لہٰذا اگر درست کروں تو میری مدد کرو اور اگر انحراف کروں تو میری اصلاح کرو۔'' ❶

سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ :

❶: سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

بدعتی لوگوں سے بچو کیونکہ یہ سنتوں کے دشمن ہیں، ان سے حدیثیں نہ یاد ہوسکیں تو انھوں نے جو دل میں آیا کہنا شروع کردیا، خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔'' ❷

❷: سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں:

((اِنَّ لِـكُـلِّ صَـاحِـبِ ذَنْبٍ تَوْبَةً غَيْرَ اَصْحَابِ الْاَهْوَاءِ وَ

❶ الطبقات الکبری از ابن سعد : 136/3 .
❷ سنن دارمی: 47/1 .

الْبِدَعِ ، لَيْسَ لَهُمْ تَوْبَةٌ ، اَنَا بَرِیْءٌ مِنْهُمْ ، وَ هُمْ مِنِّیْ بُرَآءُ .)) ❶

''ہر گناہ گار شخص کی توبہ قبول کی جاتی ہے مگر بدعتی شخص کے لیے نہیں، میں ان سے اعلان براءت کرتا ہوں اور وہ مجھ سے بری ہیں۔''

سیّدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ:

❶: امیر المؤمنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو ایسے آدمی پر جس نے غیر اللہ کے لیے ذبح کیا اور اس کی لعنت برسے ایسے آدمی پر جس نے زمین کی حدود چوری کرلیں اور اللہ کی لعنت ہو ایسے آدمی پر جس نے اپنے والد پر لعنت کی اور ایسے آدمی پر بھی اللہ کی لعنت ہو جس نے کسی بدعتی کو پناہ دی۔ ❷

❷: سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ مدینہ شریف میں بدعت ایجاد کرنے والے اور بدعتی کی عزت وتکریم کرنے والے شخص کے متعلق فرماتے ہیں:

((مَنْ أَحْدَثَ فِيْهَا حَدَثًا أَوْ اٰوَى فِيْهَا مُحْدِثًا ، فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ ، وَالْمَلٰئِكَةِ ، وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ ، لَا يُقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَلَا عَدَلٌ)) ❸

''پس اس (مدینہ) میں جو کوئی نئی بات نکالے گا یا کسی بدعتی کو پناہ دے گا، اس پر اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہے اس سے فرض یا نفل

❶ السنة لابن ابی عاصم بتحقيق الالبانی، رقم: 22، 38.

❷ صحيح مسلم، كتاب الأضاحی، باب تحريم الذبح لغير الله، رقم: 1978، مسند احمد: 118/1.

❸ صحيح بخاری، رقم: 3172، صحيح مسلم، رقم: 3327.

عبادت قبول ہی نہیں کی جائے گی۔''

سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا:

سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هَذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ .)) [1]

''جس نے ہمارے اس دین میں کوئی ایسی چیز ایجاد کی جو اس میں سے نہیں ہے تو وہ مردود اور ناقابل قبول ہے۔''

دوسری روایت کے الفاظ اس طرح ہیں:

((مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ .)) [2]

''جس نے کوئی ایسا کام کیا جس پہ ہمارا حکم نہیں ہے تو وہ مردود ہے۔''

امام نووی رحمہ اللہ اس حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں: یہ حدیث اسلام کا ایک عظیم قاعدہ ہے، یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جامع کلمات میں سے ایک ہے۔ یہ ہر طرح کی بدعت اور خود ساختہ امور کی تردید میں صریح ہے۔ دوسری روایت میں مفہوم کی زیادتی ہے اور وہ یہ کہ بعض پہلے سے ایجاد شدہ بدعتوں کو کرنے والے کے خلاف اگر پہلی روایت بطور حجت پیش کی جائے تو وہ بطور عناد کہے گا کہ میں نے تو کچھ ایجاد نہیں کیا، لہٰذا اس کے خلاف دوسری روایت حجت ہوگی، جس میں یہ کہا گیا ہے کہ ہر نئی چیز مردود ہے، خواہ کرنے والے نے اسے از خود ایجاد کیا ہو یا اس سے پہلے اسے کوئی ایجاد کر چکا ہو۔ [3]

سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ:

①: سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

---

[1] صحیح بخاری: 132/9، صحیح مسلم: 1344/3.

[2] صحیح مسلم: 1344/3. [3] شرح مسلم للنووی: 16/12.

((اِتَّبِعُوْا وَلَا تَبْتَدِعُوْا فَقَدْ كُفِيتُمْ .)) ❶

''اتباع کرو اور بدعت کا ارتکاب نہ کرو، یقیناً تمھیں سنت کافی ہے، لوگوں کی آراء کی ضرورت نہیں۔''

②: دوسرے مقام پر سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:

((اِتَّبِعُوْا وَ لَا تَبْتَدِعُوْا فَقَدْ كُفِيْتُمْ وَ كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ)) ❷

''(سنت کی) پیروی کرو اور بدعات نہ نکالو پس تحقیق تمھیں سنت ہی کافی ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔''

③: سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے مزید فرمایا:

((تَعَلَّمُوا الْعِلْمَ قَبْلَ اَنْ يُّقْبَضَ ، وَ قَبْضُهٗ اَنْ يَّذْهَبَ اَهْلُهٗ ، اَلَا وَ اِيَّاكُمُ التَّنَطُّعَ وَ التَّعَمُّقَ وَ الْبِدَعَ وَ عَلَيْكُمْ بِالْعَتِيْقِ .)) ❸

''کتاب وسنت کا علم سیکھو اس کے قبض کر لیے جانے سے پہلے، اور اس کا قبض کر لیا جانا اہل علم کا چلے جانا ہے، خبردار غلو، ٹوہ میں لگنے اور بدعات سے بچو، اور قدیم راستے کو اختیار کرو۔''

④: سیّدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''بے شک تم آج فطرت (اسلام) پر ہو، بے شک تم خود بدعات ایجاد کرو گے اور لوگ بھی تمہاری خاطر بدعات گھڑیں گے۔ پس جب تم نیا کام دیکھو

---

❶ سنن دارمی، رقم: 211.

❷ مجمع الزوائد للهيثمی: 181/1، السنة از مروزی، رقم: 78، ص: 57.

❸ سنن الدارمی: 54/1، شرح اصول اعتقاد اهل السنة للالكائی: 87/1.

تو پہلے راستے اور طریقے کو لازم پکڑو۔'' [1]

⑤: عمرو بن یحییٰ اپنے والد سے روایت بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہم لوگ سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے دروازے پر صبح کی نماز سے پہلے بیٹھے ہوئے تھے کہ جب وہ باہر نکلیں تو ہم سبھی لوگ ان کے ساتھ مسجد چلیں، اتنے میں سیّدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ آئے اور کہا کہ کیا ابھی ابوعبدالرحمٰن نہیں نکلے؟ ہم نے کہا کہ نہیں تو وہ بھی ان کے نکلنے تک بیٹھ گئے، جب وہ نکلے تو ہم سبھی لوگ کھڑے ہوگئے۔ ابوموسیٰ نے کہا: اے ابوعبد الرحمٰن! میں نے ابھی مسجد میں ایک ایسی چیز دیکھی ہے جو مجھے بہت ناگوار گزری اور الحمد للہ خیر ہی دیکھی ہے انھوں نے پوچھا وہ کیا ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ اگر زندہ رہیں گے تو آپ بھی دیکھ لیں گے، انھوں نے کہا میں نے مسجد میں کچھ لوگوں کو حلقہ بنا کر بیٹھے ہوئے دیکھا وہ نماز کی انتظار میں تھے ہر حلقے میں ایک آدمی تھا اور ان کے ہاتھ میں کنکریاں تھیں جب وہ کہتا کہ سو بار الـلّٰه اكبر کہو تو سب لوگ سو بار "الـلّٰه اكبر" کہتے اور جب وہ کہتا کہ سو بار "لا اله الا اللّٰه" کہو تو سو بار "لا اله الا اللّٰه" کہتے، جب وہ کہتا کہ سو مرتبہ "سبحان الله" کہو تو وہ سو مرتبہ "سبحان الله" کہتے۔ انھوں نے کہا کیوں نہیں تم نے انھیں اپنے گناہوں کو شمار کرنے کو کہا اور تم ضمانت لے لیتے کہ تمھاری کوئی نیکی ضائع نہیں ہوگی۔ پھر وہ چلے ہم بھی ان کے ساتھ چل پڑے یہاں تک کہ ان حلقوں میں سے ایک حلقے کے پاس کھڑے ہوئے اور کہا میں تمھیں کیا کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں؟ تو انھوں نے جواب دیا کہ اے ابوعبدالرحمٰن کنکریاں ہیں جن سے ہم تکبیر وتہلیل، تسبیح اور تحمید کا شمار کرتے ہیں، سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا تم لوگ اپنی اپنی خطائیں شمار کرو تمھارے لیے اس بات کی ضمانت لیتا ہوں کہ

[1] السنة للمروزی، رقم، 8، ص: 57.

تمھاری کوئی نیکی برباد نہیں ہوگی۔ اے امت محمد! تمھاری تباہی و بربادی ہو کتنی جلدی تمھاری ہلاکت آ گئی یہ صحابہ کرام کی جماعت موجود ہے، یہ نبی کریم ﷺ کے کپڑے ابھی بوسیدہ نہیں ہوئے اور نہ ہی آپ کے برتن ٹوٹے۔اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! کیا تم لوگ ایسے طریقے پر ہو جو محمد ﷺ کے طریقے سے زیادہ بہتر ہے یا گمراہی کے دروازے کھولنے والے ہو۔ تو ان لوگوں نے کہا کہ اللہ کی قسم! اے عبدالرحمٰن ہمارا مقصد صرف طلب خیر کا ہے انھوں نے کہا کہ کتنے خیر کے متلاشی اسے ہرگز نہیں پا سکتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے ہم کو ایک حدیث سنائی کہ ایک قوم قرآن مجید پڑھے گی لیکن وہ ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا اور اللہ کی قسم مجھے معلوم نہیں ہے ہوسکتا ہے کہ وہ زیادہ تر تم میں سے ہوں یہ کہہ کر وہاں سے واپس لوٹ گئے۔

عمرو بن سلمہ کہتے ہیں کہ ہم نے انھیں نہروان کے دن دیکھا کہ وہ خوارج کے ساتھ مل کر ہمارے خلاف تیراندازی کر رہے تھے۔ ❶

⑥: خطیب بغدادی رحمہ اللہ سیّدنا ابن مسعود اور ابی ابن کعب رضی اللہ عنہما کا قول نقل کرتے ہیں کہ:

((اَلْاِقْتِصَادُ فِی السُّنَّةِ خَیْرٌ مِنَ الْاِجْتِهَادِ فِی الْبِدْعَةِ .)) ❷

''سنت کے مطابق تھوڑا عمل کرنا بدعت پر چلتے ہوئے زیادہ عمل کرنے سے بہتر ہے۔''

سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما:

①: حضرت امام نافع رحمہ اللہ سے روایت ہے:

❶ سنن دارمی، حدیث، رقم: 210، سلسلة احادیث صحیحه، رقم: 2005.
❷ السنه المروزی، حدیث رقم: 76، 77.

((اَنَّ رَجُلًا عَطَسَ اِلٰی جَنْبِ ابْنِ عُمَرَ فَقَالَ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللهِ . قَالَ ابْنُ عُمَرَ وَأَنَا اَقُوْلُ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللهِ ، وَلَيْسَ هٰكَذَا ، عَلَّمَنَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ عَلَّمَنَا اَنْ نَقُوْلُ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی كُلِّ حَالٍ .))❶

سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پہلو میں بیٹھے ہوئے ایک شخص کو چھینک آئی اس پر اس نے "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللهِ" کہا، اس پر سیّدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میں بھی کہتا ہوں "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللهِ" لیکن رسول اللہ ﷺ نے ہمیں اس طرح نہیں سکھایا بلکہ ہمیں یہ تعلیم دی ہے کہ ہمیں جب چھینک آئے تو "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ" کہیں۔''

②: سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا فرمان ہے کہ:

((كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَاِنْ رَآهَا النَّاسُ حَسَنَةً .))❷

''ہر بدعت گمراہی ہے اگرچہ لوگ اسے اچھا سمجھیں۔''

③: سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ارشاد فرمایا:

((بَلَغَنِیْ اَنَّهٗ قَدْ اَحْدَثَ فَاِنْ كَانَ اَحْدَثَ فَلَا تُقْرِئْهُ مِنِّی السَّلَامَ .))❸

❶ سنن ترمذی، کتاب الأدب، رقم: 2738۔ محدث البانی نے اسے ''حسن'' کہا ہے۔

❷ السنة للامام المروزی، رقم: 28، شرح اصول اعتقاد اهل السنة والجماعة للالکائی: 92/1، الابانة: 92/1.

❸ سنن الترمذی، کتاب القدر، رقم: 2152، سنن ابن ماجه، کتاب الفن، رقم: 4071.

''مجھے اطلاع ملی ہے کہ فلاں شخص بدعتی ہو گیا ہے پس اگر یقیناً وہ بدعتی ہے تو اس کو میری طرف سے سلام مت کہنا۔''

سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما:

①: سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

''لوگوں پہ کوئی سال ایسا نہ گزرے گا جس میں وہ کوئی بدعت ایجاد نہ کریں گے اور کسی سنت کو مردہ کر چکے ہوں گے۔ یہاں تک کہ بدعتیں زندہ و پائندہ ہوتی رہیں گی اور سنتیں مردہ ہوتی چلی جائیں گی۔''❶

②: عثمان بن حاضر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ہاں گیا ان سے نصیحت کی درخواست کی تو انھوں نے فرمایا: ہاں اللہ سے تقویٰ کو لازم پکڑو استقامت اختیار کرو، اتباع کرو بدعت سے دور رہو۔❷

③: اللہ تعالیٰ کے فرمانِ عالیشان:

﴿يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ وَتَسْوَدُّ وُجُوهٌ ۚ﴾ (آل عمران: 106) ''جس دن بعض چہرے سفید ہوں گے اور بعض چہرے سیاہ۔'' کی تفسیر میں سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: یعنی اہل سنت والجماعت کے چہرے سفید ہوں گے اور اہل بدعت و افتراق کے چہرے سیاہ ہوں گے۔''❸

④: سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

((اِنَّ اَبْغَضَ الْاُمُوْرِ اِلَی اللّٰهِ الْبِدَعُ .))❹

---

❶ المعجم الكبير از امام طبرانی: 319/10.

❷ سنن دارمی: 141.

❸ اجتماع الجيوش الاسلامية على غز والمصطلة والجهمية، از امام ابن قيم رحمہ اللہ: 39/2.

❹ السنن الكبرى للبيهقي: 316/3.

''یقیناً اللہ کے ہاں سب سے زیادہ ناپسندیدہ کاموں میں سے بدعات ہیں۔''

سیّدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ:

سیّدنا حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے دو پتھروں کو لیا اور دونوں کو ایک دوسرے پر رکھ کر اپنے ساتھیوں سے پوچھا ان دونوں کے درمیان تمہیں کوئی روشنی نظر آ رہی ہے؟ انہوں نے کہا: اے ابوعبدالرحمٰن! ان دونوں پتھروں کے درمیان ہلکی سی روشنی کے علاوہ کچھ نظر نہیں آ تا۔ آپ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! عنقریب بدعت کا اتنا غلبہ ہو گا حق کی اتنی ہی معمولی روشنی دکھائی دے گی جتنی کہ ان دونوں پتھروں کے درمیان تم دیکھ رہے ہو، اللہ کی قسم! بدعت کا ایسا چرچا ہو گا کہ اگر کوئی بدعت چھوٹ گئی تو لوگ کہیں گے کہ سنت چھوٹ گئی۔ [1]

سیّدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ:

سیّدنا یزید بن عمیرہ سیّدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں میں سے تھے، وہ سیّدنا معاذ رضی اللہ عنہ کا معمول ذکر کرتے ہیں کہ وہ جب بھی محفل ذکر میں بیٹھتے تو فرماتے: اللہ حکمت اور عدل والا ہے اور شک کرنے والے ہلاک ہوگئے، ایک دن سیّدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: تمھارے بعد بہت سارے فتنے ظہور پذیر ہوں گے، جن میں سے ایک فتنہ کثرتِ مال کا ہے اور قرآن کو کھول دیا جائے گا، یہاں تک کہ اس کو مومن و منافق، مرد اور عورت، چھوٹے اور بڑے، غلام اور آزاد، سب دیکھیں گے، قریب ہے کہ ایک کہنے والا کہے کہ لوگوں کو کیا ہوگیا ہے کہ وہ میری اتباع نہیں کرتے حالانکہ میں نے قرآن ہی پڑھا ہے؟ وہ لوگ ہرگز ہرگز اس کی پیروی نہیں کریں گے، حتیٰ کہ (اس قاری قرآن) کے علاوہ کوئی اور شخص ان کے لیے بدعت ایجاد کرے گا (یہ اس کی

[1] الاعتصام للشاطبی: 60/1، 80.

پیروی کریں گے) تم اس بدعت سے بچتے رہو جس کو وہ گھڑے گا، یقیناً جو اس نے بدعت ایجاد کی ہے وہ گمراہی ہے اور سیّدنا معاذ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تمھیں حکیم (دانا) کے گمراہ سے ڈراتا ہوں، کیونکہ کبھی کبھار شیطان دانا آدمی کی زبان سے بھی گمراہی کا کلمہ کہلوا دیتا ہے اور کبھی کبھار منافق حق بات کہہ دیتا ہے؟ (یزید کہتے ہیں) میں نے سیّدنا معاذ رضی اللہ عنہ سے عرض کیا: اللہ آپ پر رحم کرے، آپ ذرا مجھے پہچان کرادیں کہ دانا آدمی بھی گمراہی کا کلمہ کہتا ہے اور منافق بھی کلمہ حق کہہ سکتا ہے؟ سیّدنا معاذ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: کیوں نہیں! دانا کے اس کلام سے بچ اور جس کے بارے میں اسے یوں کہا جائے کہ یہ کیا ہے؟ وہ اس گمراہی کو تیرے لیے حق سے علیحدہ بیان نہیں کرے گا اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ اپنے اس حکم سے رجوع کرلے یا پھر جن وہ حق کو سنے تو اس کو قبول کرلے، یقیناً حق پرنور اور تابناک ہوتا ہے۔'' [1]

سیّدنا انس رضی اللہ عنہ:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

((جَاءَ ثَلَاثَةُ رَهْطٍ اِلٰی بُيُوْتِ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ ﷺ يَسْأَلُوْنَ فَلَمَّا اُخْبِرُوْا كَأَنَّهُمْ تَقَالُّوْهَا، فَقَالُوْا: وَأَيْنَ نَحْنُ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ قَدْ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَمَا تَأَخَّرَ، قَالَ اَحَدُهُمْ: أَمَّا اَنَا فَاِنِّيْ أُصَلِّيْ اللَّيْلَ اَبَدًا، وَقَالَ آخَرُ: اَنَا اَصُوْمُ الدَّهْرَ وَلَا أُفْطِرُ، وَقَالَ آخَرُ: اَنَا اَعْتَزِلُ النِّسَاءَ فَلَا اَتَزَوَّجُ اَبَدًا فَجَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ، فَقَالَ: اَنْتُمُ الَّذِيْنَ قُلْتُمْ

[1] سنن ابی داؤد، کتاب السنة، رقم: 4611، منہج سلف صالحین، ص 120، 121.

كَـذَا وَكَـذَا أَمَـا وَاللّٰهِ إِنِّيْ لَأَخْشَاكُمْ لِلّٰهِ وَأَتْقَاكُمْ لَهٗ، لٰكِنِّيْ أَصُـوْمُ وَأُفْـطِـرُ، وَأُصَـلِّيْ وَأَرْقُدُ، وَأَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ، فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِيْ فَلَيْسَ مِنِّيْ .))❶

''ازواج مطہرات کے پاس تین آدمی آئے اور نبی کریم ﷺ کی عبادت کے سلسلہ میں دریافت کیا جب ان کو اس کی خبر دی گئی تو انھوں نے اس کو کم تصور کیا اور کہنے لگے ہماری نبی ﷺ سے کیا نسبت اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے اور پچھلے گناہ سب بخش دیے ہیں۔ ان میں سے ایک نے کہا میں ساری رات نفل نماز پڑھوں گا، دوسرے نے کہا میں ہمیشہ دن میں روزے سے رہوں گا اور تیسرے نے کہا میں عورتوں سے الگ رہوں گا کبھی شادی نہ کروں گا (یعنی ہمیشہ عبادت میں مصروف رہوں گا) اچانک نبی ﷺ پہنچ گئے اور فرمایا کیا تمھیں لوگوں نے ایسا ایسا کہا ہے؟ خبردار اللہ کی قسم! میں تم میں سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا اور زیادہ تقویٰ اختیار کرنے والا ہوں، نفلی روزہ بھی رکھتا ہوں اور نہیں بھی رکھتا ہوں، رات کو نفل نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں لہٰذا جس نے میرے طریقے سے اعراض کیا وہ مجھ سے نہیں۔''

سیّدنا عبداللہ بن مغفّل رضی اللہ عنہ:

سیّدنا عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں:

''اصحاب رسول ﷺ میں سے میں نے کسی کو نہیں دیکھا کہ اس کے

❶ صحيح بخاري، كتاب النكاح، رقم: 5063.

نزدیک اسلام میں بدعت سے زیادہ کوئی ناپسندیدہ امر ہو۔'' ❶

سیّدنا عثمان بن ابو العاص رضی اللہ عنہما:

سیّدنا عثمان بن ابو العاص رضی اللہ عنہما کو کسی بچے کے ختنہ کے موقع پر دعوت دی گئی تو آپ نے اس دعوت سے انکار کر دیا، جب ان سے ان کے انکار کی وجہ دریافت کی گئی تو ارشاد فرمایا:

((اِنَّـا کُـنَّـا لَا نَـاْتِی الْخِتَانَ عَلٰی عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَ لَا نُدْعٰی لَهٗ .)) ❷

''ہم عہد رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ختنہ کے موقع پر دی گئی دعوت میں شمولیت اختیار نہیں کرتے تھے اور نہ ہی دعوت دی جاتی تھی۔''

سیّدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ:

سیّدنا ابن مسعود اور ابی ابن کعب رضی اللہ عنہما کا قول ہے:

((اَلْاِقْتِصَادُ فِی السُّنَّةِ خَیْرٌ مِّنَ الْاِجْتِهَادِ فِی الْبِدْعَةِ .)) ❸

''سنت کے مطابق تھوڑا عمل کرنا بدعت پر چلتے ہوئے زیادہ عمل کرنے سے بہتر ہے۔''

---

❶ بحواله السنن و المبتدعات، ص: 4.

❷ مسند احمد: 217/1۔ احمد شاکر نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

❸ السنة للمروزی، رقم: 76، 77.

تابعین کے اقوال میں بدعت کی مذمت

جناب عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ:

❶: جناب عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے:

''اللہ کی قسم! اگر میں سنت کو بلند نہ کروں اور بدعت کو ختم نہ کروں تو مجھے ایک لمحہ بھی دنیا پر زندہ رہنا اچھا نہیں لگتا۔'' ❶

❷: جناب عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے کسی آدمی کو خط لکھتے ہوئے فرمایا:

((سَلامٌ عَلَیْكَ))...... تجھ پر سلام وسلامتی ہو۔'' اس کے بعد میں تجھے اللہ کے دین پر انحصار اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی اتباع پر اکتفا کرنے کی نصیحت کرتا ہوں اور اس سے بچنے کی جسے بعد والوں نے گھڑا ہے، آپ کی سنت جاری ہوچکی اور اس پر ہی تکلیف اُٹھانا کافی ہے، پھر یہ بات بھی تیرے ذہن نشین ہوجائے کہ جب بھی کوئی بدعت آتی ہے تو اس (بدعت) سے پہلے جو چیز معتبر ہوتی ہے وہ چلی جاتی ہے، کیونکہ سنت وہ چیز ہے جس پر وہ لوگ چلے جو یہ جانتے تھے کہ اس (سنت) کے برعکس اور مقابل و معارض جو چیز ہے وہ گمراہی، غلطی، جہالت اور حماقت و بے وقوفی ہے، اپنے نفس کو اس چیز پر راضی کر جس پر قوم (صحابہ) نے اپنے نفسوں کو راضی کیا، بے شک انھوں نے علم کی بنا پر توقف اختیار کیا اور گہری بصیرت کی وجہ سے رُکے رہے۔ اور معاملات کا پردہ چاک کرنے پر زیادہ قادر تھے اور اگر اس میں فضیلت ہوتی تو وہ اس کے زیادہ مستحق وحق دار تھے، وہ تم سے پہلے گزرے ہیں اور اگر ہدایت وہ چیز ہے جس

❶ السنة امام مروزی، ص: 62، رقم: 92.

پر تم ہو تو کیا تم ہدایت میں ان سے بھی سبقت لے گئے ہو (اور ایسا نہیں ہوسکتا) تو پھر تم عذر پیش کرو کہ یہ معاملات ان کے بعد پیش آئے ہیں تو لامحالہ ان اُمور کو انھوں نے ہی گھڑا ہوگا، جو ان کے راستے کے علاوہ دوسرے راستے کی پیروی کرتے ہیں اور خود کو ان سے بیزار سمجھتے ہیں۔ پس تحقیق ہم نے صفات کے بارے میں کلام کیا جو ان کے کلام کے علاوہ تھا تو وہ تقصیر و کمی اور توہین ہے اور کچھ ان سے آگے بڑھنے لگے یہ ان کے لیے قیامت کے دن حسرت ہوگی اور کچھ لوگوں نے ان سے کمی کی تو وہ (صراطِ مستقیم پر) قرار نہ پاسکے اور کچھ لوگوں نے ان سے نظریں پھیریں تو انھوں نے غلو کیا۔ اس کے باوجود کہ وہ صراط مستقیم پر تھے اگر تو یہ کہے فلاں فلاں آیت کہاں جائے گی؟ اور اللہ نے ایسے ایسے کیوں کہا؟ تحقیق انھوں نے بھی وہی پڑھا جو تم نے پڑھا اور ان کی تفسیر کو جانا جس کی تفسیر و تاویل سے تم ناآشنا و جاہل ہو پھر ان ساری باتوں کے بعد انھوں نے کہا ہدایت یافتہ وہی ہوسکتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت کی توفیق دے کیونکہ ہدایت کی توفیق دینا اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے اور وہی جانتا ہے کہ ہدایت کے قابل کون ہے۔'' [1]

محمد بن سیرین رحمہ اللہ:

محمد بن سیرین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''جس نے بدعت اختیار کی تو پھر وہ سنت کی طرف نہ لوٹ سکا۔'' [2]

سعید بن جبیر رحمہ اللہ:

سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

[1] سنن ابوداؤد، کتاب السنة، رقم: 4612، منهج سلف صالحين، ص: 511، 611.

[2] سنن الدارمی: 41/1.

''میرا بیٹا کسی شاطر فاسق کی صحبت میں رہے جو صاحب سنت ہو تو یہ میرے لیے اس بات سے کہیں زیادہ بہتر ہے کہ وہ کسی ایسے عبادت گزار کی صحبت میں رہے جو بدعتی ہو۔'' ❶

حسان بن عطیہ رحمہ اللہ:

حضرت حسان بن عطیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((مَا ابْتَدَعَ قَوْمٌ بِدْعَةً فِیْ دِیْنِهِمْ اِلَّا نُزِعَ مِنْ سُنَّتِهِمْ مِثْلُهَا .)) ❷

''جب بھی کوئی قوم دین میں بدعت ایجاد کرتی ہے تو ان میں سے اس کے مثل سنت اٹھالی جاتی ہے۔''

ابوادریس الخولانی رحمہ اللہ:

ابوادریس الخولانی رحمہ اللہ نے ارشاد فرمایا:

''اگر میں دیکھوں کہ مسجد میں آگ لگی ہوئی ہے جسے میں بجھا نہیں سکتا تو یہ میرے نزدیک اس سے بہتر ہے کہ میں مسجد میں کوئی بدعت دیکھوں جسے میں مٹا نہ سکوں۔'' ❸

ابوقلابہ رحمہ اللہ:

❶: ابوقلابہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اہل بدعت کی صحبت اختیار نہ کرو اور نہ ہی ان سے بحث و مباحثہ کرو اس لیے کہ خطرہ ہے کہ وہ کہیں تمہیں اپنی گمراہی میں مبتلا کر دیں یا شکوک و

---

❶ الابانة الصغرى لابن بطه: 133 . ❷ سنن الدارمی، رقم: 99 .

❸ السنة للمروزی، رقم : 88 .

شبہات میں نہ ڈال دیں۔'' ❶

❷: ابوقلابہ رحمہ اللہ نے ارشاد فرمایا:

''بے شک بدعتی لوگ گمراہ ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ وہ دوزخ میں ہی جائیں گے۔'' ❷

---

❶ سنن دارمی، المقدمه، باب اجتناب اهل الاهواء.

❷ سنن الدارمی، رقم: 101.

ائمہ کرام کے اقوال میں بدعت کی مذمت

ائمہ کرام اور اہل علم نے بھی بدعت کی مذمت بیان کی ہے۔ ذیل میں دیے گئے اقوال وفتاویٰ ائمہ اس بات پر دلالت کرتے ہیں۔

امام مالک بن انس رحمہ اللہ:

1: امام شاطبی رحمہ اللہ نے امام مالک رحمہ اللہ سے نقل فرمایا ہے:

''جو شخص اسلام میں کوئی بدعت متعارف کراتا ہے اور یہ گمان کرتا ہے کہ یہ بدعت حسنہ ہے تو اس شخص کا یقیناً یہ عقیدہ ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اللہ کا پیغام پہنچانے میں خیانت کی ہے: (العیاذ باللہ) اور اگر تم دلیل چاہو تو اللہ تعالیٰ کا کلام پڑھو:

﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا﴾ (المائدہ: 3)

''آج کے دن میں نے تمھارا دین تمھارے لیے مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت تمام کر دی اور اسلام کو تمھارے لیے بطور دین پسند کر لیا۔''

پھر امام شاطبی (رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: ہم اس روایت کو جو امام مالک رحمہ اللہ سے صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے بطور دلیل پیش کرتے ہیں کہ کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ وہ دین میں کوئی بدعت ایجاد کرے چاہے وہ کتنی ہی چھوٹی اور معمولی کیوں نہ ہو، اور چاہے وہ کردار وسلوک میں ہو یا عبادات و اعتقادات میں، اور ہم اس روایت کو بطور

دلیل پیش کرتے ہیں قرآن کریم کی اس آیت پر اعتماد کرتے ہوئے کہ جس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس نے دین یعنی اسلام کو تمام کرکے ہم پر اپنی نعمت تمام کردی۔'' ❶

❸: مزید فرمایا:

''اور اس امت کے آخری (لوگوں) کی اصلاح نہیں ہوسکتی مگر صرف اس طریقے سے جس سے اس امت کے پہلے (لوگوں) کی اصلاح ہوئی تھی۔ پس جو چیز اس وقت دین کا حصہ نہ تھی وہ آج بھی دین کا حصہ نہیں بن سکتی۔'' ❷

امام شافعی رحمہ اللہ:

❶: امام شافعی رحمہ اللہ ارشاد فرماتے ہیں:

''اہل کلام کے بارے میں میرا فیصلہ یہ ہے کہ کھجور کی شاخ سے ان کی پٹائی کی جائے، انھیں اونٹ پر سوار کرکے علاقوں اور قبیلوں میں گھمایا جائے اور اعلان کیا جائے کہ یہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر علم کلام سے جڑ جانے کا انجام ہے۔'' ❸

❷: امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''امام لیث نے نرمی سے کام لیا، میں اگر اہل بدعت کو ہوا میں اڑتے دیکھوں تو تسلیم نہ کروں گا۔'' ❹

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ:

امام اہل سنت و الجماعت ابو عبداللہ احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہمارے

❶ الاعتصام: 35/2. ❷ الشفا للقاضی عیاض: 676/2.

❸ الحلیه: 116/9.

❹ تلبیس ابلیس لابن جوزی: 14، اصول اعتقاد اهل السنة للالكائی: 145/1.

نزدیک سنت کے اصول یہ ہیں:

①: جس چیز پر رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے اس سے تمسک اختیار کرنا۔

②: ان کی اقتداء کرنا۔

③: بدعات کو ترک کر دینا۔

④: ہر بدعت گمراہی ہے۔

⑤: اصحاب اہواء (خواہش نفس کی پیروی کرنے والوں یعنی بدعتی لوگوں) سے بحث و مباحثہ ترک کرنا۔

⑥: ان (بدعتیوں) کے ساتھ بیٹھنا بھی ترک کر دینا۔

⑦: دین میں جھگڑنا، جدال کرنا اور (بے جا) بحث ومباحثے (مناظروں) کو ترک کرنا۔

⑧: سنت ہمارے نزدیک رسول اللہ ﷺ کے آثار ہیں۔

⑨: سنت قرآن کریم کی تفسیر کرتی ہے اور یہ (سنتیں) قرآن کریم کے دلائل ہیں۔

⑩: سنت میں قیاس نہیں، اور اس کے لیے مثالیں بھی بیان نہیں کرنی چاہییں، اور اسے عقل یا خواہشات سے نہیں پرکھا جا سکتا بلکہ یہ (سنت) تو محض خواہش نفس کو ترک کرنے کا نام ہے۔

⑪: ان لازمی سنتوں میں سے جن میں سے کسی ایک خصلت کو بھی کوئی اس طور پر ترک کرے کہ نہ تو اسے قبول کرے اور نہ ہی اس پر ایمان رکھے تو وہ ان (اہلسنّت و الجماعت) میں سے نہیں۔ [1]

امام سفیان ثوری رحمہ اللہ:

❶: امام سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

[1] اصول السنة للامام احمد بن حنبل .

((اَلْبِـدْعَةُ اَحَـبُّ اِلٰـی اِبْلِیْسَ مِنَ الْمَعْصِیَةِ ، لَانَّ الْمَعْصِیَةَ یُتَابُ مِنْهَا ، وَالْبِدْعَةُ لَا یُتَابُ مِنْهَا .))❶

''شیطان کو بدعت نافرمانی و گناہ سے زیادہ محبوب و پسند ہے کیونکہ گناہ و نافرمانی سے توبہ کرلی جاتی ہے مگر بدعت سے توبہ اکثر طور پر نہیں کی جاتی۔''

❷: سفیان الثوری رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں:

''غلط چیز کو چھوڑ دو اگر تم نے ایسا کیا تو حق پر نہیں ہو سنت پر عمل کرو بدعتوں سے دور رہو میں درست بات یہ سمجھتا ہوں کہ اسلاف کے نقش قدم پر چلا جائے۔''❷

❸: امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اکثر اسلاف بدعت سے اس قدر ڈراتے ہیں ان کا خیال ہے کہ دل کمزور ہوتے ہیں اور شبہات ان میں جلدی داخل ہوجاتے ہیں۔''❸

احمد بن سنان الواسطی رحمہ اللہ:

امام احمد بن سنان الواسطی (متوفی 259ھ) فرماتے ہیں:

''دنیا میں جو بھی بدعتی ہے وہ اہل حدیث سے بغض رکھتا ہے اور آدمی جب بدعتی ہوجاتا ہے تو حدیث کی مٹھاس اس کے دل سے نکل جاتی ہے۔''❹

قاضی ابویعلیٰ رحمہ اللہ:

قاضی ابویعلیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

---

❶ منهج سلف صالحين ، ص: 111 .
❷ شرح السنة للبغوی: 217/1 .
❸ سير اعلام النبلاء: 261/7 .
❹ معرفة علوم الحديث للحاكم، ص: 4 .

’’صحابہ اور تابعین کا اہل بدعت کے ساتھ مقاطعہ اور ان سے قطع تعلق رکھنے میں اجماع ہے۔‘‘ ❶

امام بغوی رحمہ اللہ:

امام بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

’’پیارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کے افتراق کے بارے میں پہلے ہی خبر دے دی تھی، اس لیے اہل بدعت اور اہل ہواء سے مقاطعہ اس وقت تک رہے گا جب تک کہ وہ توبہ نہ کرلیں۔‘‘ ❷

ابوالفضل الھمد انی رحمہ اللہ:

الشیخ ابوالفضل الھمد انی نے فرمایا:

’’اہل بدعت اسلام کے لیے ملحدین سے بھی زیادہ نقصان دہ ہے کیونکہ ملحدین دین کو بیرونی ذرائع سے بگاڑنا چاہتے ہیں جب کہ اہل بدعت دین کو اندرونی طور پر بگاڑنا چاہتا ہے، ان کی مثال اس شہر والوں کی سی ہے جو شہر کے حالات کو بگاڑنا چاہتے ہیں، اور ملحدین کی مثال ان لوگوں کی سی ہے جو باہر سے آکر ان کا ساتھ دیتے ہیں تو اہل شہر قلعہ اور شہر کا دروازہ کھولتے ہیں، (تاکہ بیرونی مددگار بھی اندر داخل ہوسکیں) لہٰذا یہ ٹولہ اسلام کے لیے اندرونی دشمن ہونے کی وجہ سے زیادہ خطرناک ہے (یہ آستین کے سانپ ہیں)۔‘‘ ❸

---

❶ هجر المبتدع، ص: 32.

❷ شرح السنة للبغوی: 1/224- 227.

❸ الموضات: 1/51.

عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ:

امام عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''جیسا کہ حدیث میں ہے کہ قیامت کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ علم اصاغر سے طلب کیا جائے گا، فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں اصاغر سے مراد اہل بدعت ہیں۔'' ❶

یحییٰ بن ابی کثیر رحمہ اللہ:

یحییٰ بن ابی کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''جب کسی جگہ تم سے بدعتی کی ملاقات ہو جائے تو تم دوسرا راستہ اختیار کرلو۔'' ❷

امام اوزاعی رحمہ اللہ:

امام اوزاعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''بدعتی سے بحث و مباحثہ کی زیادہ کوشش مت کرو جس کی وجہ سے تمہارے دلوں میں فتنے پیدا ہو جائیں۔'' ❸

امام یحییٰ بن سعید القطان رحمہ اللہ:

امام یحییٰ بن سعید القطان رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

((لَيْسَ فِی الدُّنْيَا مُبْتَدِعٌ اِلَّا يُبْغِضُ اَهْلَ الْحَدِيْثِ .)) ❹

---

❶ الذهد لابن المبارك: 281، السلسلة الصحيحة، رقم: 695.

❷ الشريعة للآجرى: 640.

❸ البدع و النهى عنها، للقرطبى: 52.

❹ مقدمة جامع الاصول للجزرى.

''دنیا میں کوئی ایسا بدعتی نہیں جو اہل حدیث سے بغض نہ رکھتا ہو۔''

امام ابو محمد حسن بن علی البربہاری رحمہ اللہ:

❶: امام بربہاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

((وَهُـمْ أَهْـلُ السُّـنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ ، فَمَنْ لَمْ يَأْخُذْ عَنْهُمْ فَقَدْ ضَـلَّ وَابْتَـدَعَ ، وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ ، وَالضَّلَالَةُ وَأَهْلُهَا فِي النَّارِ .))❶

''صحابہ کرام ہی اہل السنہ والجماعت ہیں جو ان سے دین کے معاملات میں رہنمائی نہیں لیتا، وہ گمراہ ہوگیا اس نے بدعت گھڑی ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور گمراہی اور گمراہ دونوں جہنمی ہیں۔''

❷: علامہ بربہاری رحمہ اللہ ایک اور جگہ فرماتے ہیں کہ:

((وَاحْذَرْ صِغَارَ الْمُحْدِثَاتِ مِنَ الْأُمُوْرِ ، فَإِنَّ صَغِيْرَ الْبِدْعِ يَعُوْدُ حَتَّى يَصِيْرَ كَبِيْرًا .))❷

''چھوٹی چھوٹی بدعتوں سے بھی بچو کیونکہ چھوٹی بدعتیں ہی چلتے چلتے بڑی ہوجاتی ہیں۔''

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ:

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

''اہل سنت والجماعت کے نزدیک ہر وہ قول اور فعل بدعت ہے جس کا ثبوت صحابہ سے نہیں اس لیے اگر بعد والے قول اور فعل میں کوئی اچھائی ہوتی

---

❶ منهج سلف صالحين، ص: 66.

❷ منهج سلف صالحين، ص: 112.

تو صحابہ اس کی طرف سب سے سبقت لے جاتے اور اس کے کرنے میں پہل کرتے اس لیے کہ انہوں نے کوئی بھی بھلائی کی خصلت نہیں چھوڑی مگر اس کے کرنے میں انہوں نے بڑی تیزی اور عجلت دکھائی ہے۔'' ❶

الشیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ:

الشیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ بدعتی کی مندرجہ ذیل علامت کا انکشاف کرتے ہیں:

((فَعَلَامَةُ لِأَهْلِ الْبِدْعَةِ الْوَقِيْعَةُ فِي أَهْلِ الْأَثَرِ .)) ❷

''بدعتیوں کی ایک نشانی یہ ہے کہ وہ اہل حدیث کو گالیاں بکتے ہیں۔''

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ:

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اہل بدعت کی یہ عادت ہے کہ وہ کتاب وسنت اور آثار صحابہ وتابعین پر انحصار وبھروسہ نہیں کرتے، بلکہ ان کا اعتماد وبھروسہ عقل اور لغت عرب پر ہے ان کا اعتماد ایسی کتب تفسیر پر نہیں ہوتا جو احادیث اور آثارِ صحابہ اور تفسیر بالماثور پر مشتمل رہیں بلکہ اس کی بجائے ان کا بھروسہ کتب ادب اور کتب کلام پر ہے جن کتب کو ان کے بڑوں نے لکھا ہے، یہ طریقہ تو ملحد و بے دین لوگوں کا ہے جو کتب فلسفہ وکلام اور کتب لغت کی باتوں کو لیتے ہیں، لیکن کتب احادیث وآثار صحابہ حتیٰ کہ قرآن کی طرف بھی التفات تک نہیں کرتے یہ لوگ نصوصِ انبیاء علیہم السلام سے بھی انحراف واعراض کرتے ہیں بلکہ ان کے نزدیک تو یہ نصوص (بے فائدہ ہیں) علم کا فائدہ تک نہیں دیتیں۔'' ❸

---

❶ ابن كثير : 56/4.
❷ غنية الطالبين، ص: 175.
❸ منهج سلف صالحين، ص: 138.

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ:

علامہ ابن القیم نے لکھا ہے:

''شیطان کا ایک مکر یہ بھی ہے کہ اس نے عوام کو ایک مذہبی لباس، ایک ہیئت اور ایک ہی قسم کے چال چلن اور ایک ہی متعین شیخ اور متعین مذہب کی پابندی کا ایسا عادی بنادیا ہے کہ لوگ اسے دینی فریضہ کی طرح اختیار کر چکے ہیں اور اس متعین دائرے سے نکلنے کو دین سے نکل جانے کے برابر سمجھتے ہی اور جو لوگ اس تنگ مذہبی دائرے سے نکلنا چاہتے ہیں یا نکل جاتے ہیں، یہ انھیں خارجی اور بے مذہب ہونے کا طعنہ دیتے ہیں، جیسے مقلدین مذاہب اور صوفیاء کے مریدوں کا حال ہے کہ وہ اپنے حلقوں کو آسمان سے اترا ہوا دائرہ سمجھتے ہیں اور نقش بندی یا سہروردی یا شاذلی یا تیجانی یا قادری حلقہ سے باہر رہنے والوں کو دائرہ حق سے باہر سمجھتے ہیں۔ ان لوگوں نے شریعت وطریقت کے نام پر چند موہوم اور من گھڑت رسوم و عادات کو دین کا نام دے کر اپنا لیا ہے۔ جن کا دینی حقائق اور کتاب وسنت سے دور کا واسطہ بھی نہیں، جو لوگ رسول اللہ ﷺ کے طریقہ کو تلاش کریں گے اور ان خرافات سے اس کا مقابلہ کریں گے ان پر روز روشن کی طرح عیاں ہو جائے گا کہ سنت رسول ﷺ اور شریعت ربانی کے درمیان اہل بدعت و ضلالت کے من گھڑت رسم و رواج میں زمین و آسمان اور سیاہ و سفید بلکہ رات اور دن کا فرق ہے۔'' [1]

---

[1] اغاثة اللهفان، ص: 561.

امام شاطبی رحمہ اللہ:

امام شاطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''یہ بات (روز روشن کی طرح) ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ کو اس وقت تک موت نہیں آئی کہ جب تک انھوں نے ان تمام دینی و دنیاوی امور کو بیان نہیں کر دیا، جن کی طرف (بندہ) محتاج ہوسکتا ہے اور یہ بات ہے کہ اہل السنہ میں سے اس کی مخالفت کرنے والا کوئی نہیں ہے اگر معاملہ اس طرح مانیں، جس طرح بدعتی لوگ کہتے ہیں تو گویا وہ اپنی زبان حال یا واضح طور پر یہ کہنا چاہتے ہیں کہ شریعت مکمل نہیں ہے بلکہ شریعت میں کچھ ایسی چیزیں باقی رہ گئی ہیں جن کا جاننا واجب یا مستحب ہے کیونکہ اگر ان کا یہ عقیدہ ہوتا ہے کہ شریعت مکمل و اکمل اور اتم ہے تو یہ دین میں بدعتیں نہ گھڑتے اور نہ ہی استدراک کی ہر لحاظ سے کوششیں کرتے، جو شخص یہ بات کہتا ہے وہ صراط مستقیم سے بھٹک چکا ہے۔''[1]

[1] منهج سلف صالحين، ص: 87.

باب 3

بدعت کے اسباب ومحرکات

بدعت وضلالت کے چند محرکات واسباب ہیں۔ ذیل کی سطور میں ان کا بیان مختصراً کیے دیتے ہیں:

پہلا سبب: دینی احکام سے لاعلمی وجہالت:

جوں جوں زمانہ گزرتا گیا اور لوگ آثار رسالت سے دور ہوتے گئے، علم کم ہوتا رہا اور جہالت عام ہوتی گئی جیسا کہ اس کی خبر نبی کریم ﷺ نے اپنی اس حدیث میں دی ہے:

''تم میں سے زندہ رہنے والا شخص بہت سارے اختلافات دیکھے گا۔'' [1]

اور اپنے اس فرمان میں بھی:

''اللہ تعالیٰ علم بندوں سے چھین کر نہیں ختم کرے گا بلکہ علماء کو ختم کر کے علم ختم کرے گا یہاں تک کہ جب کسی عالم کو زندہ نہیں چھوڑے گا تو لوگ جاہلوں کو رؤسا بنالیں گے اور یہ لوگ مسئلہ پوچھے جانے پر بغیر علم کے فتویٰ دیں گے تو خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔''

تو علم اور علماء ہی بدعت کا منہ توڑ جواب دے سکتے ہیں اور جب علم وعلماء ہی کا فقدان ہوجائے تو بدعت کے پھلنے پھولنے اور بدعتیوں کو سرگرم ہونے کے مواقع میسر ہوجاتے ہیں۔

[1] سنن ابن ماجة، المقدمة، رقم: 43۔ محدث البانی نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

دوسرا سبب: خواہشات کی پیروی:

جو کتاب وسنت سے اعراض کرے گا وہ اپنی خواہشات کی پیروی کرے گا۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَاِنْ لَّمْ یَسْتَجِیْبُوْا لَكَ فَاعْلَمْ اَنَّمَا یَتَّبِعُوْنَ اَهْوَآءَهُمْ ؕ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَیْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ ؕ﴾ (القصص:50)

''اگر یہ تیری نہ مانیں تو تو یقین کرلے کہ یہ صرف اپنی خواہش کی پیروی کر رہے ہیں اور اس سے بڑھ کر بہکا ہوا کون ہے؟ جو اپنی خواہش کے پیچھے پڑا ہو اللہ کی راہنمائی کے بغیر۔''

اور ارشاد فرمایا:

﴿اَفَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ وَ اَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ وَّ خَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَ قَلْبِهٖ وَ جَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً ؕ فَمَنْ یَّهْدِیْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ ؕ﴾ (الجاثیه :23)

''کیا آپ نے اسے بھی دیکھا جس نے اپنی خواہش نفس کو اپنا معبود بنا رکھا ہے اور باوجود سمجھ بوجھ کے اللہ نے اسے گمراہ کردیا ہے اور اس کے کان اور دل پر مہر لگا دی ہے اور اس کی آنکھ پر بھی پردہ ڈال دیا ہے، اب ایسے شخص کو اللہ کے بعد کون ہدایت دے سکتا ہے۔''

((عَنْ اَبِیْ بَرْزَةَ الْاَسْلَمِیِّ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اِنَّ مِمَّا اَخْشٰی عَلَیْكُمْ بَعْدِیْ بُطُوْنَكُمْ وَ فُرُوْجَكُمْ وَ مُضِلَّاتِ الْاَهْوَاءِ .))❶

❶ كتاب السنة لابن ابى عاصم، رقم: 13 .

سیّدنا ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''یقیناً میں تم پر اپنے جانے کے بعد پیٹ پرستی، زنا اور گمراہ کن خواہشات کی پیروی سے ڈرتا ہوں۔''

یاد رہے کہ زیادہ تر بدعتیں خواہشات کی پیداوار ہیں۔

تیسرا سبب: مخصوص لوگوں کی رائے کے لیے تعصب برتنا:

کسی کے رائے کی طرف داری کرنا یہ انسان اور دلیل کی پیروی و معرفت حق کے درمیان بہت بڑی رکاوٹ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَآ اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕ﴾ (البقرہ:170)

''اور ان سے جب کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اتاری ہوئی کتاب کی تابعداری کرو تو جواب دیتے ہیں کہ ہم تو اس طریقے کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے۔''

اور آج کل یہی حالت متعصبین کی ہے خواہ وہ مذہبِ صوفیت کے بعض پیروکار ہوں یا قبوری حضرات، جب انھیں کتاب و سنت کی پیروی اور ان دونوں کی مخالف چیزوں کو چھوڑنے کو کہا جاتا ہے تو یہ حضرات اپنے مذہب، مشائخ اور آباؤ اجداد کو دلیل بناتے ہیں اور بطور حجت پیش کرتے ہیں۔

چوتھا سبب: کافروں سے مشابہت اختیار کرنا:

کافروں سے مشابہت سب سے زیادہ بدعتوں میں مبتلا کرنے والی چیزوں میں سے ہے۔ ابو واقد اللیثی کی حدیث میں ہے، وہ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حنین کی طرف نکلے اور ابھی ہم نئے نئے مسلمان ہوئے تھے۔ مشرکوں کے لیے

ایک بیری کا درخت تھا جہاں یہ لوگ ٹھہرتے تھے اور جس کے ساتھ اپنے ہتھیار لٹکاتے تھے جسے ذات انواط کہا جاتا تھا۔ چنانچہ ہمارا گزر اس بیری کے پاس سے ہوا، ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہمارے لیے بھی ذات انواط بنا دیجیے جیسا کہ ان کے لیے ذات انواط ہے، رسول اللہ ﷺ نے تعجب کرتے ہوئے اللّٰہ اکبر کہا، اور مزید فرمایا: یہی سنتیں ہیں، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تم لوگوں نے ویسے ہی کہا ہے جیسے کہ بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ سے کہا تھا، اور مزید فرمایا::

﴿اجْعَلْ لَّنَآ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ ؕ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ ۝۱۳۸﴾

(الاعراف : 138)

''ہمارے لیے بھی ایک معبود ایسا مقرر کر دیجیے جیسے ان کے یہ معبود ہیں۔''

آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''واقعی تم لوگوں میں بڑی جہالت ہے۔''[1]

اور یہی آج حقیقت میں ہو رہا ہے اس لیے کہ اکثر مسلمانوں نے شرک و بدعت کے ارتکاب میں کافروں کی روش اپنائی ہوئی ہے جیسے برتھ ڈے منانا، یادگاری تصویریں و مجسّمے قائم کرنا، ماتم کی محفلیں منعقد کرنا، جنازے کی بدعتیں اور قبروں پر تعمیر وغیرہ۔

پانچواں سبب: آباؤ اجداد کی اندھی تقلید:

بدعت کے اسباب میں سے تقلید آباء بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَآ اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَ لَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْـًٔا وَّ لَا يَهْتَدُوْنَ ۝۱۷۰﴾

(البقرہ:170)

---

[1] سنن ترمذی، رقم: 2180، مسند احمد، رقم: 21897، صحیح ابن حبان، رقم: 6702۔ ابن حبان نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

''اور جب ان سے کہا جاتا کہ اللہ نے جو نازل فرمایا ہے اس کی اتباع کرو، تو وہ کہتے ہیں کہ ہم تو اس کی اتباع کریں گے جس پر ہم نے اپنے آباء کو پایا، تو کیا اگرچہ اُن کے آباء کچھ نہ سمجھتے ہوں اور نہ راہِ راست پر ہوں (اُنھی کی اتباع کریں گے؟)''

اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں بغیر حجت و برھان آباء واجداد کی اتباع سے روکا ہے جو درحقیقت شیطان ہی کی اتباع ہے۔اس آیت میں اس بات پر سخت نکیر کی گئی ہے کہ صریح قرآن اور صحیح سنت کے ہوتے ہوئے کسی دوسرے کی بات مانی جائے، اور قرآن وسنت کے مقابلے میں اسے دلیل بنایا جائے، اور حجت یہ پیش کی جائے کہ ہمارے امام، ہمارے مرشد، ہمارے بزرگ، اور ہمارے فقیہ زیادہ سمجھتے تھے، اور یقیناً یہ حدیثیں ان کے علم میں رہی ہوں گی، لیکن کسی اقویٰ دلیل ہی کی وجہ سے انھوں نے ان حدیثوں کا انکار کیا ہوگا۔

اورستم بالاستم یہ کہ ان حضرات نے انکار احادیث کے ان واقعات سے فقہی اصول کشید کیے اور اپنی کتابوں میں لکھا ہے کہ جب بھی کوئی حدیث ان اصولوں کے خلاف پڑے گی اسے ردّ کردیا جائے گا، اس لیے کہ یا تو وہ ضعیف ہوگی، یا مرجوح یا منسوخ ہوگی۔قرآن وسنت کے حق میں اس جرم عظیم کا بدترین نتیجہ یہ سامنے آیا کہ امت کی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں بہت سی کمزور اور واہیات قسم کی حدیثیں رائج ہوگئیں، اور وہ صحیح حدیثیں جو بخاری ومسلم نے روایت کی ہیں اور جن پر عمل نہ کرنے کا کوئی جواز امت کے پاس موجود نہیں، سینکڑوں سال سے مسلمانوں کا منہ تک رہی ہیں، اور پکار پکار کر کہہ رہی ہیں کہ ہم پر عمل کرو، ہم اللہ کے رسول کی صحیح احادیث ہیں، لیکن مقلدین انھیں درخورِ اعتناء نہیں سمجھتے۔

اسلام میں تمام گمراہ فرقوں کا وجود، شرک و بدعت کا رواج، قبروں، مزاروں اور درگاہوں کی پرستش اور عقائد کی تمام بیماریاں اسی چور دروازے سے داخل ہوئی ہیں کہ قرآن و سنت کو ترک کر کے اپنے بزرگوں، پیروں، مشائخ اور خود ساختہ معبودوں کی بات کو ترجیح دی، ان کی تقلید کی اور کہا کہ یہ حضرات جو کرتے آئے ہیں آخر ان کے پاس بھی تو کوئی دلیل رہی ہوگی، اس لیے ہم وہی کریں گے جو ہمارے بزرگ کرتے آئے ہیں اور ان حدیثوں کو ہم نہیں مانیں گے اس لیے کہ ہم اپنے بزرگوں سے زیادہ فہم نہیں رکھتے۔

جو مشرکین مختلف شرکیہ اعمال میں مبتلا تھے، ان سے جب کہا جاتا کہ تم لوگ اپنے آباؤ اجداد کی تقلید چھوڑ دو جنھوں نے اللہ کے بارے میں افترا پردازی کی تھی، اور اللہ اور اس کے رسول کے کہے پر عمل کرو، تو وہ فوراً بول اٹھتے کہ ہم تو اپنے آباؤ اجداد ہی کی تقلید کریں گے، اس کا جواب اللہ نے دیا کہ کیا باپ دادوں کی تقلید ان کے لیے کافی ہوگی، چاہے ان کے وہ باپ دادا حق کو جانتے اور پہچانتے نہ ہوں۔

﴿وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَ اِلَى الرَّسُوْلِ قَالُوْا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَ لَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا وَّ لَا يَهْتَدُوْنَ۝۱۰۴﴾ (المائدہ :104)

”اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کی نازل کردہ کتاب اور رسول کی طرف آجاؤ، تو وہ کہتے ہیں کہ ہم نے جس دین وعقیدہ پر اپنے آباؤ اجداد کو پایا، وہی ہمارے لیے کافی ہے، کیا (وہ اسی پر قائم رہیں گے) اگرچہ ان کے آباؤ اجداد نہ کچھ جانتے رہے ہوں اور نہ راہِ ہدایت پر رہے ہوں۔“

مشرکین کے فعل شنیع پر مزید نکیر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کے پاس

فرشتوں اور بتوں کی عبادت و پرستش کرنے کی کوئی دلیل نہیں ہے، صرف یہ کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے آباء و اجداد کو اسی دین پر عمل کرتے پایا ہے، لہٰذا ہم بھی اسی دین پر قائم رہیں گے:

﴿اَمْ اٰتَیْنٰهُمْ كِتٰبًا مِّنْ قَبْلِهٖ فَهُمْ بِهٖ مُسْتَمْسِكُوْنَ ۝ بَلْ قَالُوْۤا اِنَّا وَجَدْنَاۤ اٰبَآءَنَا عَلٰۤى اُمَّةٍ وَّ اِنَّا عَلٰۤى اٰثٰرِهِمْ مُّهْتَدُوْنَ ۝ وَ كَذٰلِكَ مَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِیْ قَرْیَةٍ مِّنْ نَّذِیْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَاۤ ۙ اِنَّا وَجَدْنَاۤ اٰبَآءَنَا عَلٰۤى اُمَّةٍ وَّ اِنَّا عَلٰۤى اٰثٰرِهِمْ مُّقْتَدُوْنَ ۝﴾ (الزخرف: 21 تا 22)

''کیا ہم نے انھیں اس سے پہلے کوئی کتاب دی تھی جس سے وہ چمٹے ہوئے ہیں، بلکہ اُن کا کہنا ہے کہ ہم نے اپنے باپ دادوں کو ایک طریقہ پر چلتے پایا ہے، اور ہم یقیناً اُنھی کے نقش قدم کی پیروی کرتے رہیں گے۔ اور اسی طرح ہم نے آپ سے پہلے جب بھی کسی بستی میں کوئی ڈرانے والا (نبی) بھیجا، تو ان کے عیش پرستوں نے کہا کہ ہم نے اپنے باپ دادوں کو ایک طریقہ پر چلتے پایا ہے، اور ہم یقیناً اُنھی کے نقش قدم پر چلتے رہیں گے۔''

چھٹا سبب: کفار کی مشابہت اختیار کرنا:

بنی اسرائیل جو فرعون کی غلامی سے آزاد ہونے اور سیّدنا موسیٰ علیہ السلام کے سمندر پار کرنے کے بعد جزیرہ نمائے سینا کے جنوبی علاقے کی طرف روانہ ہوئے۔ راستہ میں ان کا گزر ایسی قوم کے پاس سے ہوا جو بتوں کی پرستش کرتی تھی۔ انھیں دیکھ کر بنی اسرائیل نے سیّدنا موسیٰ علیہ السلام سے مطالبہ کیا کہ ہمیں بھی ایک ایسا ہی بت چاہیے جس کے سامنے جھکیں۔

﴿وَ جٰوَزْنَا بِبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْبَحْرَ فَاَتَوْا عَلٰى قَوْمٍ يَّعْكُفُوْنَ عَلٰٓى اَصْنَامٍ لَّهُمْ ۚ قَالُوْا يٰمُوْسَى اجْعَلْ لَّنَآ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ ۭ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ ۝۱۳۸﴾ (الاعراف: 138)

''اور ہم نے بنی اسرائیل کو سمندر عبور کرا دیا، تو ان کا گزر ایسے لوگوں کے پاس سے ہوا جو اپنے بتوں کی عبادت کر رہے تھے، انھوں نے کہا، اے موسیٰ، جس طرح ان کے کچھ معبود ہیں، آپ ہمارے لیے بھی معبود بنا دیجیے، موسیٰ نے کہا کہ واقعی تم لوگ بالکل نادان ہو۔''

مفسر بغوی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت میں کوئی شبہ نہیں تھا، بلکہ ان کا مقصد یہ تھا کہ ان بت پرستوں کی طرح ان کے لیے بھی کوئی ایسی چیز ہونی چاہیے جس کی تعظیم کر کے اللہ کا قرب حاصل کریں، اپنی شدت جہالت کی وجہ سے سمجھ بیٹھے تھے کہ اس سے ان کے دین وایمان کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا......انتھی (تفسیر بغوی)

امام احمد، ترمذی اور ابن جریر وغیرھم نے ابوواقد اللیثی سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب غزوۂ حنین کے لیے نکلے تو ایک درخت کے پاس سے گزرے جس پر مشرکین اپنے ہتھیار لٹکایا کرتے تھے، اس لیے اسے ''ذاتِ انواط'' کہا کرتے تھے، تو صحابہ میں سے بعض لوگوں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! ہمارے لیے بھی ایک ایسا ہی ''ذات انواط'' بنا دیجیے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سبحان اللہ! یہ تو وہی قوم موسیٰ کی بات ہے کہ ''بت پرستوں کے معبودوں کی طرح ہمارے لیے بھی ایک معبود بنا دیجیے'' اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تم لوگ گذشتہ قوموں کی راہ پر ضرور چلو گے۔ [1]

---

[1] سنن ترمذی، کتاب الفتن، رقم: 2180، تفسیر ابن جریر: 82/13.

یہی وجہ ہے کہ سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مقام حدیبیہ کے اس درخت کو کٹوا دیا تھا جس کے نیچے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے بیعت لی تھی، جسے بیعۃ الرضوان کہا جاتا ہے۔ امام ابوبکر طرطوش مالکی لکھتے ہیں کہ اگر تم کوئی ایسا درخت دیکھو جس کی لوگ زیارت اور تعظیم کرتے ہوں، اسے شفایابی کا سبب مانتے ہوں، اور اس میں کیلیں ٹھونکتے ہوں اور کپڑے کے ٹکڑے لٹکاتے ہوں، تو اسے کاٹ دو، کیونکہ وہ ''ذات انواط'' ہے۔ ❶

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((لَتَتْبَعُنَّ سَنَنَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ شِبْرًا شِبْرًا وَذِرَاعًا بِذِرَاعٍ، حَتَّى لَوْ دَخَلُوا جُحْرَ ضَبٍّ تَبِعْتُمُوهُمْ، قُلْنَا: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى، قَالَ: فَمَنْ.)) ❷

''تم اپنے سے پہلے لوگوں کی ضرور بالضرور بالشت اور ہاتھ کی حد تک پیروی کرو گے یہاں تک کہ اگر وہ سانڈے کے بل میں گھس گئے تو تم بھی ان کے پیچھے چلو گے (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کہتے ہیں کہ) ہم نے عرض کی کہ اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا پہلے لوگوں سے مراد یہود و نصاریٰ ہیں؟ آپ نے ارشاد فرمایا: تو پھر اور کون ہیں؟''

((عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم لَيَأْتِيَنَّ عَلٰى أُمَّتِيْ كَمَا أَتٰى عَلٰى بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ حَذْوَ النَّعْلِ بِالنَّعْلِ حَتّٰى إِنْ كَانَ مِنْهُمْ مَنْ أَتٰى أُمَّهُ عَلَانِيَةً لَكَانَ فِيْ أُمَّتِيْ

❶ تفسير ابن كثير: 395/2، 396.

❷ صحيح بخاری، كتاب الاعتصام بالكتاب والسنة، حديث: 7320.

مَنْ يَّصْنَعُ ذٰلِكَ ، وَاِنَّ بَنِىْ اِسْرَآئِيْلَ تَفَرَّقَتْ عَلٰى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِيْنَ مِلَّةً ، وَّتَفْتَرِقُ اُمَّتِىْ عَلٰى ثَلٰثٍ وَّسَبْعِيْنَ مِلَّةً ، كُلُّهُمْ فِى النَّارِ اِلَّا مِلَّةً وَّاحِدَةً ، قَالُوْا: مَنْ هِىَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: مَا اَنَا عَلَيْهِ وَاَصْحَابِىْ))❶

سیّدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: البتہ میری امت پر ایسا وقت آئے گا جیسا کہ بنی اسرائیل پر آیا۔ جس طرح جوتا جوتے کے برابر ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ اگر بنی اسرائیل میں سے کسی نے اپنی ماں سے علانیہ بدکاری کی ہوگی تو میری امت کے (کچھ بدنصیب) لوگ بھی ایسا ہی کریں گے اور بنی اسرائیل بہتر فرقوں میں بٹ گئے اور میری اُمت تہتر فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی، ایک کے سوا سب دوزخ میں جائیں گے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دریافت کیا: یا رسول اللہ وہ (نجات پانے والی) کون سی جماعت ہے؟ فرمایا جو میرے اور میرے اصحاب کے طریق پر ہوگی۔''

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اور ایسی ہی وہ چیزیں ہیں جو بعض لوگ گڑھ کر مناتے ہیں یا میلاد عیسیٰ علیہ السلام میں نصاریٰ کی مشابہت کرتے ہوئے اور یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور تعظیم میں آپ کی عید مناتے ہیں، حالانکہ آپ کی تاریخ پیدائش میں لوگوں کا اختلاف ہے کیونکہ اسے سلف کرام نے نہیں کیا ہے اگر اس کا کرنا محض خیر ہوتا یا کرنا راجح ہوتا تو سلف صالحین رحمہم اللہ ہم سے زیادہ اس کے حقدار ہوتے، کیونکہ وہ لوگ ہم سے زیادہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اور تعظیم

❶ مستدرك حاكم: 129/1، سنن ترمذى: 89/2 واللفظ له .

کرنے والے تھے اور وہ لوگ خیر کے زیادہ حریص تھے اور نبی کریم ﷺ کی محبت اور تعظیم آپ کی متابعت وفرماں برداری، نیز آپ کے حکم کی پیروی، آپ کی سنت کے احیاء ظاہری اور باطنی طور پر، آپ کی دعوت کو عام کرنے اور اس پر دل، ہاتھ اور زبان سے جہاد کرنے ہی میں ہے، کیونکہ یہی طریقہ مہاجرین وانصار سابقین اوّلین کا ہے اور ان لوگوں کا بھی ہے جنھوں نے اچھائی کے ساتھ اس کی پیروی کی۔''[1]

ساتواں سبب: غلو:

اللہ تعالیٰ نے عیسائیوں کو دین میں غلو کرنے سے منع فرمایا ہے، اس لیے کہ ہر دور میں یہ برائی ان کے اندر دوسروں کی بہ نسبت زیادہ پائی گئی۔ انھوں نے دین میں رہبانیت اور عورتوں سے کنارہ کشی کو ایجاد کیا، اور سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا مقام دیا، بلکہ اپنے علماء اور راہبوں تک کو اپنا معبود بنالیا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ يَاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ وَ لَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ؕ اِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَ كَلِمَتُهٗ ۚ اَلْقٰىهَاۤ اِلٰى مَرْيَمَ وَ رُوْحٌ مِّنْهُ ٞ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ ۚ وَ لَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ ؕ اِنْتَهُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ؕ اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ؕ سُبْحٰنَهٗۤ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ ۘ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ۝ ﴾ (النساء : 171)

''اے اہل کتاب! اپنے دین میں غلو نہ کرو، اور اللہ کی شان میں حق بات کے علاوہ کچھ نہ کہو، مسیح عیسیٰ بن مریم صرف اللہ کے رسول تھے، اور اس کا کلمہ، جسے اس نے مریم کی طرف پہنچادیا، اور اس کی طرف سے ایک

[1] اقتضاء الصراط المستقيم: 615/2.

روح، پس تم اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لے آؤ، اور تین معبودوں کے قائل نہ بنو، اس سے باز آجاؤ، اسی میں تمھاری بہتری ہے، بے شک اللہ اکیلا معبود ہے، وہ اس سے پاک ہے کہ کوئی اس کی اولاد ہو، آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے، اسی کی ملکیت ہے، اور اللہ بحیثیت کارساز کافی ہے۔''

سورۃ التوبہ میں ارشاد فرمایا:

﴿وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرٌ ابْنُ اللَّهِ وَقَالَتِ النَّصَارَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللَّهِ ۖ ذَٰلِكَ قَوْلُهُم بِأَفْوَاهِهِمْ ۖ يُضَاهِئُونَ قَوْلَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِن قَبْلُ ۚ قَاتَلَهُمُ اللَّهُ ۚ أَنَّىٰ يُؤْفَكُونَ ۝ اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللَّهِ وَالْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا إِلَٰهًا وَاحِدًا ۖ لَّا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ۚ سُبْحَانَهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ ۝﴾ (التوبة: 30، 31)

''اور یہود نے کہا کہ عزیر اللہ کے بیٹے ہیں اور نصاریٰ نے کہا کہ مسیح اللہ کے بیٹے ہیں، یہ اُن کے منہ کی بکواس ہے، ان لوگوں کے قول کی مشابہت اختیار کرتے ہیں جنھوں نے ان سے پہلے کفر کیا تھا، اللہ انھیں ہلاک کردے، کس طرح حق سے پھرے جارہے ہیں۔ ان لوگوں نے اپنے عالموں اور عابدوں کو اللہ کے بجائے معبود بنالیا اور مسیح ابن مریم کو بھی، حالانکہ انھیں تو صرف ایک اللہ کی عبادت کا حکم دیا گیا تھا جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں، وہ مشرکوں کے شرک سے پاک ہے۔''

امام احمد، ترمذی اور ابن جریر وغیرھم نے عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو ان کی گردن میں چاندی کا صلیب لٹک رہا تھا

(انھوں نے جاہلیت کے زمانہ میں عیسائیت کو قبول کرلیا تھا) تو رسول اللہ ﷺ نے آیت پڑھی: ﴿ اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ﴾ تو میں نے کہا کہ عیسائیوں نے اپنے عالموں کی عبادت تو نہیں کی، آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں، انھوں نے حلال کو حرام اور حرام کو حلال بنایا، تو لوگوں نے ان کی بات مانی اور ان کی پیروی کی، یہی ان کی عبادت ہے۔ ❶

سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے عمر رضی اللہ عنہ کو ممبر پر یہ فرماتے سنا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے سنا، آپ نے ارشاد فرمایا:

((لَا تُطْرُوْنِیْ كَمَا أَطْرَتِ النَّصَارَی ابْنَ مَرْيَمَ ، فَإِنَّمَا أَنَا عَبْدُهُ فَقُوْلُوْا: عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ .)) ❷

''مجھے نصاریٰ کی طرح نہ بڑھانا جیسا کہ انھوں نے عیسیٰ علیہ السلام کے معاملہ میں کیا میں تو اللہ کا نبی اور اس کا رسول ہوں۔''

''تم لوگ دین میں غلو کرنے سے بچو، کیونکہ تم سے پہلے لوگ غلو فی الدین کی وجہ سے تباہ و برباد ہو گئے۔''

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے غلو کو کبائر میں شمار کرتے ہوئے فرمایا کہ:

''مخلوق کے بارے میں غلو کرنا حتیٰ کہ اس کے مقام سے تجاوز کیا جائے اور بعض اوقات یہ غلو گناہ کبیرہ سے شرک کی طرف لے جاتا ہے۔'' ❸

---

❶ مسند أحمد: 378/3، سنن ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، رقم: 3095، تفسیر طبری: 212/14۔ محدث البانی نے اسے ''حسن'' قرار دیا ہے۔

❷ صحیح بخاری، کتاب أحادیث الانبیاء، رقم: 3445.

❸ اعلام الموقعین: 407/4.

مولانا حالی نے کیا خوب کہا:

تم اوروں کی مانند دھوکا نہ کھانا
کسی کو خدا کا بیٹا نہ بنانا
میری حد سے رتبہ نہ میرا بڑھانا
بڑھا کر بہت تم نہ مجھ کو گھٹانا
سب انسان ہیں واں جس طرح سرفگندہ
اسی طرح ہوں میں بھی ایک اس کا بندہ
بنانا نہ تربت کو میری صنم تم
نہ کرنا میری قبر پر سر خم تم

آٹھواں سبب: استدلالات فاسدہ واتباع متشابہات:

استدلالاتِ فاسدہ اور اتباع مشابہات بھی بدعات کے اسباب ومحرکات میں سے ہیں۔ چنانچہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((یَطْلُبُوْنَ الدُّنْیَا وَقَدْ اِعْتَادُوْا تَقْلِیْدَ السَّلَفِ ، وَأَعْرَضُوْا عَنْ نُّصُوْصِ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ ، وَتَمَسَّكُوْا بِتَعَمُّقِ عَالِمٍ وَتَشَدُّدِهِ وَاِسْتِحْسَانِهِ ، فَاَعْرَضُوْا كَلَام الشَّارِعِ الْمَعْصُوْمِ ، وَتَمَسَّكُوْا بِأَحَادِيْثَ مَوْضُوْعَةٍ ، وَتَاْوِيْلاتٍ فَاسِدَةٍ ، كَانَتْ سَبَبُ هَلاكِهِمْ .)) [1]

''اگر تم یہودیوں کا نمونہ دیکھنا چاہتے ہو تو (ہمارے زمانے کے) علمائے

[1] الفوز الکبیر فی اصول التفسیر ، ص : 10، 11 .

سوء کو دیکھو، جو دنیا کی طلب اور (اپنے) سلف کی تقلید پر جمے ہوئے ہیں۔
یہ لوگ کتاب و سنت کی نصوص (دلائل) سے منہ پھیرتے اور کسی (اپنے
پسندیدہ) عالم کے تعمق، تشدد اور استحسان کو مضبوطی سے پکڑے بیٹھے ہیں۔
انھوں نے رسول اللہ ﷺ جو معصوم ہیں، کے کلام کو چھوڑ کر موضوع
روایات اور فاسد تاویلوں کو گلے سے لگالیا ہے۔ اسی وجہ سے یہ لوگ ہلاک
ہوگئے ہیں۔''

جن لوگوں کے دلوں میں کفر و نفاق ہے وہ متشابہ آیتوں کے در پے ہوتے ہیں، تا کہ لوگوں کو شبہات میں مبتلا کرسکیں، اپنے باطل عقائد و نظریات پر فاسد تاویلات کے ذریعہ ان سے استدلال کرسکیں، اور اسلام میں بدعتوں کو رواج دے سکیں۔ ایسے لوگ یقیناً بیمار عقل والے ہوتے ہیں جو مشتبہ آیتوں کی تلاش میں ہوتے ہیں، تا کہ اپنے باطل افکار کی تائید میں کوئی دلیل لاسکیں، اور مسلمانوں میں شر اور فتنہ پھیلاسکیں۔

﴿ فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَ ابْتِغَآءَ تَاْوِيْلِهٖ ۚ وَ مَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗۤ اِلَّا اللّٰهُ ؔ وَ الرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ ۙ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ۚ وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّاۤ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝ ﴾

(آل عمران : 7)

''پس جن لوگوں کے دلوں میں کھوٹ پن ہوتا ہے وہ فتنہ انگیزی کی غرض
سے اور (اپنی خواہش نفس کے مطابق) تاویل کی غرض سے انہی متشابہ
آیتوں کے پیچھے لگ جاتے ہیں، حالانکہ ان کی تاویل اللہ کے علاوہ کوئی
نہیں جانتا، اور راسخ علم والے کہتے ہیں کہ ہم اُن پر ایمان لے آئے،

سب ہمارے ربّ کی طرف سے ہیں اور نصیحت تو صرف عقل والے حاصل کرتے ہیں۔''

نواں سبب: تعصب مذہبی:

تعصب بہت بُری چیز ہے، اس کی وجہ سے اُمت مختلف گروہوں اور فرقوں میں بٹ گئی اور اس کی بنا پر دوستی یا دشمنی کی جانے لگی۔ حالانکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد پاک ہے:

﴿وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا﴾ (آل عمران: 103)

''اور اللہ کی رسّی کو مضبوطی سے پکڑلو اور فرقوں میں مت بٹو۔''

تعصب سے افتراق وعداوت اس حد تک بڑھ گئی کہ بعض اصحاب مذہب نے مخالف مذہب کی لڑکی یا اس کے عکس سے نکاح کو ناجائز قرار دیا ہے اور بعض نے مخالف مذہب کی لڑکی کو یہودی یا نصرانی عورت کی طرح سمجھ کر نکاح کو جائز قرار دیا۔ اسی طرح مخالف مذہب کے امام کے پیچھے نماز کو بھی ناجائز قرار دیا ہے۔

چنانچہ ابن ہمام حنفی رقمطراز ہیں کہ: ''ابوالیسر نے کہا ہے: کہ حنفی آدمی کی صلاۃ شافعی کے پیچھے جائز نہیں! اس کی وجہ یہ ہے کہ مکحول نخعی نے اپنی کتاب یشفاع'' میں رقم کیا ہے کہ رکوع کو جاتے اور رکوع سے اٹھتے ہوئے رفع الیدین کرنے سے نماز فاسد ہوجاتی ہے کیونکہ یہ عمل کثیر ہے۔'' [1]

شیخ محمد حیات سندھی حنفی نے کہا ہے:

''ہمارے اہل زمانہ نے جو خاص مذہب کے التزام کی بدعت ایجاد کی ہے کہ ہر ایک کسی ایک مذہب سے منتقل ہوکر دوسرے مذہب میں جانے کو ناجائز کہتا ہے۔ تو یہ

[1] فتح القدیر : 31/1.

جہالت، بدعت اور ظلم ہے۔ ہم نے ایسے لوگوں کو دیکھا ہے جو صحیح غیر منسوخ احادیث کو چھوڑ کر جن مذاہب کی کوئی سند نہیں انھی سے تمسک کرتے ہیں۔"اِنَّـا لِـلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ . ❶

اسی تعصب مذہبی کے نتیجے میں ہی لوگوں نے مسجد الحرام کو چار یا پانچ مصلوں میں بانٹ رکھا تھا۔ جیسا کہ گذشتہ صفحات میں گزرا ہے۔

یہ ملاں کافروں کو دولت اسلام کیا دے گا
اسے کافر بنانا بس مسلمانوں کو آتا ہے
تعصب نے اس صاف چشم کو آکر
کیا بغض کے خار و خس سے مکدر

دسواں سبب: بدعتی لوگوں کی ہم نشینی:

ابتدائے اسلام میں مشرکین مکہ صحابہ کرام کو قرآن پڑھتے دیکھتے تو مذاق اُڑاتے، اور باتیں بناتے، انھی حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی اور رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام کو منع کیا کہ کفار جب قرآن کا مذاق اڑا رہے ہوں تو ایسی مجلسوں سے اُٹھ جائیں، یہاں تک کہ وہ لوگ کوئی اور بات کرنے لگیں:

﴿ وَ اِذَا رَاَیْتَ الَّذِیْنَ یَخُوْضُوْنَ فِیْۤ اٰیٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰى یَخُوْضُوْا فِیْ حَدِیْثٍ غَیْرِهٖ ؕ وَ اِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ۝۶۸ ﴾ (الانعام: 68)

"اور جب آپ اُن لوگوں کو دیکھئے جو ہماری آیتوں کے خلاف باتیں بناتے ہیں، تو آپ ان سے اعراض کیجیے، یہاں تک کہ وہ اس کے علاوہ

❶ ایقاظ همم أولی الأبصار، ص: 70.

کوئی اور بات کرنے لگیں، اور اگر شیطان آپ کو بھلا دے تو یاد آنے کے بعد ظالم لوگوں کے ساتھ نہ بیٹھئے۔''

اور جب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہجرت کر کے مدینہ شریف پہنچے، تو وہاں بھی جب کفار اور منافقین کا ایسا ہی رویہ تھا کہ وہ لوگ قرآن کریم اور رسول اللہ ﷺ کا مذاق اڑاتے تھے، تو اللہ تعالیٰ نے ایسی مجلسوں سے اجتناب کرنے کا حکم دیا، جیسا کہ سورۂ نساء میں آیا ہے:

﴿وَ قَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَ يُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖٓ ۖ اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْكٰفِرِيْنَ فِيْ جَهَنَّمَ جَمِيْعَا ۙ﴾

(النساء: 140)

''اللہ نے قرآن میں تمھارے لیے اتارا ہے کہ جب تم سنو کہ اللہ کی آیتوں کا انکار کیا جا رہا ہے، اور اس کا مذاق اُڑایا جا رہا ہے، تو اُن کے ساتھ نہ بیٹھو، یہاں تک کہ اس کے علاوہ کوئی اور بات کرنے لگیں، ورنہ تم انھی کے جیسے ہو جاؤ گے۔''

مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ حکم عام ہے، اور اُمت مسلمہ کے ہر فرد کا فرض ہے کہ جہاں کہیں بھی اسلام کا یا قرآن وسنت وغیرہ کا مذاق اُڑایا جا رہا ہو، یا بدعت وخرافات کی طرف دعوت دی جا رہی ہو اس مجلس کا بائیکاٹ کرے، ورنہ اس پر بھی وہی حکم لگے گا جس کا بیان ابھی سورۂ نساء کے آخر میں گزرا کہ ﴿اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ﴾ تم بھی ان کے مانند ہو جاؤ گے۔''

حضرت محمد بن سیرین رحمہ اللہ اسی آیت کریمہ کی روشنی میں اہل بدعت سے مجالست

کو مردود قرار دیتے تھے، اور فرماتے کہ یہ آیت انھی کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ ❶

اور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اِنَّمَا مَثَلُ الْجَلِيْسِ الصَّالِحِ وَالْجَلِيْسِ السُّوْءِ كَحَامِلِ الْمِسْكِ وَنَافِخِ الْكِيْرِ ، فَحَامِلُ الْمِسْكِ اِمَّا أَنْ يُّحْذِيَكَ وَاِمَّا أَنْ تَبْتَاعَ مِنْهُ ، وَاِمَّا أَنْ تَجِدَ مِنْهُ رِيْحًا طَيِّبَةً ، وَنَافِخُ الْكِيْرِ اِمَّا أَنْ يُحْرِقَ ثِيَابَكَ وَاِمَّا أَنْ تَجِدَ رِيْحًا خَبِيْثَةً)) ❷

''نیک ہم نشین اور بُرے ہم نشین کی مثال مشک فروش اور آگ کی بھٹی دھونکنے والے کی سی ہے۔ مشک فروش یا تو آپ کو مشک ہدیہ میں دے دے گا یا آپ اس سے خرید لیں گے یا کم از کم تمھیں اس سے پاکیزہ خوشبو ضرور ملے گی اور بھٹی دھونکنے والا یا تو تمھارے کپڑے جلا دے گا یا کم از کم تمھیں اس سے بدبو ملے گی۔''

امام فضیل بن عیاض رحمہ اللہ نے ارشاد فرمایا:

''یقیناً اللہ کے فرشتے ذکر کے حلقے تلاش کرتے رہتے ہیں لہٰذا دیکھو کہ تمہارا اٹھنا بیٹھنا کس کے ساتھ ہے؟ بدعتی کے ساتھ نہ ہو، کیونکہ اللہ ان کی طرف نہیں دیکھتا اور نفاق کی علامت یہ ہے کہ آدمی کا اٹھنا بیٹھنا بدعتی کے ساتھ ہو۔'' ❸

---

❶ سير أعلام النبلاء: 610/4.

❷ صحيح البخارى، كتاب الذبائح والصيد، باب السمك، حديث رقم: 5534، صحيح مسلم، كتاب البر والصلة، باب استحباب مجالسة الصالحين . . . .، حديث رقم: 2628، بروایت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ.

❸ حلية الاولياء: 104/8.

گیارہواں سبب: تصوف:

یہ معاملے ہیں نازک، جو تیری رضا ہو تو کر
کہ مجھے تو خوش نہ آیا یہ طریق خانقاہی

تصوف بدعت کی جڑ ہے۔ ائمہ رحمہم اللہ نے اس سے بہت ڈرایا ہے، کیونکہ اس کے ذریعہ انسان غیر محسوس طریقے سے گمراہی میں چلا جاتا ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((لَوْ اَنَّ رَجُلًا تَصَوَّفَ أَوَّلَ النَّهَارِ لَا يَأْتِيْ الظُّهُرُ حَتَّى يَصِيْرَ أَحْمَقَ))

''اگر کسی نے شروع دن میں صوفیانہ زندگی اختیار کر لی تو وہ دوپہر تک احمق ہوجائے گا۔''

((مَا لَزِمَ أَحَدٌ الصُّوْفِيِّيْنَ أَرْبَعِيْنَ يَوْمًا فَعَادَ عَقْلُهٗ .))

''جس کسی نے متواتر چالیس دن تک کسی صوفی کی صحبت اختیار کی تو اس کی عقل دوبارہ لوٹ کر نہیں آئے گی۔''

اور امام اہل السنہ احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((حَذِّرُوْا مِنَ الْحَارِثِ أَشَدَّ التَّحْذِيْرِ ، اَلْحَارِثُ أَصْلُ الْبَلْبَلَةِ يَعْنِيْ فِيْ حَوَادِثِ كَلَامِ جَهْمٍ ، ذَاكَ جَالَسَهٗ فُلَانٌ وَفُلَانٌ وَأَخْرَجَهُمْ اِلٰى رَأْيِ جَهْمٍ مَا زَالَ مَأْوٰى أَصْحَابِ الْكَلَامِ ، حَارِثٌ بِمَنْزِلَةِ الْأَسَدِ الْمُرَابَطِ اُنْظُرْ أَيَّ يَوْمٍ يَثُبُّ عَلَى النَّاسِ)) [1]

''حارث صوفی سے جہاں تک ہو سکے بچو، کیوں کہ وہ مصیبت کی جڑ ہے،

---

[1] الفكر الصوفى فى ضوء الكتاب والسنة، ص : 683، 684.

جہم بن صفوان کے کلام کے حوادث کا شکار ہے، دیکھتے نہیں کہ فلاں اور فلاں اشخاص اس کے ہم جلیس ہیں، جس نے ان کو جہم بن صفوان کی رائے کا پابند بنادیا ہے، جواب تک علم کلام والوں کا ملجی و ماویٰ ہے، حارث کی مثال گھات میں رہنے والے شیر کی ہے، دیکھو وہ کس دن حملہ کرتا ہے۔''

یہ سلسلے بھی تصوف کے ہیں، ان سے صحبت و مجلس بدعت کی طرف لے جاتی ہے۔

1: سلسلہ نقشبندیہ	2: سلسلہ سہروردیہ
3: سلسلۂ قادریہ	4: سلسلہ چشتیہ

1: **سلسلہ نقشبندیہ** :...... یہ سلسلہ جو ''سلسلۂ خواجگان'' بھی کہلایا۔ اپنی قدامت سے سب سے پہلے آتا ہے۔ ترکستان میں اس کی بنیاد پڑی۔ اس سلسلے کے بزرگوں میں محمد اتا لیسوی (المتوفی 570ھ) اور عبدالخالق غجدوانی نے اس کو فروغ دینے کی بڑی کوششیں کیں، لیکن اس کو مقبول عام بنانے کا شرف بہاء الدین نقشبند (المتوفی 785ھ) کو حاصل ہوا، ان کے بعد یہ سلسلہ ''نقشبندیہ'' کے نام سے مشہور ہو گیا۔ اگرچہ نقش بندی سلسلہ سب سے زیادہ قدیم ہے، مگر ہندوستان میں یہ سلسلہ دیگر سلاسل کے بعد پہنچا۔ حضرت باقی باللہ (المتوفی 1014ھ) اس سلسلے کو ہندوستان لائے اور ان کے عزیز ترین مرید اور خلیفہ حضرت شیخ احمد سرہندی المعروف بہ مجدد الف ثانی (المتوفی 1035ھ) نے اس سلسلے کو ہندوستان میں ترقی دی۔ ان کے بعد یہ سلسلہ ''سلسلۂ مجددیہ'' کے نام سے مشہور ہو گیا۔

2: **سہروردی سلسلہ** :...... یہ سلسلہ شیخ شہاب الدین سہروردی کی طرف منسوب ہے، انہوں نے اس سلسلے کی ترویج و اشاعت بڑی محنت اور جانفشانی سے کی تھی۔ انہوں نے اپنی کتاب ''عوارف المعارف'' میں ''خانقاہی نظام'' ترتیب دیا اور

رفتہ رفتہ تمام سلسلوں نے اس نظام کو اپنا نصب العین بنالیا۔ ان کے خلفاء میں قاضی حمید الدین ناگوری اور بہاء الدین زکریا ملتانی کو بہت شہرت حاصل ہوئی۔ زکریا ملتانی نے ملتان، اوچ اور دیگر مقامات پر سہروری سلسلے کی مشہور خانقاہیں قائم کیں۔

ہندوستان میں مسلمانوں کے عہد سلطنت کے ابتدائی دور میں صرف چشتیہ اور سہروردیہ سلسلوں کا وجود ملتا ہے۔ سہروردیہ سلسلے کی خانقاہیں ملتان اور سندھ تک محدود تھیں۔ چشتیوں نے اپنا نظام پاک پٹن سے لے کر لکھنوتی اور دہلی سے لے کر دیوگیر تک قائم کیا تھا۔

❸: **قادریہ سلسلہ** :...... یہ سلسلہ شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی کی طرف منسوب ہے، یہ بغداد میں قائم ہوا اور رفتہ رفتہ اس کی شاخیں تمام اسلامی ملکوں میں پھیل گئیں۔ ہندوستان میں یہ سلسلہ نویں صدی ہجری میں شاہ نعمت اللہ قادری نے قائم کیا۔ سیّد محمد غوث گیلانی، مخدوم شیخ عبدالقادر ثانی، سیّد موسیٰ اور شیخ عبدالحق دہلوی نے اس سلسلہ کو عہد مغلیہ میں فروغ دیا۔

❹: **چشتیہ سلسلہ** :......اس سلسلے کی داغ بیل تو شیخ ابواسحاق شامی (المتوفی 316ھ) نے ڈالی تھی، لیکن اس کو پروانہ چڑھانے اور پھیلانے کا کام حضرت معین الدین حسن سنجری (المتوفی 611ھ) نے انجام دیا۔ ہندوستان میں سب سے پہلے چشتیہ سلسلہ کی داغ بیل رکھی گئی تھی۔ شیخ معین الدین چشتی کے عزیز مرید اور خلیفہ قطب الدین بختیار کاکی نے چشتیہ سلسلے کو مقبول عام کرنے کی بے حد کوشش کی اور ان کے بعد ان کے خلیفہ فریدالدین مسعود گنج شکر نے اس سلسلے کو منظّم کیا اور ان کے خلیفہ نظام الدین اولیاء نے اسے معراج کمال تک پہنچایا۔

اس زمانے میں بدر الدین سمر قندی تصوف کا ''سلسلہ فردوسیہ'' لے کر ہندوستان

تشریف لائے تھے۔موصوف سیف الدین باخرزری کے خلیفہ تھے،لیکن یہ سلسلہ صرف صوبہ ''بہار'' تک محدود رہا۔اس سلسلے کو پروان چڑھانے کا کام شرف الدین یحیٰؒ منیری نے انجام دیا۔

دسویں صدی ہجری میں شاہ عبداللہ شطاری نے ''سلسلہ شطاریہ'' قائم کیا تھا،سیّد محمد غوث گوالیاری اور وجیہہ الدین علوی گجراتی نے اس سلسلے کو ہندوستان میں ترقی دی۔ جہانگیر بادشاہ کے عہد کے بعد اس سلسلے کا اثر ہندوستان میں رفتہ رفتہ بہت کم ہو گیا تھا۔

تصوف کا ایک اور سلسلہ جو'' صابریہ سلسلہ'' کے نام سے مشہور ہے۔اس سلسلہ کی نسبت علی احمد صابر کی طرف ہے جو فریدالدین مسعود گنج شکر کے خلیفہ تھے۔اس سلسلے کے پروان چڑھنے کی وجوہات یہ ہوئیں کہ چشتیہ سلسلے کا تابناک دور جو معین الدین چشتی سے شروع ہوا تھا وہ ان کے مرید اور خلیفہ نصیر الدین چراغ دہلوی کی وفات کے بعد چشتیہ سلسلے کا مرکزی نظام ختم ہو گیا، تو دوسری طرف فیروز شاہ کے انتقال کے بعد (1388ء) میں سلطنت دہلی کی مرکزی حیثیت ختم ہو گئی تھی۔صوبوں میں خود مختار حکومتیں پیدا ہو گئی تھیں اور دہلی کی امتیازی شان جاتی رہی تھی۔ پھر سلطان محمد تغلق کے حکم سے دہلی ساری آبادی رکن کے شہر'' دیوگیر'' منتقل ہو گئی تو اس سلسلے کے سارے مشائخ بھی تتر بتر ہو گئے اور چشتیہ سلسلے کا سارا نظام درہم برہم ہو کر رہ گیا۔

صابریہ سلسلہ اسی دور میں پروان چڑھا تھا۔اس دور میں اس سلسلہ کا مرکز امروہہ تھا۔علی احمد صابر کے حالات سے معاصر تذکرے اور تاریخیں یکسر خالی ہیں۔ یہ اپنی زندگی میں سلسلہ کی ترقی کے لیے کچھ نہ کر سکے،لیکن ان کے بعد ان کے سلسلے کے بزرگوں نے اس کو فروغ دینے کی بڑی جدوجہد کی۔

صابر یہ سلسلے میں علاء الدین احمد صابر کلیری کو بڑی اہمیت حاصل ہے، ان کے خلیفہ اور سجادہ نشین شمس الدین ترک تھے۔ ان کے بعد جمال الدین پانی پتی مسند خلافت پر بیٹھے۔ ان کے چالیس (40) خلیفہ تھے جن میں عبدالحق کو سلسلہ صابریہ کو آگے بڑھانے کا شرف حاصل ہوا۔ آپ نے ردولی ضلع بارہ بنکی میں اپنی خانقاہ قائم کی تھی۔ اس وقت چشتیہ سلسلے کا مرکزی نظام ختم ہو چکا تھا اور دہلی اور اس کے ارد گرد کا تمام علاقہ چشتیہ سلسلے کے بزرگوں سے تقریباً خالی تھا۔ 837ھ میں شیخ عبدالحق کے انتقال کے بعد ان کے بیٹے شیخ عارف سجادہ نشین ہوئے، اور ان کے بعد ان کے صاحب زادے محمد ردولوی سجادہ شیخیت پر بیٹھے۔ ان کے بعد یہ سلسلہ ان کے عزیز مرید وخلیفہ عبدالقدوس گنگوہی کے ہاتھوں میں پہنچا۔ یہ صابریہ سلسلے کے پہلے بزرگ ہیں جن کے حالات معاصر تذکروں اور تاریخوں م یں تفصیل سے ملتے ہیں۔ انہیں جو شہرت حاصل ہوئی وہ اس سے قبل اس سلسلے کے کسی بزرگ کو نہیں ملی تھی۔ صابریہ سلسلہ کے نظام کو ترتیب دینا اور اسے پھیلانا عبدالقدوس گنگوہی کا ہی کام تھا۔

عبدالقدوس گنگوہی کے خلیفہ جلال الدین تھانیسری ہوئے اور ان کے خلفاء میں ابوسعید گنگوہی نے صابریہ سلسلے کی اشاعت میں کافی سرگرمی کا ثبوت دیا۔ ابوسعید گنگوہی کے سب سے زیادہ مشہور خلیفہ محبّ اللہ الہ آبادی تھے۔ ان کے بعد اس سلسلے کو ان کے خلیفہ سیّد شاہ محمد ین کے مرید شاہ عضد الدین (المتوفی 1172ھ) نے ترقی د۔ ان کے بعد مسند خلافت علی الترتیب شاہ عبدالہادی (المتوفی 1190ھ) اور شاہ عبدالباری (المتوفی 1226ھ) کے ہاتھ آئی۔ شاہ عبدالباری کے خلیفہ حاجی سیّد عبدالرحیم فاطمی تھے جو سیّد احمد شہید بریلوی کی تحریک جہاد میں ان کے ساتھ شامل ہو گئے تھے اور پھر ''بالاکوٹ'' میں انہوں نے جامِ شہادت نوش کیا۔ انہیں حاجی عبدالرحیم فاطمی کے خلیفہ

میاں جی نور محمد جھنجھانوی (المتوفی 1259ھ) ہوئے جن کے مرید حاجی امداد اللہ مہاجر مکی تھے جو دیو بندی مکتب فکر کے شیخ الشیوخ ہیں، کیونکہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کے خلفاء میں مولانا رشید احمد گنگوہی اور مولانا اشرف علی تھانوی کو دیو بندی مکتب فکر کا امام اور مقتدی مانا جاتا ہے، اس طرح سلسلۂ صابریہ کے ذریعہ نظریاتی طور پر دیوبندی مکتب فکر، اس تصوف سے پوری طرح وابستہ ہے جو اپنے برگ و بار کے لحاظ سے شرک و بدعت کی جڑ ہے۔ ❶

بارہواں سبب: طمع و لالچ:

طمع و لالچ بھی انسان کو بدعت کی طرف لے جاتا ہے، چنانچہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((بَادِرُوْا بِالْأَعْمَالِ فِتَنًا؛ كَقِطَعِ اللَّيْلِ الْمُظْلِمِ يُصْبِحُ الرَّجُلُ مُؤْمِنًا وَيُمْسِيْ كَافِرًا ، أَوْ يُمْسِيْ مُؤْمِنًا وَيُصْبِحُ كَافِرًا ، يَبِيْعُ دِيْنَهُ بِعَرَضٍ مِنَ الدُّنْيَا)) ❷

''ان فتنوں کے وقوع پذیر ہونے سے پہلے نیک اعمال کی طرف سبقت اور جلدی کرو جو شب دیجور کے ٹکڑوں کی طرح ہوں گے کہ آدمی صبح کو مومن ہوگا اور شام کو کافر یا شام کو مومن ہوگا، اور صبح کو کافر وہ اپنے دین کو دنیوی سامان کے عوض فروخت کر دے گا۔''

دوسرے مقام پر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

((مَا ذِئْبَانِ جَائِعَانِ أُرْسِلَا فِيْ غَنَمٍ بِأَفْسَدَ مِنْ حِرْصِ الْمَرْءِ

---

❶ اسلام میں بدعت وضلالت کے محرکات، ص: 115 تا 118۔

❷ صحيح مسلم، كتاب الايمان، رقم : 118.

عَلَى الْمَالِ وَالشَّرْفِ لِدِيْنِهِ)) ❶

''بکریوں کے کسی ریوڑ میں بھیجے گئے دو بھوکے بھیڑیے اتنے زیادہ نقصان دہ نہیں ہوتے جتنا مال وشرف کا لالچی آدمی دین کو نقصان پہنچاتا ہے۔''

تیرہواں سبب: اکابر پرستی:

جاہل اور غلو کرنے والے یہودیوں نے سیّدنا عزیر علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا قرار دیا، جن کا زمانہ عیسیٰ علیہ السلام سے تقریباً ساڑھے پانچ سو سال پہلے کا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ انھوں نے بکھرے ہوئے تورات کو اکٹھا کیا، اور عبرانی زبان میں لکھی ہوئی تمام اسرائیلی کتابوں کو جمع کر کے بنی اسرائیل کے لیے قانون کی ایک عظیم کتاب تیار کی۔ جس سے متاثر ہوکر یہودیوں نے انھیں اللہ کا مجازی بیٹا کہنا شروع کر دیا، جو توحید باری تعالیٰ کی شان کے خلاف تھا۔

اور گمراہ نصاریٰ میں سے کسی نے عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا، کسی نے ان کو بعینہ اللہ اور کسی نے انھیں تین میں سے ایک معبود قرار دیا۔

﴿وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرٌ ابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ ۚ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ ۚ يُضَاهِـُٔوْنَ قَوْلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ ۚ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۚ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ۝﴾ (التوبة : 30)

''اور یہود نے کہا کہ عزیر اللہ کے بیٹے ہیں اور نصاریٰ نے کہا کہ مسیح اللہ کے بیٹے ہیں، یہ اُن کے منہ کی بکواس ہے، ان لوگوں کے قول کی مشابہت اختیار کرتے ہیں جنھوں نے ان سے پہلے کفر کیا تھا، اللہ انھیں ہلاک

---

❶ سنن الترمذی، کتاب الزهد، باب حدثنا سويد، رقم : 6732۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

کردے، کس طرح حق سے پھرے جا رہے ہیں۔''

قوم نوح صالحین کی عبادت کرنے لگی۔ قوم کے سرغنوں نے عوام الناس کو شرک پر ابھارتے ہوئے کہا کہ جن معبودوں کی ہمارے اور تمھارے آباء پرستش کرتے آئے ہیں، انھیں ہرگز نہیں چھوڑو، اور اُن کی عبادت پر سختی کے ساتھ جمے رہو۔ تم لوگ اپنے معبود وَدّ، سواع، یغوث، یعوق اور نسر کو کسی حال میں فراموش نہ کرو۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ:

ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر قوم نوح میں نیک لوگوں کے نام تھے جب وہ لوگ وفات پا گئے تو شیطان نے ان کی قوم کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ ان کے بیٹھنے کی جگہوں پر ان کے ناموں کے مجسّمے بنا کر گاڑ دو، چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا اور جب وہ لوگ مر گئے، اور ان کے درمیان سے علم اُٹھ گیا تو اُن مجسّموں کی عبادت کی جانے لگی۔''[1]

چودھواں سبب: عقل پرستی:

عقل پرستی انسان کو گمراہ کر دیتی ہے۔ چنانچہ امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

نهـــايةُ اقـــدامِ الـعـقـولِ عـقـــالُ
وأكثـــرُ سـعـــى الـعـالمين ضلالُ
وأرواحـنُـا فـى وحشةٍ فى جسومنا
وحـــاصـــلُ دنيـــانـــا أذى ووبـالُ
ولـم نستـفـد من بحثنا طولَ عمرنا
سـوى أن جـمـعـنـا فيه قيل وقالوا

[1] صحيح بخارى، رقم: 492.

''عقلوں کے گھوڑوں کی منزل ہے بے بسی اور علماء کی زیادہ محنت گمراہی کا سبب ہے۔ ہماری روحیں ہمارے جسموں میں وحشت زدہ ہیں اور ہماری دنیا کا حاصل تکلیف اور مصیبت ہے۔ ہماری عمر بھر کی بحثوں سے ہمیں کوئی فائدہ نہیں ہوا سوائے اس کے کہ ہم نے اس میں قیل اور قالوا کو جمع کر دیا ہے۔'' [1]

پندرہواں سبب: ابتلائے شک وشبہ:

مشرکین مکہ اپنے جھوٹے معبودوں جنھیں انھوں نے اور اُن سے پہلے ان کے آباء واجداد نے اللہ کے ناموں سے مشتق نام دے رکھے تھے، ان میں معبود بننے کی کوئی بھی صفت موجود نہیں تھی، انھوں نے محض اپنی طرف سے ان کے ایسے نام رکھ دیے تھے، جن کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں تھا، اور جن کی اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل نہیں نازل کی تھی۔ وہ محض اپنے وہم وگمان اور اپنی خواہش نفس کی اتباع کرتے تھے، حالانکہ اُن کے پاس اُن کے رب کی طرف سے واضح دلیل آ چکی تھی کہ یہ بت اس لائق نہیں کہ ان کی عبادت کی جائے۔ عبادت تو صرف اُس اللہ جل شانہ کے لیے خاص ہے جو ہر چیز کا خالق اور آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان کی ہر چیز کا مالک ہے۔

مشرکین مکہ کے لیے ان کے رب کی طرف سے نبی کریم ﷺ کے ذریعہ جو ہدایت آئی، اس سے انھوں نے منہ پھیر لیا، اور اپنی من مانی تمناؤں سے رشتہ جوڑ لیا، اور خیال باطل کو اپنے دل میں جگہ دے دی کہ اُن کے بت اُن کے لیے سفارشی بنیں گے:

[1] یہ ابن خطیب المعروف فخر الدین رازی کے اشعار ہیں، شاطبی نے انھیں ''الافادات والانشادات'' میں (صفحہ 84، 85) پر اپنی سند کے ساتھ بیان کیا ہے، اور المقری کی کتاب ''نفخ الطیب'' (19/9) میں اور لسان الدین ابن خطیب کی کتاب ''الاحاطة فی اخبار غرناطه'' (222/2) میں دوسری سند کے ساتھ مروی ہیں۔

﴿ إِنْ هِيَ إِلَّآ أَسْمَآءٌ سَمَّيْتُمُوهَآ أَنتُمْ وَءَابَآؤُكُم مَّآ أَنزَلَ اللَّهُ بِهَا مِن سُلْطَٰنٍ ۚ إِن يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْأَنفُسُ ۖ وَلَقَدْ جَآءَهُم مِّن رَّبِّهِمُ الْهُدَىٰٓ ﴾ (النجم : 23)

''یہ بت تو محض نام ہیں جنھیں تم نے اور تمھارے باپ دادوں نے رکھ لیے ہیں، اللہ نے ان کی کوئی دلیل نازل نہیں کی ہے، وہ لوگ محض وہم وگمان کی پیروی کرتے ہیں، اور اپنی خواہش نفس کی، حالانکہ اُن کے پاس اُن کے رب کی طرف سے ہدایت آ چکی ہے۔''

سولھواں سبب: کتمانِ حق:

کتمان حق بھی اسبابِ بدعت میں سے بڑا سبب ہے۔ جب حق پس پردہ ہوجائے تو بدعات سے پردہ اٹھ جاتا ہے، جن لوگوں کا شیوہ کتمانِ حق ہو وہ باطل کو بیان کرنے والے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی شدید مذمت فرمائی جو انبیاء و رسل کے ذریعہ بھیجی گئی ہدایت و رہنمائی کو لوگوں سے چھپاتے تھے۔

﴿ إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَآ أَنزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَٰتِ وَالْهُدَىٰ مِنۢ بَعْدِ مَا بَيَّنَّٰهُ لِلنَّاسِ فِى الْكِتَٰبِ ۙ أُو۟لَٰٓئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللَّهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللَّٰعِنُونَ ﴾

(البقرہ : 159)

''بے شک جو لوگ ہماری نازل کردہ نشانیوں اور ہدایت کو چھپاتے ہیں، اس کے باوجود کہ ہم اسے لوگوں کے واسطے کتاب میں بیان کر چکے ہیں، ان پر اللہ اور تمام لعنت کرنے والے لعنت کرتے ہیں۔''

یہ آیت کریمہ اگرچہ یہود و نصاریٰ کے ان علماء کے بارے میں نازل ہوئی تھی جنھوں نے نبی کریم ﷺ کی صداقت کی نشانیوں کو چھپایا تھا، لیکن اس کا حکم عام ہے،

ہر وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ حق کو چھپاتا ہے، وہ لازمی طور پر اس وعید شدید میں شامل ہوگا۔

چند آیات آگے کتمانِ حق کرنے والوں کے لیے وعید کا دوبارہ ذکر کیا تاکہ امت مسلمہ کے افراد ایسی مذموم صفت سے اپنے آپ کو بچا کر رکھیں۔ ارشاد فرمایا:

﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ یَكْتُمُوْنَ مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَ یَشْتَرُوْنَ بِهٖ ثَمَنًا قَلِیْلًا ۙ اُولٰٓىِٕكَ مَا یَاْكُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِهِمْ اِلَّا النَّارَ وَ لَا یُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَ لَا یُزَكِّیْهِمْ ۖۚ وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۝ ﴾ (البقرہ: 174)

”جو لوگ اللہ کی نازل کردہ کتاب کو چھپاتے ہیں، اور اس کے بدلے حقیر سی قیمت قبول کر لیتے ہیں، وہ درحقیقت اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ بھرتے ہیں، اور روزِ قیامت اللہ اُن سے کلام نہیں فرمائے گا، اور نہ اُنھیں پاک کرے گا، اور اُن کے لیے بڑا دردناک عذاب ہوگا۔“

سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ سُئِلَ عَنْ عِلْمٍ یَعْلَمُهُ فَكَتَمَهُ أُلْجِمَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ بِلِجَامٍ مِّنَ النَّارِ .))[1]

”جس شخص سے کوئی علم دریافت کیا گیا جسے وہ جانتا ہے اور اس نے اسے چھپا لیا تو اسے قیامت کے روز آگ کی لگام پہنائی جائے گی۔“

---

[1] سنن الترمذی، کتاب العلم، باب ما جاء فی کتمان العلم، حدیث نمبر: 2649، سنن ابوداؤد، کتاب العلم، باب کراھیة منع العلم، حدیث نمبر: 3658، سنن ابن ماجه، المقدمة، باب من سئل عن علمه فکتمه، حدیث نمبر: 266، مسند احمد: 263/2، 305۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ”صحیح“ قرار دیا ہے۔

سترہواں سبب: تحریف:

تحریف بھی بدعت کے اسباب میں سے ہے اور بڑا مذموم فعل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے علمائے یہود کے لیے وعید شدید کا ذکر فرمایا جو تحریف کیا کرتے تھے:

﴿فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ ۖ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لِيَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۭ فَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ اَيْدِيْهِمْ وَ وَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُوْنَ ۝﴾ (البقرہ: 79)

''پس ویل (ہلاکت) ہے ان لوگوں کے لیے جو اپنے ہاتھ سے کتاب لکھ لیتے ہیں، پھر کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے، تاکہ اس کے بدلے کچھ مال حاصل کریں، پس ان کے لیے خرابی ہے، اپنے ہاتھوں سے لکھی ہوئی (کتاب) کے سبب، ان کے لیے خرابی ہے ان کی اپنی کمائی کے سبب۔''[1]

[1] تفصیل کے لیے دیکھیے: بدعت از شیخ صالح بن فوزان الفوزان۔

باب 4

بدعت کے نقصانات اور مفاسد

ابتداع واحداث، باعث خسارہ وگھاٹا ہے۔ بلکہ سراسر گھاٹا ہے کہ اس سے فائدہ ہو ہی نہیں سکتا۔ ذیل کی سطور میں بدعت کے نقصانات اور مفاسد کو بیان کیا جاتا ہے۔

(1) بدعتی کی توبہ قبول نہیں ہوتی:

بدعتی آدمی بدعت کو نیکی سمجھ کر رہا ہوتا ہے، لہٰذا نہ وہ اسے گناہ سمجھ کر توبہ کرتا ہے، اور نہ ہی اس کی توبہ قبول ہوتی ہے۔ چنانچہ امام سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''شیطان لعین کو گناہوں کی بہ نسبت بدعت زیادہ محبوب ہے کیونکہ گناہوں سے تو توبہ کرلی جاتی ہے لیکن بدعت سے توبہ نہیں کی جاتی۔'' ❶

اور سیّدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((اِنَّ اللہَ حَجَبَ التَّوْبَۃَ عَنْ صَاحِبِ کُلِّ بِدْعَۃٍ .)) ❷

''اللہ تعالیٰ نے ہر بدعتی سے توبہ کو روک دیا ہے۔''

اور ایک روایت میں یہ لفظ زائد ہیں:

((حَتّٰی یَدَعَ بِدْعَتَہٗ .)) ❸

''یہاں تک کہ وہ اپنی بدعت کو چھوڑ دے۔'' تب اس کی توبہ قبول ہوتی ہے۔''

❶ شرح السنة از امام بغوی: 216/1.

❷ المعجم الأوسط للطبرانی: 62/8، حدیث نمبر: 4713، سلسلة احادیث صحیحه، رقم: 1620.

❸ صحیح ترغیب و ترهیب للالبانی الجزء الاول، رقم الحدیث: 52.

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''البتہ تو بہ اس طور پر ممکن اور واقع ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے ہدایت دے کہ اس کی راہنمائی فرمائے یہاں تک کہ حق اس کے لیے آشکارا ہو جائے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے بہت سارے کفار و منافقین اور اہل بدعت و ضلالت کو ہدایت عطا فرمائی۔'' ❶

(2) بدعت سے گناہ ملتا ہے:

حضرت عمرو بن عوف مزنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ نے ارشاد فرمایا:

''جس نے میری سنت سے کوئی ایک سنت زندہ کی اور لوگوں نے اس پر عمل کیا تو سنت زندہ کرنے والے کو بھی اتنا ہی ثواب ملے گا، جتنا اس سنت پر عمل کرنے والے تمام لوگوں کو ملے گا جبکہ لوگوں کے اپنے ثواب میں سے کوئی کمی نہیں کی جائے گی۔ اور جس نے بدعت جاری کی اور پھر اس پر لوگوں نے عمل کیا تو بدعت جاری کرنے والے پر ان تمام لوگوں کا گناہ ہوگا، جو اس بدعت پر عمل کریں گے جبکہ بدعت پر عمل کرنے والے لوگوں کے اپنے گناہوں کی سزا سے کوئی چیز کم نہیں ہوگی (یعنی وہ بھی پوری پوری سزا پائیں گے)۔'' ❷

مزید اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

((مَنْ سَنَّ فِی الْإِسْلَامِ سُنَّةً سَيِّئَةً فَعُمِلَ بِهَا بَعْدَهُ كُتِبَ

❶ مجموع فتاوٰی شیخ الاسلام ابن تیمیه: 9/10.

❷ سنن ابن ماجه، المقدمة، رقم: 209، 210۔ محدث البانی نے اسے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

عَـلَيْــهِ مِثْـلُ وِزْرِ مَـنْ عَـمِـلَ بِهَا وَلَا يَنْقُصُ مِنْ أَوْزَارِهِمْ شَيْءٌ .)) ❶

''جس نے اسلام کے اندر کوئی برا طریقہ ایجاد کیا اس پر خود اس کا گناہ ہوگا اور اس کے بعد اس پر عمل کرنے والے تمام لوگوں کا گناہ بھی ہوگا اس کے بغیر کہ ان کے گناہوں میں کوئی کمی واقع ہو۔''

(3) بدعت باعث لعنت ہے:

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مَـنْ أَحْـدَثَ فِيْهَا حَدَثًا أَوْ اٰوَى فِيْهَا مُحْدِثًا ، فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ الـلّٰـهِ ، وَالْـمَلٰئِكَةِ ، وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ ، لَا يُقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَلَا عَدَلٌ .)) ❷

''جس نے مدینہ میں کوئی بدعت ایجاد کی یا کسی بدعتی کو پناہ دی، اس پر اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے، اللہ تعالیٰ اس کی کوئی فرض یا نفل عبادت قبول نہ فرمائے گا۔''

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((لَـعَـنَ الـلّٰـهُ مَنْ لَعَنَ وَالِدَهُ ، وَلَعَنَ اللّٰهُ مَنْ ذَبَحَ لِغَيْرِ الـلّٰهِ ، وَلَعَنَ اللّٰهُ مَنْ آوٰى مُحْدِثًا ، وَلَعَنَ اللّٰهُ مَنْ غَيَّرَ

❶ صحيح مسلم، كتاب العلم، رقم: 6800 .

❷ صـحيـح بـخـارى، كتـاب الاعتـصـام، باب اثم من آوى محدثا، حديث نمبر : 3706، صـحيـح مسـلـم، كتاب الحج، باب فضل المدينة، ودعاء النبى ﷺ فيها بالبركة، حديث نمبر : 1366 .

مَنَارَ الْاَرْضِ .))❶

''اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے اس شخص پر جو اپنے والدین پر لعنت کرے جو غیر اللہ کے نام پر جانور ذبح کرے جو بدعتی کو پناہ دے اور جو زمین کی حدیں تبدیل کرے۔''

(4) بدعت کے آنے سے سنت اٹھ جاتی ہے:

حسان بن عطیہ محاربی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((مَـا ابْتَدَعَ قَوْمٌ بِدْعَةً فِي دِيْنِهِمْ اِلَّا نُزِعَ مِنْ سُنَّتِهِمْ مِثْلِهَا ، ثُمَّ لَا يُعِيْدُهَا اِلَيْهِمْ اِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ .))❷

''جب کوئی قوم اپنے دین میں کوئی بدعت ایجاد کرتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس جیسی ایک سنت اٹھا لیتا ہے پھر تا قیامت اسے ان تک واپس نہیں لوٹاتا۔''

(5) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق کا خاتمہ:

اہل بدعت کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق ٹوٹ جاتا ہے جو کہ زبردست گھاٹا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّيْ .))❸

''جو شخص میری سنت سے اعراض کرے وہ مجھ سے نہیں۔''

(6) بدعتی حوض کوثر سے دور ہٹا دیا جائے گا:

سیّدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے

---

❶ صحيح مسلم، كتاب الأشربة، رقم: 5124.

❷ سنن الدارمي: 45/1.

❸ صحيح بخاري، كتاب النكاح، رقم: 5063.

ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((أَنَا فَرَطُكُمْ عَلَى الْحَوْضِ، مَنْ وَرَدَهُ شَرِبَ مِنْهُ وَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ لَمْ يَظْمَأْ أَبَدًا، لَيَرِدَنَّ عَلَيَّ أَقْوَامٌ أَعْرِفُهُمْ وَيَعْرِفُونَنِيْ، ثُمَّ يُحَالُ بَيْنِيْ وَبَيْنَهُمْ)) ❶

''میں حوض کوثر پر تمھارا پیش رفت ہوں گا، جو بھی آئے گا اس سے نوش کرے گا اور جو بھی اس سے نوش کرے گا اسے پھر کبھی پیاس نہ لگے گی اور میرے پاس کچھ لوگ ایسے آئیں گے جنھیں میں پہچانوں گا اور وہ مجھے پہچانتے ہوں گے، پھر میرے اور ان کے درمیان دیوار حائل کر دی جائے گی۔''

اور ایک روایت میں ہے کہ میں کہوں گا: ((اِنَّهُمْ مِنِّیْ)) یہ میرے امتی ہیں'' تو کہا جائے گا: ((اِنَّكَ لَا تَدْرِیْ مَا أَحْدَثُوْا بَعْدَكَ)) ''آپ نہیں جانتے کہ ان لوگوں نے آپ کے بعد کیا کیا بدعتیں ایجاد کر لی تھیں'' تو میں کہوں گا: ((سُحْقًا سُحْقًا لِمَنْ غَيَّرَ بَعْدِیْ .)) ''ایسے لوگوں کو مجھ سے دور ہٹاؤ جنھوں نے میرے بعد میرے دین میں تبدیلیاں کر لی تھیں۔'' ❷

اور سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((يَا رَبِّ أَصْحَابِیْ أَصْحَابِیْ، فَيُقَالُ: اِنَّكَ لَا تَدْرِیْ مَا

---

❶ صحيح البخاری، كتاب الفتن، رقم: 7051، صحيح مسلم، كتاب الفضائل، باب اثبات حوض نبيناﷺ وصفاته: 1793/3، حديث نمبر: 2290.

❷ صحيح البخاری، كتاب الرقائق، باب فی حوض النبیﷺ، حديث نمبر: 6583.

أَحْدَثُوْا بَعْدَكَ؟)) ❶

''(کہ میں کہوں گا) اے میرے رب! یہ میرے اصحاب ہیں، یہ میرے اصحاب ہیں، تو کہا جائے گا: آپ نہیں جانتے کہ ان لوگوں نے آپ کے بعد کیا کیا بدعتیں ایجاد کر لی تھیں۔''

(7) بدعتی اسلام کو گرانے میں مدد کرتا ہے:

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ وَقَّرَ صَاحِبَ بِدْعَةٍ فَقَدْ اَعَانَ عَلٰی هَدْمِ الْاِسْلَامِ .)) ❷

''جس نے کسی بدعتی کی عزت و تکریم کی تو اس نے اسلام کو گرانے میں مدد کی۔''

((عَنِ الْفُضَيْلِ بْنِ عَيَاضٍ رَحِمَهُ اللهُ قَالَ اِذَا رَأَيْتَ مُبْتَدِعًا فِيْ طَرِيْقٍ فَخُذْ فِيْ طَرِيْقٍ آخَرَ وَ لَا يُرْفَعُ لِصَاحِبِ بِدْعَةٍ اِلَى اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ عَمَلٌ ، وَ مَنْ اَعَانَ صَاحِبَ بِدْعَةٍ فَقَدْ اَعَانَ عَلٰی هَدْمِ الدِّيْنِ)) ❸

''جناب فضیل بن عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جب تم راستے میں بدعتی کو دیکھو تو راستہ تبدیل کر لو، بدعتی کا کوئی عمل قبول نہیں ہوتا اور جس نے کسی

---

❶ صحیح البخاری، کتاب الرقائق، باب فی حوض النبی ﷺ ، حدیث نمبر : 6575، صحیح مسلم، کتاب الفضائل ، باب اثبات حوض نبینا ﷺ و صفاته، حدیث نمبر : 2297.

❷ الشریعة للآجری، ص: 962، رقم: 2040.

❸ خصائص اهل السنة.

بدعتی کی مدد کی گویا اس نے دین اسلام کو گرانے میں مدد کی۔''

(8) بدعتی کا مقدر گمراہی:

رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے:

((وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ.)) ❶

''اور ہر بدعت گمراہی ہے۔''

مشہور تابعی امام ابوقلابہ رحمہ اللہ کا قول ہے:

''بے شک بدعتی لوگ گمراہ ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ وہ دوزخ میں ہی جائیں گے۔'' ❷

❶ صحيح مسلم، كتاب الجمعة، رقم: 2008.

❷ سنن الدارمی، رقم: 101.

باب 5

اہل بدعت کے ساتھ تعلق کا حکم

اہل بدعت کے ساتھ میل جول گمراہی کا باعث ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ وَ اِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِي الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ ﴾

(الانعام: 116)

''اور اگر (اے پیغمبر!) آپ زمین میں بسنے والے اکثر لوگوں کی بات مانیں گے تو وہ آپ کو اللہ کی راہ سے گمراہ کر دیں گے۔''

امام اسماعیلی سلف صالحین کا قول نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

((وَيَـرَوْنَ أَهْـلَ الْـحَـدِيْثِ مَجَانِبَةَ الْبِدْعَةِ وَالْآثَامِ ، وَتَرْكَ الْـغِيْبَةِ اِلَّا لِـمَـنْ أَظْهَـرَ بِدْعَةً وَهُوَ يَدَعُ اِلَيْهَا ، فَالْقَوْلُ فِيْهَا لَيْسَ بِغَيْبَةٍ عِنْدَهُمْ .)) [1]

''گناہ اور غیبت سے بچتے تھے ہاں اس شخص کے بارے میں بات چیت کرتے جس کا بدعتی ہونا واضح ہو جاتا، اور وہ شخص اس بدعت کی دعوت بھی دیتا ہو۔ ایسے شخص (کی غیر موجودگی میں اس) کے بارے میں بات چیت کرنا اہل السنہ کے نزدیک غیبت نہیں ہے۔''

[1] اعتقاد آئمہ الحدیث: 87 .

امام بغوی رحمہ اللہ:

امام بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''یقیناً اللہ کے نبی ﷺ نے اس اُمت کے فرقوں میں بٹ جانے اور ان میں خواہشات و بدعات کے پیدا ہوجانے کی بھی خبر دے دی ہے، اور نجات کا فیصلہ اس جماعت کے حق میں کردیا جو نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طریقے پر چلے گی۔ اب یہ بات ایک مسلمان پر لازم ہے کہ جب کوئی شخص بدعات وخواہشات کوعقیدہ بنا کر سرانجام دے یا پھر وہ ایسا کرم کرے جو سنت کو کمزور کردے تو اس سے قطع تعلقی کرے اور اس سے برأت و بیگانگی کا اظہار کرے اور اس کو زندگی وموت دونوں صورتوں میں چھوڑ دے (یعنی اس کے خوشی وغمی کے معاملات میں شریک نہ ہو) جب کبھی ملاقات ہوتو سلام بھی نہ کہے اور اگر وہ پہلے سلام کہے تو اس کا جواب نہ دے یہاں تک کہ وہ اس بدعت کو چھوڑ کر حق کی طرف لوٹ آئے، امام بغوی نے اس کا جواب دیتے ہوئے کہا: تین دن سے زیادہ بات چیت چھوڑنا اس وقت حرام ہے جب اس کی وجہ سے محبت اور معاشرت پر منفی اثر ہو،مگر جب دین کے معاملہ میں ہواور دین کےحق میں ہوتو تب یہ گناہ نہیں بلکہ خواہشات پرست لوگوں سے اس وقت تک بات چیت بند رکھی جائے جب تک وہ توبہ نہ کرلیں۔'' [1]

حسن بصری رحمہ اللہ:

حسن بصری رحمہ اللہ کہتے ہیں:'' زمانہ ماضی میں اہل سنت اقلیت میں تھے، آئندہ

[1] شرح السنة: 223/1، 227.

بھی وہ اقلیت میں ہی رہیں گے۔ یہ وہ ہیں جو نہ تو تکبر میں متکبر لوگوں کے ساتھی بنے، اور نہ بدعت میں اہل بدعت کے ساتھی بنے، بلکہ سنت پر رہ کر صبر کرتے رہے، یہاں تک کہ اپنے رب سے جا ملے اور تم بھی ایسے ہی ہو جاؤ۔''❶

امام فضیل بن عیاض رحمہ اللہ:

امام فضیل بن عیاض رحمہ اللہ نے فرمایا:

''یقیناً اللہ کے فرشتے ذکر کے حلقے تلاش کرتے رہتے ہیں لہٰذا دیکھو کہ تمھارا اُٹھنا بیٹھنا کس کے ساتھ ہے؟ بدعتی کے ساتھ نہ ہو کیونکہ اُن (بدعتیوں) کی طرف (رحمت سے) نہیں دیکھتا اور نفاق کی علامت یہ ہے کہ آدمی کا اٹھنا بیٹھنا بدعتی کے ساتھ ہو۔''❷

قاضی فضیل بن عیاض رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں:

''میں کسی یہودی یا عیسائی کے ہاں کھانا کھاؤں یہ مجھے اس بات سے زیادہ پسند ہے کہ کسی بدعتی کے ہاں سے کھانا کھاؤں، کیونکہ جب میں یہودی و عیسائی کے ہاں کھانا کھاؤں گا تو اس بات میں میری پیروی نہیں کی جائے گی، لیکن جب میں کسی بدعتی کے ہاں کھانا کھاؤں گا تو لوگ اس میں میری پیروی کریں گے، میں تو یہ چاہتا ہوں کہ میرے اور بدعتی کے درمیان لوہے کا قلعہ (یا پردہ) ہو، سنت کے مطابق تھوڑا سا عمل کرنا یہ بدعتی کے (بہت سارے) اعمال سے بہتر ہے اور جو شخص بدعتی کے ساتھ بیٹھتا ہے تا کہ وہ اس بدعتی کو اللہ سے ڈرائے تو یہ صحیح ورنہ اس کو ڈرنا چاہیے کہ کہیں یہ بھی

---

❶ بحواله نجات يافته كون؟ ص : 149.

❷ الطيوريات: 318/2، رقم : 258، حلية الاولياء: 104/8.

عذاب کی لپیٹ میں نہ آ جائے اور بدعتی کو اپنے دین کے بارے میں نہ بتاؤ اور اپنے معاملات میں اس سے مشورہ بھی نہ لو۔''❶

ابن مفلح حنبلی رحمہ اللہ:

ابن مفلح حنبلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''متوکل نے اپنے دورِ حکومت میں فتویٰ پوچھنے کے لیے امام احمد رحمہ اللہ کے پاس آدمی کو بھیجا کہ ہم حکومتی کاموں کے لیے عیسائیوں کو مزدور، ملازم رکھیں یا پھر بدعتی اور خواہش پرست لوگوں کو ملازم رکھیں؟ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فتویٰ دیا کہ عیسائیوں کو ملازم رکھنا بدعتیوں کو ملازم رکھنے سے بہتر ہے، پھر جب متوکل کا قاصد چلا گیا تو امام احمد کے پاس بیٹھے ہوئے لوگوں نے آپ سے سوال کیا۔ امام صاحب نے جواب دیا کہ یہود ونصاریٰ تو ذلیل ورسوا کیے ہوئے ہیں اور ان کی برائی واضح ہے، لیکن یہ اہل بدعت لوگوں پر ان کے دین کو خلط ملط کرتے ہیں اور ان سے ان کے صحیح دین کو چھپاتے ہیں۔''❷

فضیلۃ الشیخ صالح بن فوزان الفوزان:

فضیلۃ الشیخ صالح بن فوزان الفوزان حفظہ اللہ اپنی کتاب ''بدعت'' میں رقمطراز ہیں:

بدعتیوں کے پاس آنا جانا، ان کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا حرام ہے، ہاں اگر مقصد ان کو نصیحت کرنا اور ان کے اس فعل پر نکیر ہو تو جائز ہے۔ اس لیے کہ بدعتی سے ملنا جلنا، ملنے والے پر بہت برا اثر چھوڑتی ہے جس کی برائیاں دوسروں کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیتی

---

❶ حلیة الاولیاء أبی نعیم: 301/8.

❷ الآدب الشرعیة: 165.

ہیں اور جب انھیں بدعت سے روکنے اور گرفت کرنے کی طاقت نہ ہوتو ان سے اور ان کی برائیوں سے ڈرانا ضروری ہے۔ اور ممکن ہونے کی صورت میں مسلم علماء کرام اور ان کے اولی الامر پر ان کی گرفت کرنا، ان کی برائیوں سے انھیں باز رکھنا اور انھیں بدعتوں سے روکنا واجب ہے اس لیے کہ اسلام پر ان کے خطرات بہت سخت ہیں۔

پھر یہ جاننا ضروری ہے کہ کافر ممالک بدعت کی نشر و اشاعت میں بدعتیوں کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں مختلف طریقوں سے ان کی مدد کرتے ہیں۔ اس لیے کہ اس میں اسلام کا خاتمہ نظر آتا ہے اور اس کی صورت دوسروں کی نظریں بگاڑنا مقصد ہے۔ اللہ تعالیٰ سے ہم سوال کرتے ہیں کہ وہ اپنے دین کی مدد فرمائے اور اپنے کلمے کو بلند کرے اور دشمنوں کو رسوا کرے۔''

باب 6

اہل بدعت کے شبہات اور ان کا ازالہ

اہل بدعت اپنی ایجاد کردہ بدعات کو تقویت دینے کے لیے، بلکہ انھیں دین کا حصہ ثابت کرنے کے لیے چند شبہات پیش کرتے ہیں، جن کا ازالہ انتہائی ضروری ہے تا کہ سادہ لوح عوام ان خبیث لوگوں کی خباثت سے محفوظ رہ سکیں۔

پہلا شبہ:

بدعت سنت حسنہ ہے، جس کے شروع کرنے والے کو ماجور قرار دیا گیا ہے۔

چنانچہ سیّدنا جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَعُمِلَ بِهَا بَعْدَهُ كُتِبَ لَهُ مِثْلُ أَجْرِ مَنْ عَمِلَ بِهَا وَلَا يَنْقُصُ مِنْ أُجُوْرِهِمْ شَيْءٌ، وَ مَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً سَيِّئَةً فَعُمِلَ بِهَا بَعْدَهُ كُتِبَ عَلَيْهِ مِثْلُ وِزْرِ مَنْ عَمِلَ بِهَا وَلَا يَنْقُصُ مِنْ أَوْزَارِهِمْ شَيْءٌ)) [1]

’’جس نے اسلام میں کوئی اچھا طریقہ شروع کیا خود اسے اس کا اجر ملے گا اور ان تمام لوگوں کا اجر بھی جو اس کے بعد اس پر عمل کریں گے بغیر اس کے کہ ان لوگوں کے اجر میں کسی قسم کی کمی واقع ہو، اور جس نے اسلام میں کوئی برا طریقہ شروع کیا تو اس کے اوپر اس کا اپنا گناہ ہوگا اور ان لوگوں کا بھی جنھوں نے اس کے بعد اس پر عمل کیا بغیر اس کے کہ ان لوگوں کے گناہ

[1] صحیح مسلم، کتاب العلم، رقم: 6800.

میں کسی قسم کی کمی واقع ہو۔''

ازالہ: ......اسلام مکمل بھی ہے اور محفوظ بھی ہے۔ اسلام میں اگر کسی نے قرآن و سنت کے طریقے کو اپنایا متروکہ سنت کو دوبارہ شروع کیا یہ حدیث اس کے لیے خوشخبری ہے اور جس نے اسلام میں کوئی بُرا طریقہ یا بدعت اختیار کی اُس کے لیے وعید ہے۔

دوسری بات یہ حدیث کا ٹکڑا ہے مکمل حدیث کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ قبیلہ مضر کے لوگوں کے فقر و فاقہ کو دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو صدقہ کی ترغیب دی، صحابہ کرام نے اتنا صدقہ کیا کہ سب سے پہلے ایک انصاری صحابی ایک تھیلی لائے جس کی وجہ سے اُن کے ہاتھ تھک گئے، اس کے بعد یکے بعد دیگرے غلے اور کپڑوں کے دو ڈھیر لگ گئے۔ پھر نبی کریم ﷺ بہت خوش ہوئے اُس وقت نبی کریم ﷺ نے یہ حدیث مبارک ارشاد فرمائی تھی۔ لہٰذا اس کو بدعت ایجاد کرنے کے لیے دلیل بنانا جہالت، شریعت اسلامیہ سے ناواقفیت کے علاوہ کچھ نہیں۔

دوسرا شبہ:

بدعت حسنہ اور بدعت سیئہ کی تقسیم اور مزید سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا لوگوں کو ایک امام کے پیچھے تراویح پر جمع کرنا اور علیحدہ علیحدہ ائمہ کے پیچھے تراویح کو بدعت حسنہ قرار دینا اس امر کی دلیل ہے کہ بدعت، حسنہ بھی ہوتی ہے اور مذمت تو بدعت سیئہ کی ہے نہ کہ حسنہ کی۔

ازالہ: ...... نبی کریم ﷺ سے مسجد میں باجماعت تراویح پڑھانا، صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ لہٰذا اسے بدعت کہنا جہالت پر مبنی ہے۔اور اگر سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو ایک امام پر جمع کیا تو وہ بھی قابل تعریف اور قابل عمل بات ہے۔ انھوں نے شریعت اسلامیہ میں کوئی بدعت ایجاد نہیں کی تھی، بلکہ سنت ہی سے

باجماعت نماز پڑھنا ثابت تھی، اسی سنت کا احیاء کیا تھا تا کہ مسجد میں زیادہ جماعتوں کے بجائے ایک جماعت کروائی جائے، اور یہی سنت طریقہ تھا۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے:

((عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ .))❶

''تم میری اور میرے ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت کو لازم پکڑو۔''

پس سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا باجماعت تراویح پڑھنے کا حکم دینا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع ہوجانا ہمارے لیے حجت ہے۔

بعض لوگ سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے قول ''نِعْمَتِ الْبِدْعَةُ هٰذِهِ '' سے دھوکہ دیتے ہیں، کہ بدعت اچھی بھی ہوتی ہے۔ حالانکہ جس عمل کی نص قرآن وسنت میں موجود ہو، وہ بدعت کیسے ہوسکتی ہے، سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کے یہ الفاظ لغوی طور تھے نہ کہ شرعی بدعت کے معنی میں کیونکہ شریعت میں بدعت سیئہ ہی ہوتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ اپنے ہر خطبہ میں ارشاد فرمایا کرتے تھے:

((وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ))❷

''اور ہر بدعت گمراہی ہے۔''

اور سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

((وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَإِنْ رَآهَا النَّاسُ حَسَنَةً .))❸

''ہر بدعت گمراہی ہے، اگرچہ لوگ اس کو اچھا تصور کریں۔''

---

❶ مسند أحمد: 127/4، سنن ابوداؤد: 13/5۔ 15، سنن ترمذی، رقم: 2671۔ محدث البانی نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

❷ صحیح مسلم، کتاب الجمعة، رقم: 2005.

❸ شرح السنة للمروزی، ص: 85.

اس اثر کی روشنی میں بدعت کی تقسیم سیئہ اور حسنہ کے لحاظ سے کرنا قطعی درست نہیں ہے۔

تیسرا شبہ:

بدعتی لوگ قرآن مجید کے جمع کو بھی بدعت حسنہ کہہ کر بدعت کی ترویج کرنا چاہتے ہیں۔

ازالہ :...... نبی کریم ﷺ نے حکم فرمایا کہ:

((لَا تَكْتُبُوْا عَنِّیْ غَیْرَ الْقُرْآنِ .)) ❶

''میری طرف سے قرآن کے سوا کچھ نہ لکھو۔''

رسول اللہ ﷺ نے خلفائے راشدین کے طریقے کو اپنانے کا حکم فرمایا ہے، لہٰذا انھوں نے قرآن مجید کو کتابی شکل میں جمع فرمایا اور اس پر تمام صحابہ کرام کا اجماع ہے۔ اور ہم پر فرض ہے کہ خلفائے راشدین اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اجماع پر عمل کریں، لہٰذا جمع قرآن کو بدعت قرار دینا کسی لحاظ سے بھی صحیح نہیں اور نہ ہی اس کو دلیل بنا کر دین اسلام میں نئی نئی بدعات وخرافات ایجاد کرنے کی جرات کرنی چاہیے۔

❶ صحيح مسلم: 2298/4.

باب 7

چند بدعات کا بیان

یہ خود ساختہ عید میلاد النبیؐ جسے موجودہ زمانے کے مبتدعین بڑی دھوم دھام سے مناتے ہیں، اس کا ثبوت قرآن وحدیث اور سلف صالحین رحمہم اللہ سے نہیں ملتا، خیر القرون میں اس کا کہیں بھی وجود نہیں تھا۔ خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جن کے نام کی یہ عید منائی جاتی ہے، ان کے اعلان نبوت کے بعد 23 مرتبہ یہ دن آیا، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بھی اس کو عید قرار نہیں دیا۔ اس کے لیے خصوصی محافل قائم نہیں کیں اور نہ ہی اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس کا حکم فرمایا، اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے دور میں اور آخری صحابی سیّدنا ابو طفیل رضی اللہ عنہ کی وفات تک کئی بار یہ دن آیا، کسی صحابی نے بھی اس کو بطور عید منانے کا اہتمام نہیں کیا۔

اسی طرح امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ کے ایام ہائے زندگی میں یہ دن کئی بار آیا، لیکن کسی ایک امام نے بھی اس کو عید قرار دے کر اس کا اہتمام نہیں کیا، اور کسی ایک امام کی کتاب میں بھی اس کا تذکرہ نہیں ملتا۔ اگر اس کا تعلق دین کے ساتھ ہوتا تو خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ائمہ محدثین رحمہم اللہ ضرور اس کا تذکرہ کرتے، اگر نہیں کیا تو لامحالہ یہ بدعت ہے اور بدعت مردود ہے۔

عید میلاد کے ایجاد کی تاریخ:

سب سے پہلے فاطمی امراء جو ''رافضی العقیدۃ'' تھے، انہوں نے یہ بدعت ایجاد کی۔ علامہ تقی الدین احمد بن علی المعروف بالمقریزی فرماتے ہیں:

((كان للخلفاء الفاطميين فى طول السنة اعياد، ومواسم وهــى مـوسـم راس السـنة، ومـوسـم اول العـام ويوم عاشوراء، ومولد النبى ﷺ، ومولد على بن ابى طالب، و مولد الحسن، ومولد الحسين عليهما السلام، و مولد فاطمة الزهراء عليها السلام، و مولد الخليفة الحاضر)) ❶

''فاطمی خلفاء سالوں کے لمبے عرصے میں عیدیں اور تہوار مناتے تھے اور یہ تہوار سال کے شروع میں عاشورے کے دن میلاد النبی ﷺ، اور میلاد علی، اور میلاد حسن و حسین رضی اللہ عنہم اور میلاد فاطمہ رضی اللہ عنہا اور موجودہ خلیفہ کا میلاد ہوتا تھا۔''

اسی بات کو کہ یہ فاطمی خلفاء کی اختراع تھی علامہ محمد بخیت الحنفی مفتی مصر نے اپنی کتاب "احسن الكلام فيما يتعلق بالسنة والبدعة من الاحكام، ص 44، 45" پر ذکر کیا ہے۔

اربل میں میلاد کی ابتداء:

امام ابو محمد عبدالرحمان بن اسماعیل المعروف ابوشامہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((كـان اول مـن فـعـل ذلك بـالـمـوصل الشيخ عمر بن مـحمد الملا احد الصالحين المشهورين، وبه اقتدى فى ذلك صاحب اربل وغيره.)) ❷

''موصل شہر میں سب سے پہلے عمر بن محمد الملا، جو مشہور صوفیا میں سے تھا

❶ المواعظ والاعتبار بذكر الخطط والاثار: 490/1.

❷ الباعث على انكار البدع والحوادث، ص: 71.

اس نے اسے ایجاد کیا، اور اربل کے بادشاہ نے بھی اس کی اس مسئلہ میں اقتداء کی۔''

اربل کے بادشاہ کا تعارف:

اس کا نام ابوسعید کوکبوی بن ابی الحسن علی بن یکشکسین بن محمد اور لقب الملک المعظم مظفر الدین تھا۔ امام سیوطی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ:

((واول من احدث فعل ذلك صاحب اربل الملك المظفر ابو سعيد كوكبوى .))[1]

''سب سے پہلے (اربل میں) جس شخص نے میلاد کی بدعت ایجاد کی، وہ اربل کا بادشاہ الملک المظفر ابوسعید کوکبوری ہے۔''

علامہ یاقوت الحموی رحمہ اللہ میں فرماتے ہیں۔

((فانه كثير الظلم، عسوف بالرعيه، راغب فى اخذالاموال من غير وجهها......الخ))[2]

''یہ بادشاہ بہت بڑا ظالم، رعایا پر بہت زیادہ جبر وستم کرنے والا اور لوگوں کے اموال کو بلاوجہ غصب کرنے میں رغبت رکھنے والا تھا۔''

اس فضول خرچ ظالم بادشاہ کو اس وقت محفل میلاد کے لیے قرآن وسنت کی نصوص کو مختلف تاویلات باطلہ کا لبادہ اوڑھا کر مواد فراہم کرنیوالا ایک مُلّاں مل گیا، جس نے اس موضوع پر ایک کتاب "التنوير فى مولد السراج المنير" مرتب کر کے اس

---

[1] الحاوی للفتاوی: 189/1.

[2] معجم البلدان: 38/1.

سے ایک ہزار دینار انعام حاصل کیا۔ ❶

اس مولوی کا نام عمر بن الحسن ابو الخطاب بن دحیہ الاندلسی ہے۔ امام ذہبی فرماتے ہیں:

((متهم فی نقله .)) ''اپنی نقل میں متہم ہے۔'' ❷

امام ابن نجار فرماتے ہیں:

((رایت الناس مجتمعين على كذبه ووضعه وادعائه سماع مالم يسمعه ولقاء من لم يلقه......)) ❸

''میں نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ اس کے جھوٹ، وضع حدیث اور اس کے ایسے لوگوں سے سماع اور ملاقات کے دعوے جن سے اس نے کچھ نہیں سنا، اور نہ ہی ملاقات کی ہے، یہی متفق و مجتمع تھے۔'' ❹

شیخ تاج الدین عمر بن علی الفاکہانی رحمہ اللہ سے اس عید کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا:

((لا اعلم لهذا المولد اصلاً فی کتاب ولا سنة ، ولا ينقل عمله عن احد من علماء الامة الذين هم القدوة فی الدين ، المتسكون بالاثار ، المتقدمين ، بل هوبدعة احدثتها البطانون ، وشهوة نفس اعتنى بها الاكالون .)) ❺

❶ الحاوی للفتاوی: 189/1، البداية و النهاية : 144/12، وفيات الاعيان : 449/3 و 119/4 .

❷ ميزان الاعتدال: 186/3 . ❸ لسان الميزان: 168/5 .

❹ ائمہ محدثین کے فتاویٰ۔

❺ الحاوی للفتاوی : 190/1، 191 .

''میں کتاب و سنہ میں اس میلاد کا کوئی اصل نہیں جانتا اور علماء امت جو کہ دین، نمونہ اور متقدمین کے آثار کو تھامنے والے تھے، ان میں سے کسی ایک سے بھی اس کا عمل منقول نہیں، بلکہ یہ بدعت ہے جسے باطل پرست نفسانی خواہشات کے دلدادہ اور پیٹ پرستوں نے گھڑا ہے۔''

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''سلف صالحین رضی اللہ عنہم نے محفل میلاد کا انعقاد، اس کے تقاضے کا قیام اور رکاوٹ و مانع کے نہ ہونے کے باوجود نہیں کیا۔ اور اگر یہ محض خیر و بھلائی یا راجح بات ہوتی تو سلف صالحین رضی اللہ عنہم ہماری نسبت اس کے زیادہ حقدار تھے، وہ ہماری نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اور تعظیم میں زیادہ سخت اور نیکی کے کاموں میں زیادہ حریص تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اور تعظیم کا کمال، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہراً و باطناً اطاعت کرنے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے آگے سر تسلیم خم کرنے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو زندہ کرنے، اور جو احکامات دے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا گیا اسے پھیلانے، اور ان امور پر دل، ہاتھ اور زبان کے ساتھ جہاد کرنے میں ہے۔ اور یہی طریقہ انصار و مہاجرین جو سب سے سبقت کرنے والے اور ان کی اچھے طریقے کے ساتھ پیروی کرنے والوں کا تھا۔'' [1]

مجوزین میلاد کی دلیل کا جائزہ:

پہلی دلیل:...... صحیح بخاری میں ہے کہ عروہ نے کہا: ثوبیہ ابولہب کی باندی تھی، اور ابولہب نے اسے آزاد کر دیا تھا، پس اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پلایا جب ابولہب

[1] اقتضاء الصراط المستقيم ومخالفة أصحاب الجهيم، ص: 295.

مر گیا تو اس کے خاندان میں کسی نے اسے خواب میں بُری حالت میں دیکھا تو اس نے کہا: تو نے کیا پایا؟ ابولہب نے کہا: تمہارے بعد میں نے سکون نہیں پایا، سوائے اس بات کے کہ ثوبیہ کو آزاد کرنے کی وجہ سے ذرا سا کچھ اس میں سے پلا دیا جاتا ہوں۔ (اس نے انگوٹھے اور شہادت کی انگلی کی طرف اشارہ کر کے کہا) اس روایت سے معلوم ہوا کہ جب کافر رسول اللہ ﷺ کی ولادت پر خوشی میں لونڈی آزاد کرے تو اس کے عذاب میں تخفیف ہوگی تو مسلمان کی کیا شان ہے؟

جواب: اولاً :...... دین اسلام وحی کے علاوہ کسی چیز سے ثابت نہیں ہوتا، اس حدیث میں جس بات کا ذکر ہے، وہ خواب ہے اور خواب بھی نبی کریم ﷺ کا نہیں۔

ایک خواب:...... اگر ہمارے ان بھائیوں کے نزدیک خواب حجت شرعی ہے تو کیا اس خواب کو بھی ماننے کے لیے تیار ہیں؟ محمد بن حماد فرماتے ہیں:

> ''میں نے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا تو میں نے کہا: یا رسول اللہ! ابوحنیفہ اور اس کے اصحاب کے کلام میں دیکھنے کے متعلق کیا فرماتے ہیں، کیا میں ان کے کلام کو دیکھوں اور اس پر عمل کروں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ نہیں نہیں نہیں، تین مرتبہ کہا۔ پھر میں نے کہا: آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحاب کی حدیث دیکھوں اور اس پر عمل کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں ہاں ہاں تین دفعہ کہا۔ پھر میں نے کہا: یا رسول اللہ! آپ مجھے کوئی دعا سکھائیں، تا کہ میں اس کے ذریعے دعا کروں۔ آپ ﷺ نے مجھے دعا سکھلائی اور اسے تین مرتبہ دھرایا، جب میں بیدار ہوا تو وہ دعا بھول گیا۔'' [1]

---

[1] تاریخ بغداد: 425/13.

لمحہ فکریہ:...... تو کیا اس خواب کو حجت شرعی مان کر ہمارے یہ بھائی فقہ حنفی سے تائب ہو کر قرآن وسنت کے دامن کے ساتھ وابستہ ہونے کے لیے تیار ہیں۔

ثانیاً:...... کافر کو قیامت والے دن اچھے اعمال نفع نہیں دیں گے، قرآن پاک میں ہے: ﴿وَ قَدِمْنَاۤ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا﴾ (الفرقان: 23) ''اور انہوں نے جو جو اعمال کیے، ہم ان کی طرف متوجہ ہو کر انہیں بکھرے ہوئے ذروں کی طرح کر دیں گے۔''

کفار کے عذاب میں تخفیف بھی نہیں ہوگی۔ ارشاد فرمایا:

﴿اِنَّ الْمُجْرِمِیْنَ فِیْ عَذَابِ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ لَا یُفَتَّرُ عَنْهُمْ وَ هُمْ فِیْهِ مُبْلِسُوْنَ﴾ (الزخرف: 74، 75)

''یقیناً مجرم جہنم کی آگ میں ہمیشہ رہیں گے، نہ ہلکا کیا جائے گا ان سے عذاب اور وہ اس میں ناامید ہو کر پڑے رہیں گے۔''

﴿تَبَّتْ یَدَاۤ اَبِیْ لَهَبٍ وَّ تَبَّ﴾ (لهب: 1)

''ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ گئے اور وہ ہلاک ہو گیا۔''

قرآن مجید کی یہ آیت بھی تردید کر رہی ہے کہ ابولہب کا کہنا ''میں اپنی انگلی سے پانی چوستا ہوں'' درست نہیں، کیونکہ انگلی اسی کے ہاتھوں کا جز ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''اس کے دونوں ہاتھوں ہلاک ہوں۔'' اب بات ابولہب کی درست ماننی ہے یا قرآن کی؟ فیصلہ خود کریں۔

دوسری دلیل:...... میلاد النبی کا جشن منانا رسول اللہ ﷺ کی دنیا میں آمد پر اظہار خوشی ہے اور خوشی منانے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ جیسا کہ قرآن میں ہے:

﴿قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَ بِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْیَفْرَحُوْا هُوَ خَیْرٌ مِّمَّا

يَجْمَعُوْنَ ﴾ (یونس: 58)

''آپ کہہ دیجئے! کہ انہیں اللہ کے اس فضل اور اس رحمت پر خوش ہونا چاہیے، یہ ان تمام چیزوں سے بہتر ہے جنہیں وہ جمع کرتے ہیں۔''

جائزہ: ...... اوّلاً: اس آیت کریمہ میں فضل و رحمت سے مراد قرآن مجید ہے جس کی تائید اس سے پہلی آیت کرتی ہے۔ امام ابن جریر طبری، حافظ ابن کثیر، امام بغوی، امام قرطبی، ابن العربی اور دوسرے کئی مفسرین نے بھی یہی تفسیر کی ہے۔ ائمہ تفاسیر میں سے کسی بھی مفسر نے اس رحمت سے نبی کریم ﷺ کی ولادت مراد نہیں لی۔

ثانیا: ...... قرآن مجید کی آیت "فلیفرحوا" سے نبی کریم ﷺ کی ولادت پر خوشی اور جشن منانے کا استدلال حقیقت میں قرآن مجید میں تحریف معنوی ہے۔ بتاؤ کس مفسر یا مترجم نے لکھا ہے کہ "فلیفرحوا" کا معنی ہے خوشی مناؤ، جلوس نکالو، بھنگڑے ڈالو، موسیقی بجاؤ، بسیں، ٹرک گاڑیاں، ٹرالیاں، بیل چھکڑے، اور اونٹ لے کر میدان میں آؤ، گنبد خضراء کا ماحول بناؤ اور اونٹوں پر بیٹھ کر گلی گلی گھومو، شرکیہ نعتیں پڑھو۔

ثالثاً: ......لوگوں کے لیے اصل رحمت نبی کریم ﷺ کی بعثت اور رسالت ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴾ (الانبیاء: 107) ''اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر جہان والوں کے لیے رحمت بنا کر۔''

تو خوشی کا مطلب یہ ہوگا کہ آپ ﷺ کے لائے ہوئے دین کو مضبوطی سے تھام لیا جائے اور اس میں کسی قسم کا اضافہ کرنے سے اجتناب کیا جائے اور دل و جان سے اسلام کے احکامات تسلیم کریں۔ آپ ﷺ کے حقوق صحیح معنوں میں ادا کریں۔ یہی آپ سے محبت، اطاعت اور اظہار خوشی ہے۔

تیسری دلیل: ......اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں پر اس کا شکر ادا کرنا ضروری

ہے۔ اور رسول اللہ ﷺ کی نبوت نعمت عظمیٰ اور احسان عظیم ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَ اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ۝۱۱﴾ (الضحی : 11)

''اور اپنے رب کی نعمتوں کا ذکر کرتے رہیے۔''

رسول اللہ ﷺ بذات خود اپنے یوم ولادت کی تعظیم کرتے اور اس نعمت کبریٰ پر بطور شکر سوموار کا روزہ رکھا کرتے تھے۔ بروایت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے سوموار کے روزہ کے بارے میں پوچھا گیا تو ارشاد فرمایا: اس دن میری ولادت با سعادت ہوئی اور اس دن مجھ پر وحی نازل کی گئی۔ [1]

جائزہ: ......**اوّلاً**: اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا عبادت ہے جس کا طریقہ خود رسول اللہ ﷺ نے بتا دیا، کبھی آپ سجدہ شکر بجا لاتے، تو کبھی کلمہ ''الحمد للہ'' کا ورد فرماتے اور نعمت نبوت و رسالت سے نوازے جانے کا شکر آپ نے سوموار کا روزہ رکھ کر کیا۔ جیسا کہ روزہ یوم عاشوراء بطور شکریہ تھا سیّدنا موسیٰ علیہ السلام کی نجات اور ہلاکت فرعون پر۔ لہٰذا جس طریقہ سے آپ نے اپنی ولادت کا شکریہ ادا کیا تو ہمیں بھی اس طریقہ یعنی روزہ سے اس نعمت پر اظہار خوشی کرنا چاہیے۔

ثانیا: ...... یاد رہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے یوم ولادت پر قیام محافل کا حکم بھی نہیں دیا۔

ثالثاً: ......آپ کا یوم ولادت با سعادت پر روزہ رکھنا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ ''عید'' کا دن نہیں ہے، اگر یہ عید کا دن ہوتا تو آپ کبھی بھی روزہ نہ رکھتے کیونکہ آپ ﷺ نے تو عیدین کے دنوں روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

[1] صحیح مسلم، کتاب الصیام، رقم: 2750.

فرماتے ہیں:

((اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ: نَهَى عَنْ صِيَامِ يَوْمَيْنِ: يَوْمِ الْأَضْحٰى وَيَوْمِ الْفِطْرِ.)) ❶

''بے شک رسول اللہ ﷺ نے عیدالاضحیٰ اور عید الفطر کے دنوں کا روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔''

لمحہ فکریہ: ......جس ماہ میں رسول اللہ ﷺ کی پیدائش ہوئی وہ ربیع الاوّل ہے اور اس میں آپ کی وفات بھی ہوئی۔ اس میں خوشی کے مقابلہ غم کرنا زیادہ معقول ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ جذبات سے مغلوبیت اور محبت رسول کے دعووں نے جاہل عوام کو ان محرمات کو طرف مائل کیا لیکن دعویٰ محبت کیسے سچا مانا جائے جبکہ حکم رسول اللہ کی مخالفت ہو رہی ہے۔ دو متضاد چیزیں کبھی اکٹھا نہیں رہ سکتیں۔ جبکہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی محبت کا میزان آپ ﷺ کی اتباع کو قرار دیا ہے۔

﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۳۱﴾ (آل عمران: 31)

اللہ تعالیٰ ہر قسم کی گمراہی و ضلالت اور رسومات و بدعات سے ہر مسلمان کو محفوظ رکھے، سچا محبّ رسول ﷺ بنانے اور قرآن وسنت پر عمل پیرا ہونے کی توفیق بخشے۔ (آمین)

ڈاکٹر صالح بن فوزان الفوزان حفظہ اللہ اپنی کتاب التوحید ص: 231 پر رقمطراز ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

---

❶ صحيح مسلم، كتاب الصيام، رقم: 2672.

((لَتَتَّبِعُنَّ سُنَنَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ .)) ❶

''تم گزشتہ قوموں کے طریقوں کی اتباع ضرور کرو گے۔''

ربیع الاول میں میلاد کے جشن اور جلوس:

میلاد منانا سرسرا عیسائیوں کی تقلید ہے۔اس لیے کہ عیسائی مسیح علیہ السلام کی ولادت کا دن مناتے ہیں، اسلام میں یہ چیز نہیں ہے، لیکن اکثر جاہل مسلمان اور گمراہ علما ہر سال ماہ ربیع الاول کو میلاد شریف کے نام سے جشن اور جلوس نکالنے لگے ہیں۔بعض تو اس طرح کے جلسے مسجد ہی میں منعقد کرتے اور بعض اپنے گھروں، میدانوں یا بازاروں میں بڑے اہتمام سے منعقد کرتے ہیں، جس میں بڑی تعداد میں گنوار لوگ حاضر ہوتے ہیں اور وہ یہ سب کچھ نصاریٰ کی تقلید اور نقل میں کرتے ہیں۔ نصاریٰ جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا میلاد مناتے ہیں ٹھیک اسی طرح مسلمان بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا میلاد مناتے ہیں اور میلاد کی ہر چیز میں ان کی تقلید کرتے ہیں، جس کہ اس طرح کے جشن اور جلوس، بدعت وخرافات اور نصاریٰ کی تقلید کے علاوہ اس میں ہزاروں طرح کے شرکیہ اعمال کیے جاتے ہیں اور منکرات کا ارتکاب کیا جاتا ہے، ایسے نعتیہ کلام پیش کیے جاتے ہیں جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں غلو ہوتا ہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر ناظر سمجھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے دعائیں مانگی جاتی ہیں، غوث اعظم کے دامن کو نہ چھوڑنے کی صدا لگائی جاتی ہے، جبکہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((لَا تُطْرُوْنِي كَمَا أَطْرَتِ النَّصَارَى ابْنَ مَرْيَمَ ، فَإِنَّمَا عَبْدٌ فَقُوْلُوْا: عَبْدُاللّٰهِ وَ رَسُوْلُهُ .)) ❷

---

❶ صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، رقم: 3456.

❷ صحیح بخاری، رقم: 3445.

''دیکھو! میری تعریف میں غلو نہ کرنا جس طرح نصاریٰ نے ابن مریم کی تعریف میں غلو کیا ہے، بے شک میں بندہ ہوں، لہٰذا مجھے اللہ کا بندہ اور اس کا رسول کہا کرو۔''

اہل میلاد کا اعتقاد:

لفظ''اطراء'' کا معنیٰ ہے مدح وتعریف میں غلو کرنا، میلاد النبی کے جشن وجلوس میں عموماً لوگ یہی اعتقاد رکھتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ بذات خود اس محفل میں تشریف لاتے ہیں۔ اس کے علاوہ اس کی دوسری برائیاں یہ ہیں کہ ان میں لوگ اجتماعی طور پر نعت خوانی کرتے ہیں، گانے بجانے کا پورا اہتمام ہوتا ہے، صوفیوں کے اذکار اور اوراد پڑھے جاتے ہیں۔ مختلف بدعتوں کا ارتکاب کیا جاتا ہے، اس میں مرد وزن کا اختلاط بھی ہوتا ہے، جس سے فتنہ وفساد پیدا ہوتا ہے۔ لوگوں کے فواحش میں پڑنے کا پورا خطرہ رہتا ہے، اگر یہ محفلیں تمام برائیوں سے پاک بھی ہوں تو بھی لوگوں کا اس بات کے لیے جمع ہونا، اجتماعی طور پر کھانا پینا، خوشی ومسرت کا اظہار کرنا بذات خود ایک بدعت ہے اور دین میں ایک نئی چیز کی ایجاد ہے، جبکہ حدیث شریف کے الفاظ ہیں:((كُـلُّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَ كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ)) ''ہر نئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔''

اور آہستہ آہستہ اس طرح کے جلسوں میں منکرات و برائیوں کا در آنا یقینی بات ہے جیسا کہ عموماً ہوتا ہے۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا موقف:

اس سلسلہ میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''آج کل جس طرح لوگ میلاد شریف مناتے ہیں یا تو نصاریٰ کی تقلید میں مناتے

ہیں ، اس لیے کہ یہ نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یوم ولادت مناتے ہیں یا پھر رسول اللہ ﷺ کی محبت و تعظیم میں مناتے ہیں، جب کہ نبی کریم ﷺ کی تاریخ پیدائش میں مورخوں اور سیرت نگاروں کے مابین اختلاف ہے، اس طرح کا میلاد ہمارے سلف صالحین نے کبھی نہیں منایا اگر یہ خیر و بھلائی کی چیز ہوتی تو ہمارے اسلاف کرام ضرور ایسا کرتے، اس لیے کہ وہ ہم سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کی تعظیم کرنے والے اور آپ ﷺ سے محبت کرنے والے تھے۔ وہ تو آپ ﷺ کے احکام کی پیروی اور ایک ایک سنت کو زندہ کرنے کے لیے مر مٹتے تھے۔ وہ ہم سے زیادہ نیکی کے حریص تھے، یہ اس لیے کہ آپ ﷺ سے محبت و تعظیم کا ذریعہ وہ آپ ﷺ کی پیروی و اتباع، آپ کی سنتوں کے احیا، دین اسلام کے فروغ اور دل و زبان اور ہاتھ سے جہاد ہی کو سمجھتے تھے، یہی طریقہ سابقین اولین، مہاجرین و انصار اور ان کے سچے متبعین کا تھا۔

اس بدعت کے ردّ میں متعدد کتب و رسائل لکھے گئے ہیں۔ پہلے بھی اور موجودہ دور میں بھی، اصل میں میلاد شریف ایک بدعت ہونے کے علاوہ دوسرے اولیا و صالحین کی یوم ولادت (برتھ ڈے) منانے کا راستہ کھول دیتی ہے، جس سے شر و فساد کے مختلف دروازے کھل جاتے ہیں۔''

(2) رسمِ قل، ساتواں اور چالیسواں:

اللہ تعالیٰ نے انسان کو تخلیق کر کے اس کرہ ارض پر بھیجا، اور اس کی ہدایت، راہنمائی کے لیے انبیاء و رسل علیہم السلام مبعوث فرمائے، اور کتب و صحائف بھی نازل فرمائے، اور انسان کو اپنی عبادت اور اعمال صالحہ کا مکلّف بنایا کہ وہ اپنی مستعار زندگی، میں اللہ کی رضا کے حصول کے لیے سرگرم رہے، اور یہ اس وقت تک ہے، جب تک کہ اس کی موت کا وقت نہ آ جائے۔ اور جب بندہ فوت ہو جاتا ہے، یا اس کی جان کنی کا

عالم ہوتا ہے، تو اس صورت میں اس کی توبہ کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا اور اس کے تمام اعمال خواہ، وہ اچھے ہوں یا بُرے کا سلسلہ منقطع ہوجاتا ہے۔ سوائے ان کاموں کے جو شریعت میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے بیان فرما دیے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

((اِذَا مَاتَ الْاِنْسَانَ انْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهُ...... الخ .))❶

''جب انسان فوت ہوجاتا ہے تو اس کا عمل اس سے منقطع ہوجاتا ہے......الخ۔''

ایک اور حدیث کا ابتدائی حصہ کچھ یوں ہے:

((كُلُّ الْمَيِّتِ يُخْتَمُ عَلَى عَمَلِهِ...... الخ .))❷

''ہر میّت کا خاتمہ اس کے عمل پر ہوجاتا ہے......الخ''

آج ہمارے معاشرے میں میّت کو ثواب پہنچانے کے نام پر باقاعدہ کاروبار تشکیل پاچکے ہیں، اور ایسے ایسے طریقے رواج پاچکے ہیں، جن کا کتاب وسنت میں کوئی ثبوت نہیں۔ حالانکہ کسی بھی کام کو سرانجام دینے کا وہ طریقہ ہی معتبر ومقبول ہے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا فرمودہ ہے، اور میّت کو انہی کاموں کا ثواب ملتا ہے جو قرآن وحدیث میں بیان ہوئے ہیں۔ ذیل میں وہ چند ایک اعمال جن کا میّت کو فائدہ، ثواب پہنچتا ہے۔ اختصار کے ساتھ بیان کیے جاتے ہیں:

دُعا:

اگر مرنے والا کافر یا مشرک نہ ہو تو اس کی بخشش و بلندی درجات کی دعا کرنے کا

---

❶ صحيح مسلم ، كتاب الوصية ، رقم : 1631 .

❷ سنن ابی داؤد ، کتاب الجهاد ، رقم: 2500۔ محدث البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

ثبوت قرآن وحدیث کی نصوص سے ظاہر و باہر ہے۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝۱۰﴾ (الحشر: 10)

''اور جو لوگ ان (اہل ایمان) کے بعد آئے، وہ کہتے ہیں: اے ہمارے رب! ہمیں بخش دے، اور ہمارے ان بھائیوں کو جو ایمان کے ساتھ ہم سے پہلے گزر گئے، اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کے لیے کینہ نہ بنا، اے ہمارے پروردگار! یقیناً تو مشفق مہربان ہے۔''

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بقیع قبرستان کی طرف نکلا کرتے اور ان کے لیے دعا کرتے، سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس بارے میں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا، تو ارشاد فرمایا:

((اِنِّیْ أُمِرْتُ اَنْ اَدْعُوَلَهُمْ .))

''مجھے ان کے لیے دعا کا حکم دیا گیا ہے۔''

معلوم ہوا کہ اگر کوئی مومن، مسلم فوت ہو گیا ہو، تو اس کے لیے دعا کرنی چاہیے۔ کافر و مشرک کے لیے دعا کی ممانعت قرآن میں مذکور ہے۔ مثلاً (سورۃ التوبہ: 113)

صدقہ جاریہ، نیک اولاد اور علم:

سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((اِذَا مَـاتَ الْاِنْسَانُ اِنْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثَةٍ : إِلَّا مِنْ صَـدَقَةٍ جَـارِيَةٍ ، أَوْ عِـلْـمٍ يُـنْتَـفَـعُ بِـهِ ، أَوَ وَلَدٍ صَـالِحٍ

1. مسند احمد: 252/6۔ شیخ حمزہ زین نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

يَدْعُوْلَهُ .))

''جب انسان مرجاتا ہے تو اس کے عمل اس سے منقطع ہوجاتے ہیں: سوائے تین چیزوں کے (جن کا فائدہ مرنے کے بعد بھی اسے حاصل ہوتا ہے) (1) صدقہ جاریہ (2) علم جس سے فائدہ حاصل کیا جاتا ہے اور (3) نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرتی ہے۔''

اس کی مزید تفصیل ایک اور حدیث میں کچھ اس انداز سے رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمائی:

''بلاشبہ مومن آدمی کو اس کے عمل اور نیکیوں سے اس کی موت کے بعد جو ملتا ہے۔ ان میں سے (1) ایسا علم جس کی اس نے تعلیم دی اور اسے نشر کیا (2) اور نیک اولاد جو اس نے چھوڑی (3) اور قرآن جو اس نے ورثاء کے لیے چھوڑا (4) یا اس نے مسجد تعمیر کی (5) یا مسافر خانہ تعمیر کیا (6) یا نہر جاری کی (7) یا اپنی زندگی اور حالت صحت میں اپنے مال سے صدقہ کیا۔ اسے مرنے کے بعد ان اعمال کا اجر ملتا رہے گا۔'' ❷

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جن چیزوں سے لوگ اس کی زندگی میں یا اس کے مرنے کے بعد فائدہ حاصل کریں، اس کے ثواب کا سلسلہ جاری و ساری رہتا ہے۔

سیّدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''آدمی اپنے بعد جو سب سے بہترین چیزیں چھوڑ کر جاتا ہے: (1) نیک

❶ صحيح مسلم، كتاب الوصية، رقم: 1631.

❷ سنن ابن ماجه ، المقدمة ، رقم: 242، صحيح ابن خزيمه، رقم: 2490۔ ابن خزیمہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

اولاد جو اس کے لیے دعا کرتی ہے (2) صدقہ جاریہ، اس کا اجر اسے (مرنے کے بعد) پہنچتا ہے (3) اور علم جس پر اس کے بعد عمل کیا جاتا ہے۔'' ❶

فی سبیل اللہ پہرہ کا اجر:

اس کے علاوہ اگر کوئی اللہ کی راہ میں پہرہ دیتا ہے، تو اس کا اجر بھی مرنے کے بعد جاری رہتا ہے۔

سیّدنا سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اللہ کی راہ میں ایک دن اور ایک رات سرحدوں کا پہرہ دینا، ایک مہینے کے روزوں اور قیام سے بہتر ہے، اور اگر وہ مرگیا تو اس کا وہ عمل اس پر جاری رہے گا جو وہ کرتا رہا، اور اس پر اس کا رزق و بدلہ جاری کردیا جائے گا اور وہ فتنے سے محفوظ ہوگا۔'' ❷

سیّدنا فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((كُلُّ الْمَيِّتِ يُخْتَمُ عَلَى عَمَلِهِ إِلَّا الْمُرَابِطَ ، فَإِنَّهُ يَنْمُوْلَهُ عَمَلَهُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَيُؤْمَنُ مِنْ فَتَّانِ الْقَبْرِ .)) ❸

''ہر میّت کا خاتمہ اس کے عمل پر ہوجاتا ہے، مگر اللہ کی راہ میں پہرہ دینے والا اس کا عمل قیامت تک بڑھتا رہتا ہے، اور وہ قبر کے فتنوں سے بچالیا

---

❶ سنن ابن ماجة ، المقدمة ، رقم: 241، طبرانی اوسط، رقم: 3496۔ محدث البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

❷ صحیح مسلم ، کتاب الامارة ، رقم: 1913، سنن نسائی ، کتاب الجهاد: 39/6.

❸ سنن ابی داؤد ، کتاب الجهاد، رقم: 2500، سنن ترمذی ، کتاب فضائل الجهاد، رقم: 1621۔ محدث البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

جاتا ہے۔''

فوت شدہ کے روزوں کی قضاء:

اگر کسی نے روزے رکھنے کی نذر مانی ہو، اور وہ اسے پورا کرنے سے قبل فوت ہو جائے، تو اس کا کوئی وارث، ولی نذر کے روزے رکھے گا۔ جیسا کہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ مَاتَ وَعَلَيْهِ صِيَامٌ ، صَامَ عَنْهُ وَلِيُّهُ .)) ❶

''جو آدمی مرجائے اور اس کے ذمے روزے ہوں، تو اس کی جانب سے اس کا ولی روزے رکھے۔''

اس کے علاوہ نذر کے روزے اگر بندہ فوت ہوگیا، نہ رکھ سکا تو اس کے مرنے کے بعد اس کا ولی وارث رکھے گا، خواہ مرد ہو یا عورت اس کے کئی ایک دلائل احادیث میں موجود ہیں: مثلاً: حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما، اس کے علاوہ اگر کوئی نذر مانی ہو، اور اسے پورا کرنے سے قبل فوت ہوجائے، تو اس کا بھی یہی حکم ہے۔

سیّدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: سیّدنا سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: ''میری والدہ فوت ہوگئی ہیں ان کے ذمہ نذر ہے؟ (اب کیا کروں) تو ارشادفرمایا: ''اِقْضِهُ عَنْهَا'' ''اس کی طرف سے آپ نذر پوری کرو۔'' ❷

فوت شدہ کی طرف سے ادائیگی قرض:

اگر کوئی شخص اپنا قرض ادا کیے بغیر فوت ہوجائے، اگر تو وہ مال چھوڑ کر گیا ہے تو

❶ صحيح البخاری ، کتاب الصوم ، رقم : 1952، صحيح مسلم ، کتاب الصيام، رقم : 1147 .

❷ صحيح البخاری ، کتاب الوصايا ، رقم: 2761، صحيح مسلم ، کتاب النذر ، رقم: 1638 .

اس کے مال سے اس کا قرض ادا کر کے باقی ورثاء میں تقسیم کیا جائے گا، لیکن اگر اس کا مال نہ ہو تو میّت کی طرف سے خواہ اس کا ولی، رشتہ دار قرض کی ادائیگی کرے، یا کوئی اور شخص میت کو اس کا نفع ملتا ہے۔ جیسا کہ حدیث میں آتا ہے کہ:

ایک شخص کے ذمہ قرض تھا، رسول اللہ ﷺ اس کے مرنے کے بعد قرض کی وجہ سے جنازہ پڑھانے سے پیچھے ہٹے، تو صحابی ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے اس کے قرض کی ادائیگی کی ذمہ داری قبول کی تو جنازہ پڑھا دیا۔ بعد میں جب حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ میں نے قرض ادا کر دیا ہے تو ارشاد فرمایا:

''اب اس پر اس کی جلد ٹھنڈی ہوگئی یعنی قرض کی ادائیگی سے اس پر سے سختی اٹھ گئی۔'' [1]

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ میّت کی جانب سے قرض کی ادائیگی کوئی بھی کر سکتا ہے جس کا نفع میّت کو ملتا ہے۔

فوت شدہ کی طرف سے صدقہ:

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

''ایک آدمی نے نبی کریم ﷺ سے کہا: میری ماں اچانک فوت ہوگئی ہے، میرا خیال ہے اگر مرتے وقت وہ بات کر سکتی تو صدقہ کرتی۔ کیا میں اس کی طرف سے صدقہ کروں؟ تو ارشاد فرمایا: ہاں تو اس کی طرف سے صدقہ کر۔'' [2]

---

[1] مستدرك حاكم: 58/2، سنن الكبرىٰ للبيهقى: 74/6، 75، مسند احمد: 330/3۔ حاکم نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

[2] صحيح البخارى، كتاب الوصايا، رقم: 2760، صحيح مسلم، كتاب الزكاة، رقم: 1004۔

اس کے علاوہ بھی کئی ایک احادیث سے میّت کے لیے صدقہ کا ثبوت ملتا ہے کہ اس کا نفع مرنے کے بعد بھی حاصل ہوتا ہے۔

فوت شدہ کی طرف سے حج:

میّت کی طرف سے حج کرنے کی کئی ایک احادیث ہیں، جیسا کہ سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ:

''جہینہ قبیلہ کی ایک عورت نبی کریم ﷺ کے پاس آئی اور کہا: میری ماں نے حج کرنے کی نذر مانی تھی وہ حج کرنے سے قبل فوت ہوگئی، کیا میں اس کی طرف سے حج کروں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''ہاں تو اس کی طرف سے حج کر۔ اور یہ بتا کیا تیری ماں پر قرض ہوتا، تو تم ادا کرتی؟ اللہ کا حق ادا کرو، اللہ وفا کا زیادہ حق دار ہے۔'' [1]

ان تمام دلائل سے واضح ہوا کہ مرنے کے بعد میّت کو ان چیزوں کا ثواب کا فائدہ پہنچتا ہے۔ اب ان کے علاوہ کسی اور چیز کا ثبوت قرآن و حدیث سے ملتا ہے تو ٹھیک ہے، وگرنہ اسے دین میں اضافہ تو قرار دیا جاسکتا ہے۔ دین نہیں، جیسا کہ قل، تیجا، ساتواں، چالیسواں، قرآن خوانی وغیرہ ایسے امور کے ذریعے میّت کو ثواب پہنچانا، تو اس کا ثبوت، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی تعلیمات میں ہمیں نہیں ملتا۔ اسلام کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔

علامہ حسام الدین علی الحنفی رحمہ اللہ نے ارشاد فرمایا:

((اِنَّ الْاِجْتِمَاعَ فِی الْیَوْمِ الثَّالِثِ خُصُوْصًا لَیْسَ فِیْهِ فَرْضِیَّةٌ وَ لَا فِیْـهِ وُجُوْبٌ ، وَ لَا فِیْهِ سُنَّةٌ ، وَ لَا فِیْهِ اسْتِحْبَابٌ ، وَ لَا فِیْـهِ مَـنْـفَعَةٌ ، وَ لَا فِیْهِ مَصْلِحَةٌ فِی الدِّیْنِ ، بَلْ فِیْهِ طَعْنٌ وَ

[1] صحیح البخاری ، کتاب جزاء الصید ، رقم: 1852 ، مسند احمد: 239/1 .

مُـذَمَّةٌ وَ مُلَامَةٌ عَـلَـى السَّـلَفِ حَيْـثُ لَمْ يُبَيِّنُوْا ، بَلْ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ حَيْثُ تَرَكَ حُقُوْقُ الْمَيِّتِ بَلْ عَلَى اللّٰهِ سُبْحَانَهٗ وَ تَـعَـالٰـى حَيْـثُ لَـمْ يُـكْمِلِ الشَّرِيْعَةَ وَ قَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ ......الاية﴾))❶

''یعنی خصوصیات کے ساتھ بالخصوص میت کے گھر تیسرے دن اجتماع (یعنی تیجہ) نہ تو فرض ہے، اور نہ واجب، نہ سنت اور نہ مستحب، نہ تو اس میں فائدہ ہے اور نہ کوئی دینی مصلحت، بلکہ اس میں سلف پر طعن و مذمت اور ملامت ہے کہ انہوں نے اس کو بیان نہیں کیا، بلکہ نبی کریم ﷺ پر کہ آپ نے میت کے حق میں بیان نہیں فرمایا، بلکہ اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی پر کہ اس نے شریعت کو مکمل نہیں کیا (اور ہماری بدعات کی وہ محتاج ہے)، حالانکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ''میں نے آج کے دن تم پر تمہارے دین کو مکمل کر دیا ہے۔''

قارئین کرام! علامہ صاحب کی گفتگو پر غور فرمائیں۔ کس قدر جھنجھوڑنے والی ہے ان لوگوں کو جو بدعات کے دلدادہ ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ ان بدعات میں کیا حرج ہے۔ علامہ صاحب واضح کہہ رہے ہیں کہ ان بدعات سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر الزام عائد ہوتا ہے کہ انہوں نے دین میں کمی اور کوتاہی چھوڑ دی ہے کہ جس کو ہم نے بدعات کے ذریعہ پورا کیا ہے، حالانکہ ایسا تصور بھی ممکن نہیں اس لیے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اِيَّاكُمْ وَ مُحْدَثَاتِ الْاُمُوْرِ .))❷

---

❶ بحوالہ تفهیم المسائل: 172.

❷ مسند احمد: 136/4، 137، معجم کبیر للطبرانی: 246/18- شیخ حمزہ زین نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

''اپنے آپ کو نئی نئی باتوں سے بچاؤ، جو دین میں سے نکالی گئی ہیں۔''

جناب عبداللہ البجلی رحمہ اللہ سے روایت ہے، وہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ہم اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم میت کے دفن کے بعد میت والوں کے یہاں جمع ہونا اور میت والوں کی طرف سے کھانا بنانا وغیرہ کو نوحہ کے برابر سمجھتے تھے۔

الشیخ الحدیث العلام ابو محمد بدیع الدین الراشدی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ مندرجہ ذیل آیت کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

﴿ وَ اَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ﴾ (النجم: 39)[2]

''اور انسان کے لیے صرف وہی ہے جس کی اس نے کوشش کی۔''

((وَ مِنْ هٰذِهِ الْآيَةِ الْكَرِيْمَةِ اِسْتَنْبَطَ الشَّافِعِيُّ رحمه الله وَ مَنْ تَبِعَهٗ اَنَّ الْقِرَاءَةَ لَا يَصِلُ اِهْدَاءُ ثَوَابِهَا اِلَى الْمَوْتٰى لِاَنَّهٗ لَيْسَ مِنْ عَمَلِهِمْ وَ لَا كَسْبِهِمْ، وَ لِهٰذَا لَمْ يَنْدُبْ اِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم اُمَّتَهٗ وَ لَا حَثَّهُمْ عَلَيْهِ وَ لَا اَرْشَدَهُمْ اِلَيْهِ بِنَصٍّ وَ لَا اِيْمَاءٍ وَ لَمْ يُنْقَلْ ذٰلِكَ عَنْ اَحَدٍ مِنَ الصَّحَابَةِ رضي الله عنهم وَ لَوْ كَانَ خَيْرًا لَسَبَقُوْنَا اِلَيْهِ، وَ بَابُ الْقُرُبَاتِ يُقْتَصَرُ فِيْهِ عَلَى النُّصُوْصِ وَ لَا يُتَصَرَّفُ فِيْهِ بِاَنْوَاعِ الْاَقْيِسَةِ وَ الْاٰرَاءِ، فَاَمَّا الدُّعَاءُ وَ الصَّدَقَةُ فَذَاكَ مُجْمَعٌ عَلٰى وُصُوْلِهِمَا وَ مَنْصُوْصٌ مِنَ الشَّارِعِ عَلَيْهِمَا وَ اَمَّا الْحَدِيْثُ الَّذِيْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ فِيْ صَحِيْحِهٖ.

---

[1] سنن ابن ماجة، کتاب الجنائز، رقم: 1615۔ محدث البانی نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

[2] تفسیر ابن کثیر، ج 4، ص: 258.

عَـنْ اَبِـیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَـالَ: قَـالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اِذَا مَاتَ الْاِنْسَـانُ اِنْـقَـطَـعَ عَنْهُ عَمَلُهٗ اِلَّا مِنْ ثَلَاثٍ: مِنْ وَلَدٍ صَالِحٍ یَدْعُوْ لَهٗ، اَوْ صَدَقَةٌ جَارِیَةٌ مِنْ بَعْدِهٖ، اَوْ عِلْمٍ یُنْتَفَعُ بِهٖ. ❶

فَهٰـذِهِ الثَّلَاثَةُ فِـی الْـحَـقِیْقَةِ مِنْ سَعْیِهٖ وَ کَدِّهٖ وَ عَمَلِهٖ، کَمَا جَاءَ فِی الْحَدِیْثِ اِنَّ اَطْیَبَ مَا اَکَلَ الرَّجُلُ مِنْ کَسْبِهٖ، وَ اِنَّ وَلَـدَهٗ مِـنْ کَسْبِهٖ" وَ الصَّدَقَةُ الْجَارِیَةُ کَالْوَقْفِ وَ نَحْوِهٖ هِیَ مِنْ آثَارِ عَمَلِهٖ وَ وَقْفِهٖ وَ قَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی:

﴿ اِنَّا نَحْنُ نُحْیِ الْمَوْتٰی وَ نَکْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَ اٰثَارَهُمْ ﴾ (یٰسٓ: 12)

وَ الْـعِـلْـمُ الَّذِیْ نَشَرَهٗ فِی النَّاسِ فَاقْتَدٰی بِهِ النَّاسُ بَعْدَهٗ هُوَ اَیْـضًـا مِنْ سَعْیِهٖ وَ عَمَلِهٖ وَ ثَبَتَ فِی الصَّحِیْحِ: مَنْ دَعَا اِلٰی هُـدًی کَانَ لَهٗ مِنَ الْاَجْرِ مِثْلِ اُجُوْرِ مَنْ تَبِعَهٗ لَا یُنْقَصُ ذٰلِکَ مِنْ اُجُوْرِهِمْ شَیْئًا)) ❷

''امام شافعی رحمہ اللہ اور ان کی اتباع کرنے والوں نے اس آیت کریمہ سے یہ مسئلہ استنباط فرمایا ہے کہ قراءتِ قرآن کا ثواب فوت شدگان کو ہدیہ نہیں کیا جا سکتا۔ اس لیے کہ وہ ان کی محنت وکوشش کا نتیجہ نہیں ہے اور اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے اس کو مستحب قرار نہیں دیا اور نہ صحابہ کو کسی ظاہری حکم یا اشارے سے اس کی طرف راہنمائی کی ہے اور یہ طریقہ کسی صحابی سے بھی

❶ صحیح مسلم، کتاب البر و الصلة، باب اهداء الثواب الی الموتی، رقم: 4223.

❷ صحیح مسلم، کتاب العلم، باب من سن سنة حسنة او سیئة، و من دعا الی هد او ضلالة، رقم: 6804.

منقول نہیں۔ اگر اس میں کوئی نیکی ہوتی تو وہ ضرور ہم سے پیش قدمی کرتے اور نیک کاموں سے متعلق صرف شرعی احکام (کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ) پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ کسی کے ذاتی فتوے اور قیاس یا رائے سے اس میں حکم نہیں لگایا جا سکتا۔

البتہ دعا وصدقہ کا ثواب پہنچنے پر سب کا اتفاق ہے کیونکہ شارع ﷺ کی طرف سے واضح ارشاد موجود ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''جب انسان اس دنیا سے رخصت ہو جاتا ہے تو تین چیزوں کے علاوہ اس کا نامہ اعمال بند ہو جاتا ہے۔ (1) نیک اولاد جو میت کے لیے دعا کرے۔ (2) اس کے بعد جاری رہنے والا صدقہ اور (3) ایسا علم جس سے لوگ نفع حاصل کریں۔''

یہ تینوں چیزیں درحقیقت اس کی اپنی محنت وکوشش کا نتیجہ ہیں۔ جیسا کہ حدیث پاک میں آیا ہے کہ انسان کے لیے سب سے پاکیزہ کھانا وہ ہے جو اس نے اپنی محنت سے کمایا ہو اور اس کا بیٹا بھی اس کی کمائی کا حصہ ہے اور صدقہ جاریہ بھی وقف کی طرح ہے اور وقف اس کے کام اور محنت کے باقی ماندہ نشانیاں ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

''ہم یقیناً مردوں کو زندہ کرنے والے ہیں۔ جو کچھ افعال انہوں نے کیے ہیں اور جو آثار انہوں نے پیچھے چھوڑے ہیں وہ سب لکھتے جا رہے ہیں۔''

اور وہ علم جو اس نے لوگوں میں پھیلایا پھر لوگوں نے اس کے بعد بھی اس کی پیروی کی۔ یہ عمل بھی اس کی اپنی محنت وکوشش کا نتیجہ ہے اور صحیح حدیث

سے ثابت ہے: ''جس نے ہدایت کی طرف دعوت دی اس کے لیے بھی اتنا ہی اجر ہے جتنا اس پر عمل کرنے والوں کو ملے گا اور ان کے اپنے عمل میں کوئی کمی نہیں آئے گی۔''

اس عبارت سے مندرجہ ذیل امور معلوم ہوتے ہیں:

قرآن خوانی کا ثبوت نہ رسول اللہ ﷺ سے صراحتاً ملتا ہے اور نہ اشارۃً، نہ آپ نے خود ایسا عمل کیا اور نہ امت کو ایسا کرنے کی تعلیم دی اور نہ اشارہ فرمایا۔ امام ابن قیم رحمہ اللہ نے بھی یہی بات بیان فرمائی ہے۔ ❶

حالانکہ آپ ﷺ سے قبل کئی انبیاء علیہم السلام واہل اللہ فوت ہو چکے تھے۔ آپ کی زندگی میں کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فوت ہوئے۔ حتی کہ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ جن کے متعلق آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اِهْتَزَّ الْعَرْشُ لِمَوْتِ سَعْدِ بِنِ مَعَاذٍ .))

''حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی موت سے عرش بھی خوش ہوا۔'' ❷

اور آپ ﷺ کے کئی قریبی رشتہ دار اور پیارے دوست آپ کی موجودگی میں فوت ہوئے اور بعض شہید بھی ہوئے۔ مثلاً آپ کے محترم چچا حضرت حمزہ بن عبدالمطلب، چچا زاد بھائی جعفر بن ابی طالب، رضاعی بھائی (دودھ شریک بھائی) عثمان بن مظعون وایمن وابوسلمہ ازواج مطرات میں سے حضرت خدیجہ، زینب بنت خزیمہ، آپ کی ساس ام رومان زوجہ ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ، دوسری ساس زینب بنت

❶ کتاب الروح، ص: 175.

❷ صحیح البخاری، کتاب مناقب الانصار، باب مناقب سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ، رقم: 3803، صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، رقم: 1084.

مظعون والدہ حضرت حفصہ بنت عمر، آپ کے فرزندان قاسم، طیب، ابراہیم، بیٹیاں رقیہ، ام کلثوم، زینب، آپ کے نواسے علی بن زینب عبداللہ بن رقیہ اور آپ کا منہ بولا بیٹا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہم۔ یہ سب آپ کی زندگی میں رحلت فرما گئے۔ لیکن کسی ایک کے لیے بھی آپ نے قرآن خوانی نہیں کی اور نہ دوسروں کو ایسا کرنے کا حکم دیا۔ اسی طرح غزوات میں کئی صحابہ شہید ہوئے۔ جن میں علماء فقہاء زہاد و عباد سب تھے۔ مگر کسی کے لیے بھی قرآن خوانی نہیں کی اور نہ کرنے کی توجہ دلائی۔

پس جو عمل آپ کے زمانے میں نہ تھا وہ آج شریعت میں کیسے داخل ہو سکتا ہے؟ ❶

(3) اذان سے قبل خود ساختہ درود پڑھنا:

بعض لوگ اذان سے پہلے خود ساختہ درود "الصلوۃ و السلام علیك یا رسول الله، و علی آلك و اصحابك یا حبیب الله" پڑھتے ہیں۔ زمانۂ نبوی اور خلفائے راشدین کے عہد سے ایسے الفاظ کا ثبوت نہیں ملتا، اس کا رواج مصر کی رافضی حکومت کے زمانہ میں ہوا ہے۔ ❷

لیکن اذان کے بعد میں سری آواز سے مسنون درود پڑھا جائے، جیسا کہ صحیح احادیث سے ثابت ہے۔

شیخ محمد بن عبدہ مفتی مصر سے یہی سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا: ''اذان کے کلمات پندرہ ہیں، جس کے آخر میں لا الـه الا الله ہے۔ اس سے پہلے اور بعد میں جو کلمات کہے جاتے ہیں سب نو ایجاد بدعات ہیں۔ ❸

---

❶ قرآن خوانی کی شرعی حیثیت، ص: 6، 17۔

❷ السنن و المبتدعات.

❸ بدعات اور ان کا شرعی پوسٹ مارٹم، ص: 297، 298۔

(4) میت کے گھر میں اور جنازہ قبرستان کی طرف لے جاتے وقت بلند آواز سے قرآن مجید کو پڑھنا:

سوال:...... جب کوئی آدمی فوت ہوتا ہے تو اس گھر میں لاؤڈ سپیکر پر قرآن مجید کی تلاوت شروع کر دی جاتی ہے، حتیٰ کہ جب گاڑی پر میت کو قبرستان میں لے جایا جاتا ہے تو اس وقت بھی گاڑی کے ساتھ سپیکر نصب ہوتا ہے، حتیٰ کہ اس طرح تلاوت سنتے ہی لوگ بدشگونی لیتے ہیں کہ کوئی فوت ہو گیا ہے اور اب صورت حال یہ ہو چکی ہے کہ کسی انسان کی موت پر ہی تلاوت قرآن کی جاتی ہے۔ اس بارے میں کیا حکم ہے؟ اور اس طرح کرنے والوں کے لیے آپ کے کیا پند و نصائح ہیں؟

جواب:...... بلاشک و شبہ یہ عمل بدعت ہے، کیونکہ نبی کریم ﷺ اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عہد میں اس طرح کا کوئی رواج نہ تھا۔ تلاوت قرآن سے بلاشبہ غم و فکر ہلکا ہو جاتا ہے بشرطیکہ آدمی اسے خود خشوع و خضوع سے پڑھے، نہ کہ سپیکروں پر اس طرح پڑھا جائے۔ اسی طرح اہل میت کا تعزیت کے لیے آنے والوں کے استقبال کے لیے جمع ہونا بھی ان امور میں سے ہے جو عہد نبوی اور عہد صحابہ میں معروف نہ تھے، حتیٰ کہ بعض علماء نے اسے بھی بدعت قرار دیا ہے، لہٰذا ہماری رائے میں اہل میت کو لوگوں کی طرف سے تعزیتیں وصول کرنے کے لیے جمع نہیں ہونا چاہیے بلکہ انہیں اپنے دروازے بند کر لینے چاہئیں، اگر بازار میں انہیں کوئی ملے یا جاننے والوں میں سے کوئی آئے کہ تعزیت وصول کرنے کا انہوں نے باقاعدہ کوئی اہتمام نہ کیا ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

تعزیت وصول کرنے کے لیے لوگوں کے باقاعدہ استقبال کا عہد نبوی اور عہد صحابہ میں کوئی رواج نہیں تھا، حتیٰ کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تو اہل میت کے جمع ہونے اور کھانا

تیار کرنے کو بھی نوحہ شمار کرتے تھے۔ نوحہ کبیرہ گناہ ہے جیسا کہ معروف ہے، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے نوحہ کرنے والی اور نوحہ سننے والی عورت پر لعنت فرمائی ہے اور فرمایا ہے:

((اَلنَّائِحَةُ إِذَا لَمْ تَتُبْ قَبْلَ مَوْتِهَا ، تُقَامُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَ عَلَيْهَا سِرْبَالٌ مِنْ قَطِرَانٍ ، وَ دِرْعٌ مِنْ جَرَبٍ .))❶

''نوحہ کرنے والی عورت اگر موت سے پہلے توبہ نہ کرے تو اسے روز قیامت اس طرح کھڑا کیا جائے گا کہ اس پر تارکول کا کرتہ اور خارشی زرہ ہو گی۔'' (اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے محفوظ رکھے۔)

میری اپنے بھائیوں کو یہ نصیحت ہے کہ ان بدعت والے کاموں کو ترک کر دیں، کیونکہ ان کا ترک کر دینا، ان کے لیے بھی اور میت کے لیے بھی اللہ کے نزدیک زیادہ بہتر ہے، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ ''میت کو اس کے گھر والوں کے رونے اور نوحہ کرنے سے عذاب ہوتا ہے۔''❷

یعنی اسے اس سے تکلیف ہوتی ہے۔ اگرچہ اسے اس کی اتنی سزا نہیں ملے گی جتنا کہ نوحہ کرنے والے کو کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۚ﴾ (الانعام: 164)

''اور کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے (کے گناہ) کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔''

اس حدیث میں عذاب کا لفظ سزا کے معنی میں استعمال نہیں ہوا بلکہ یہ اسی طرح

---

❶ صحیح مسلم، الجنائز، باب التشدید فی النیاحة، رقم : 934.

❷ صحیح بخاری، الجنائز، باب قول النبی ﷺ یعذب المیت ...... الخ، حدیث: 1286، 1287، صحیح مسلم الجنائز، باب المیت یعذب ببکاء اهله علیه، حدیث: 927.

ہے جس طرح نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((اَلسَّفَرُ قِطْعَةٌ مِّنَ الْعَذَابِ .))❶

''سفر عذاب کا ایک ٹکڑا ہے۔''

یعنی دکھ درد اور غم و فکر کو بھی عذاب کہا جاتا ہے۔ مشہور مقولہ ہے کہ ''عَــذَّبَــنِــیْ ضَمِیْرِیْ'' ''میرے ضمیر نے مجھے عذاب دیا۔''

حاصل کلام یہ ہے کہ میں اپنے بھائیوں کو یہ نصیحت کرتا ہوں کہ وہ ان باتوں سے دور رہیں جو انہیں اللہ تعالیٰ سے دور کرنے والی اور ان کے مردوں کو عذاب سے قریب کر دینے والی ہیں۔❷ (شیخ ابن عثیمین)

(6) جنازہ کے ساتھ بلند آواز سے ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ'' پڑھنا:

سوال:...... جب جنازہ قبرستان کی طرف لے جایا جا رہا ہو تو اس وقت اجتماعی طور پر بلند آواز سے کلمہ طیبہ پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

جواب:...... رسول اللہ ﷺ کی سنت یہ ہے کہ جب آپ جنازے کے ساتھ تشریف لے جاتے تو آپ سے نہ کلمہ طیبہ کا ورد سنا جاتا نہ قرآن مجید کی تلاوت اور نہ ہی کچھ اور۔ ہمارے علم کے مطابق تو یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جنازہ کے ساتھ اجتماعی طور پر کلمہ طیبہ پڑھنے کا حکم نہیں دیا بلکہ آپ سے تو یہ مروی ہے:

((لَا تُتْبَعُ الْجَنَازَةَ بِصَوْتٍ وَلَا نَارٍ .))❸

''جنازہ کے ساتھ آواز بلند ہو نہ جنازہ کے ساتھ آگ کو لے جایا جائے۔''

---

❶ صحیح البخاری، العمرة، باب السفر قطعة من العذاب، ح: 1804.

❷ فتاوی اسلامیہ: 78/2، 79.

❸ سنن ابی داود، الجنائز، باب فی اتباع المیت بالنار، ح: 3171.

قیس بن عباد (جو اکابر تابعین اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اصحاب میں سے تھے) فرماتے ہیں: ''حضرات صحابہ کرام جنازے، ذکر اور جنگ کے وقت آواز پست رکھنا مستحب سمجھتے تھے۔''

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جنازہ کے ساتھ آواز کو بلند کرنا خواہ وہ قراءت ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جنازہ کے ساتھ آواز کو بلند کرنا خواہ وہ قراءت کی صورت میں ہو، ذکر کی صورت میں، مستحب نہیں ہے، ائمہ اربعہ کا بھی یہی مذہب ہے اور صحابہ وتابعین وسلف سے بھی یہی منقول ہے، کسی نے اس مسئلہ میں مخالفت بھی نہیں کی۔ آپ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ حدیث وآثار کا علم جاننے والوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ خیر القرون میں اس کا کوئی رواج نہ تھا۔

اس سے یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ بلند آواز سے جنازوں کے ساتھ کلمہ طیبہ یا کلمہ شہادت پڑھنا ایک قبیح بدعت ہے، اسی طرح اس موقع پر لوگوں کا یہ کہنا کہ ''بلند آواز سے کلمہ شہادت پڑھو یا اللہ کا ذکر کرو یا قصیدہ بردہ وغیرہ پڑھو، یہ سب بدعت ہے۔'' (فتوی کمیٹی)[1]

(6) قبر کے پاس اذان واقامت:

بلاشک وشبہ یہ بدعت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی کوئی سند نازل نہیں فرمائی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی ایسا ہرگز ثابت نہیں ہے جب کہ ساری خیر وبرکت انہی کے نقش قدم پر چلنے میں ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ السّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَ الْاَنْصَارِ وَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ﴾ (التوبة: 100)

---

[1] فتاوى اسلاميه، جلد دوم، ص: 79، 80.

''وہ مہاجر و انصار جنہوں نے سب سے پہلے دولت ایمان پر لبیک کہنے میں سبقت کی اور وہ جنہوں نے نیکو کاری کے ساتھ ان کی پیروی کی، اللہ ان سے خوش ہے اور وہ اللہ سے خوش ہیں۔''

اور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ أَحْدَثَ فِیْ أَمْرِنَا هَذَا مَا لَیْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ .))❶

''جو شخص ہمارے اس دین (اسلام) میں کوئی ایسی نئی بات ایجاد کرے جو کہ اس میں سے نہ ہو تو وہ مردود ہے۔''

(7) تدفین کے بعد قبر پر قرآن خوانی:

امام شوکانی رحمہ اللہ نے منتقی کی شرح میں فرمایا ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ اور ان کے اصحاب کی ایک جماعت کا مشہور مذہب یہ ہے کہ قرآن حکیم پڑھنے کا ثواب میت کو نہیں پہنچتا اور ہم کہتے ہیں کہ قرآن حکیم کی تلاوت مردوں کے لیے مفید نہیں اور نہ قرآن قبروں پر پڑھا جائے اس کی واضح دلیل رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد ہے:

((اِقْرَءُوْا سُوْرَةَ الْبَقَرَةِ فِیْ بُیُوْتِكُمْ وَ لَا تَجْعَلُوْهَا قُبُوْرًا .))❷

''اپنے گھروں میں سورہ بقرہ پڑھو اور ان کو قبرستان مت بناؤ۔''

نیز ارشاد فرمایا:

((صَلُّوْا فِیْ بُیُوْتِكُمْ وَ لَا تَتَّخِذُوْهَا قُبُوْرًا .))❸

---

❶ صحیح البخاری، الصلح، باب اذا اصطلحوا علی صلح جور...... الخ، ح: 2697.

❷ الدر المنثور: 21/1.

❸ سنن ترمذی، کتاب مواقیت الصلاۃ، رقم: 451، صحیح ابوداؤد، رقم: 958، 3102.

''اپنے گھروں میں نماز پڑھو اور ان کو قبرستان مت بناؤ۔''

اگر مردوں کو ثواب پہنچانے کے لیے ان کی قبروں پر قرآن حکیم پڑھنا مفید ہوتا تو نبی کریم ﷺ جو ایمان والوں کے ساتھ رؤف و رحیم تھے یہ نہ فرماتے کہ قرآن اور نماز گھروں میں پڑھو اور گھروں کو قبرستان مت بناؤ۔

آپ ﷺ نے ایسا محض اس لیے فرمایا کہ قبریں قرآن کی تلاوت اور نماز پڑھنے کی جگہ نہیں ہیں، اور یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے زندگی میں ایک بار بھی ثابت نہیں ہے کہ آپ ﷺ نے قبروں پر قرآن حکیم یا قرآن کی کچھ سورتیں پڑھی ہوں جبکہ آپ علیہ السلام نے کثرت سے قبر کی زیارت فرمائی اور لوگوں کو زیارت قبور کے آداب و طریقے کی تعلیم بھی دی۔ [1]

ملا علی قاری حنفی نے الفقہ الاکبر ص 110 میں لکھا ہے:

((ثُمَّ الْقِرَاءَةُ عِنْدَ الْقُبُوْرِ مَكْرُوْهَةٌ عِنْدَ اَبِی حَنِيْفَةَ، وَمَالِكٍ، وَ اَحْمَدَ رَحِمَهُمُ اللّٰهُ فِیْ رِوَايَةٍ لِاَنَّهٗ مُحْدَثٌ لَمْ تَرِوِ بِهِ السُّنَّةُ، وَ كَذٰلِكَ قَالَ شَارِحُ الْاِحْيَاءِ.)) [2]

''امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ، امام مالک رحمہ اللہ، اور امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک قبروں کے پاس قرآن کا پڑھنا مکروہ ہے کیونکہ وہ بدعت ہے اس کے بارے میں حدیث وارد نہیں ہے شارح احیاء العلوم کا بھی یہی بیان ہے۔''

(8) اذان میں علی ولی اللہ کا اضافہ:

اذان شعائر اسلام میں سے ہے اس کے الفاظ وہی درست ہیں جو نبی اکرم ﷺ

[1] قرآن خوانی اور ایصال ثواب، تالیف مختار احمد ندوی، ص: 47، 48۔

[2] قرآن خوانی اور ایصال ثواب تالیف مختار احمد ندوی، ص: 48، 49۔

سے منقول ہیں۔ اذان میں نہ اپنی طرف سے اضافہ جائز ہے اور نہ کمی۔ جو شخص اذان میں کلمات کا اضافہ کرتا ہے وہ بدعتی ہے بلکہ لعنت کا مستحق ہے۔ سیّدنا عبداللہ بن زید بن عبدربہ رضی اللہ عنہ کی جو روایت اذان کے بارے میں مروی ہے، اس میں یہ بات مذکور ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس وقت لوگوں کو نماز کے لیے جمع کرنے کے واسطے ناقوس بجانے کا حکم دیا تو میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک آدمی کے ہاتھ میں ناقوس ہے تو میں نے اس کو کہا، اے اللہ کے بندے کیا تو ناقوس بیچے گا؟ تو اس نے کہا آپ اس کے ساتھ کیا کریں گے؟ تو میں نے کہا میں نماز کے لیے اس کے ذریعے لوگوں کو ندا دوں گا۔ تو اس نے کہا کہ میں تیری ایسی بات کی طرف راہنمائی کروں جو اس سے بہتر ہے۔ میں نے کہا کیوں نہیں۔ تو اس نے کہا تو کہہ: اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ ، اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ، اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ، اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ ، اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ ، حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ ، حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ، صبح میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا خواب سنایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((اِنَّ هٰذَا رُؤْيَا حَقٌّ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ))

''یقیناً یہ خواب سچا ہے اگر اللہ نے چاہا۔''

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''بلال رضی اللہ عنہ کو یہ کلمات سکھا دو تا کہ وہ اذان کہے کیونکہ اس کی آواز تجھ سے بہتر ہے۔''[1]

[1] منتقى لابن جارود، رقم: 158، سنن ابو داود، رقم: 499، سنن ابن ماجه، رقم: 706، سنن ترمذی، رقم: 189، مسند احمد: 43/4، سنن دارمی: 214/1، سنن دار قطنی: 241/1، صحیح ابن خزیمة: 189/1، 191، 192.

اسی طرح فجر کی اذان میں حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ کے بعد دوبار اَلصَّلٰوةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ کہنا بھی مشروع ہے۔ سیّدنا انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

((مِنَ السُّنَّةِ إِذَا قَالَ الْمُؤَذِّنُ فِي اَذَانِ الْفَجْرِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ قَالَ: اَلصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ .))

''صبح کی اذان میں حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ کے بعد اَلصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ کہنا سنت ہے۔'' ❶

اسی طرح سیّدنا ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اذان سکھلائی اور فرمایا صبح کی اذان میں ''اَلصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ اَلصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ'' کہا کرو۔ ❷

اسی طرح عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے کہ فجر کی پہلی اذان میں ''اَلصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ'' کہا جاتا ہے۔ ❸

ابو محذورہ رضی اللہ عنہ سے اذان میں ترجیع بھی ثابت ہے یعنی شہادتین کے کلمات کو دوبارہ کہنا۔ پہلی بار آہستہ دوسری بار اس سے اونچی آواز میں۔ مذکورہ بالا صحیح احادیث سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اذان کے مذکورہ کلمات ہی سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت

❶ صحيح ابن خزيمة: 202/1، رقم: 386، سنن دار قطنی: 243/1، سنن الكبرى بيهقى: 423/1.

❷ مسند احمد: 408/3، سنن ابو داود، رقم: 501، سنن نسائی: 7/2، صحيح ابن خزيمه: 385، سنن دار قطنی: 224/1، السنن الكبرىٰ بيهقى: 422/1، صحيح ابن حبان: 289، تاريخ الكبير: 123/1، مصنف عبدالرزاق: 472/1، حلية الاولياء: 310/8.

❸ السنن الكبرىٰ بيهقى: 423/1، التلخيص الحبير: 201/1.

ہیں۔ ان میں نہ اضافہ جائز ہے اور نہ ہی کمی۔ اس اذان میں اَشْهَدُ اَنَّ عَلِيًّا وَّلِيُّ اللّٰهِ وغیرہ کے کلمات نہیں ہیں جو لوگ ان کلمات کا اضافہ کرتے ہیں، وہ احداث فی الدین کے مرتکب ہیں اور بدعتی ہیں۔ فقہ جعفریہ میں بھی ان کلمات کا اذان میں کہنا ثابت نہیں ہے بلکہ فقہ جعفریہ کی رو سے یہ کلمات اذان میں کہنا گناہ ہے اور کہنے والا لعنت کا مستحق ہے۔

فقہ جعفریہ کی صحاح اربعہ وغیرہ میں مرقوم اذان اور اہل سنت کی اذان میں فرق صرف یہ ہے کہ حی علی الفلاح کے بعد فقہ جعفریہ کی طرف سے "حی علی خیر العمل" دومرتبہ کہنا ہے۔ باقی اذان کے الفاظ وہی ہیں جو اہل سنت کی اذان کے ہیں۔ شیعہ مذہب کی معتبر کتاب الفقیه من لا یحضره الفقیه، ص: 188/1 پر ابن بابویہ قمی نے اذان کے الفاظ نقل کرنے کے بعد لکھا ہے:

((هٰذَا هُوَ الْاَذَانُ الصَّحِيْحُ لَا يُزَادُ فِيْهِ وَ لَا يُنْقَصُ مِنْهُ، وَ الْمُفَوِّضَةُ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ قَدْ وَضَعُوْا اَخْبَارًا وَ زَادُوْا فِى الْاَذَانِ مُحَمَّدًا وَ اٰلَ مُحَمَّدٍ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ مَرَّتَيْنِ، وَ فِىْ بَعْضِ رِوَايَاتِهِمْ بَعْدَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ، اَشْهَدُ اَنَّ عَلِيًّا وَّلِيُّ اللّٰهِ مَرَّتَيْنِ، وَ مِنْهُمْ مَنْ رَوٰى بَدْلَ ذٰلِكَ اَشْهَدُ اَنَّ عَلِيًّا اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ حَقٌّ مَرَّتَيْنِ، وَ لَا شَكَّ فِىْ اَنَّ عَلِيًّا وَلِيُّ اللّٰهِ وَ اَنَّهٗ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ حَقًّا، وَ اَنَّ مُحَمَّدًا وَ اٰلَهٗ صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ، وَ لٰكِنْ لَيْسَ ذٰلِكَ فِىْ اَصْلِ الْاَذَانِ، وَ اِنَّمَا ذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِيُعْرَفَ بِهٰذِهِ الزِّيَادَةِ الْمُتَّهَمُوْنَ بِالتَّفْوِيْضِ الْمُدَلِّسُوْنَ اَنَّهُمْ فِىْ جُمْلَتِنَا .))

''یہی اذان صحیح ہے نہ اس میں زیادتی کی جائے گی اور نہ کمی، اور مفوضہ فرقہ پر اللہ کی لعنت ہو۔ انہوں نے بہت سی روایات گھڑیں اور اذان میں محمد و آل محمد خیر البریۃ دو مرتبہ کہنے کے لیے بڑھا دیئے، اور ان کی بعض روایات میں اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ ، کے بعد اَشْهَدُ اَنَّ عَلِيًّا وَّلِيُّ اللّٰهِ دو دفعہ ذکر کیا گیا ہے۔ ان مفوضہ میں سے بعض نے ان الفاظ کی بجائے یہ الفاظ روایت کیے ہیں اَشْهَدُ اَنَّ عَلِيًّا اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ حَقًّا یہ بات یقینی ہے کہ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ، اللہ کے ولی اور سچے امیر المومنین ہیں، اور محمد و آل محمد خیر البریۃ ہیں لیکن یہ الفاظ اصل اذان میں نہیں ہیں۔ میں نے یہ الفاظ اس لیے ذکر کیے ہیں تا کہ ان کی وجہ سے وہ لوگ پہچانے جائیں جو مفوضہ ہونے کی اپنے اوپر تہمت لیے ہوئے ہیں۔ اس کے باوجود اپنے آپ کو اہل تشیع میں شمار کرتے ہیں۔'' انتہی

ابن بابویہ قمی شیعہ محدث کی اس صراحت سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ''اَشْهَدُ اَنَّ عَلِيًّا وَّلِيُّ اللّٰهِ'' وغیرہ کلمات اصل اذان کے کلمے نہیں، بلکہ اس لعنتی فرقہ مفوضہ نے یہ گھڑے ہیں اور اذان میں داخل کر دیئے ہیں۔ ائمہ محدثین کے ہاں ان کا کوئی ثبوت نہیں۔

(10) نماز کی نیت میں بدعت:

جس نماز کی ادائیگی کا ارادہ ہو، فرض ہو یا نفل دل میں اس کی نیت کرے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

((اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ .)) [1]

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الایمان و النذور، رقم: 6689، صحیح مسلم، رقم: 1907 .

''اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے۔''

نیت کا محل دل ہے، اور زبان سے نیت کرنا رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے قطعی ثابت نہیں ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''الفاظ سے نیت کرنا علماء مسلمین میں سے کسی کے نزدیک بھی مشروع نہیں۔''❶

مزید فرماتے ہیں: ''اگر کوئی انسان سیّدنا نوح علیہ السلام کی عمر کے برابر تلاش کرتا رہے کہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے زبان سے نیت کی ہو تو ہرگز کامیاب نہیں ہو گا، سوائے چٹا جھوٹ بولنے کے۔ اگر اس میں خیر و بھلائی ہوتی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سب سے پہلے ایسا کرتے اور ہمیں بتا کر جاتے۔''❷

مزید فرماتے ہیں: نیت دل کے ارادے اور قصد کو کہتے ہیں۔ قصد و ارادہ کا مقام دل ہے، زبان نہیں۔❸

امام ابن قیم الجوزیہ رحمہ اللہ زبان سے نیت کو بدعت گردانتے ہیں۔❹

علامہ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: نیت صرف دل کے ارادے کو کہتے ہیں۔❺

مزید فرماتے ہیں: زبان سے نیت کرنا نہ نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے نہ کسی صحابی سے نہ تابعی سے اور نہ ہی ائمہ اربعہ (ابوحنیفہ، مالک، شافعی اور احمد) سے۔❻

ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: الفاظ کے ساتھ نیت کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ یہ

---

❶ الفتاوی الکبری.
❷ اغاثة اللفهان: 608/1.
❸ الفتاوی الکبری: 1/1.
❹ زاد المعاد: 201/1.
❺ شرح المهذب: 352/1.
❻ حواله ایضا.

بدعت ہے۔ ❶

شیخ احمد سرہندی المعروف مجدد الف ثانی اپنے مکتوب (دفتر اول، حصہ سوم، مکتوب نمبر 186) میں لکھتے ہیں: ''زبان سے نیت کرنا رسول اللہ ﷺ سے بروایت صحیح اور نہ بروایت ضعیف ثابت ہے۔ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام رحمہم اللہ زبان سے نیت نہیں کرتے تھے، بلکہ جب اقامت کہتے تو صرف اللہ اکبر کہتے تھے، پس زبان سے نیت بدعت ہے۔''

(11) ماتم، تعزیہ اور شبیہ:

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں مصیبت کے وقت صبر کی تلقین کی ہے اور گریبان چاک کرنا، سینہ کوبی کرنا وغیرہ صبر کے خلاف ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَ الصَّلٰوةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۝۱۵۳ ﴾ (البقرة: 153)

''اے ایمان والو صبر اور نماز سے مدد لو بے شک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔''

انسان کو احکام شریعت پر عمل کرنے میں جو دشواریاں پیش آتی ہیں اور مصائب و آلام برداشت کرنے پڑتے ہیں۔ صبر و صلاۃ ان مشکلات کا مقابلہ کرنے کے لیے بہترین معاون ہیں جیسا کہ حدیث میں آتا ہے: مومن کے لیے ہر حال میں بہتری ہے تکلیف کی حالت میں صبر کرتا ہے اور خوشحالی میں شکر گزار رہتا ہے۔

اس آیت کے بعد والی آیت میں اللہ تعالیٰ نے جہاد کے احکامات اور مومنین کی آزمائش کا ذکر کیا ہے کہ:

---

❶ مرقاة شرح مشكوة: 41/1.

﴿وَ لَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّ لٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ۝ وَ لَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَ الْجُوْعِ وَ نَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَ الْاَنْفُسِ وَ الثَّمَرٰتِ ؕ وَ بَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ۝﴾ (البقرة: 154 تا 156)

''جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید ہو جائیں انہیں مردہ مت کہو بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم شعور نہیں رکھتے اور البتہ ہم آزمائیں گے تم کو کسی ایک چیز کے ساتھ ڈر سے اور بھوک سے اور مالوں اور جانوں اور پھلوں کی کمی کے ساتھ اور صبر کرنے والوں کو خوشخبری سنا دیجیے جب ان کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو وہ ﴿اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ﴾ کہتے ہیں۔''

مندرجہ بالا آیات سے معلوم ہوا کہ مومن آدمی کو اللہ تعالیٰ مختلف طرق سے آزماتا ہے۔ کبھی خوف و ڈر کے ذریعے، کبھی جانوں اور مالوں کی کمی کے ذریعے اور کبھی پھلوں کے نقصانات سے۔ ایمان دار آدمی کو جب ان تکالیف میں سے کوئی تکلیف پہنچے تو وہ بے صبری نہیں کرتا بلکہ صبر کے ساتھ ان مصائب کو برداشت کرتا ہے جو لوگ مصیبت یا پریشانی دیکھ کر بے صبری کریں اور واویلا برپا کر دیں، گریبان چاک کریں، بال نوچیں وہ نبی اکرم ﷺ کے ارشاد کے مطابق امت محمد سے نہیں ہیں۔ سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((لَيْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ الْخُدُوْدَ، وَ شَقَّ الْجُيُوْبَ، وَ دَعَا بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ)) ❶

''جس شخص نے رخسار پیٹے اور گریبان چاک کیا اور جاہلیت کے واویلے کی

❶ صحيح مسلم، كتاب الإيمان، رقم: 285.

طرح واویلا کیا وہ ہم میں سے نہیں۔''

عشرہ محرم الحرام میں جو لوگ سیّدنا علی، سیّدنا حسین اور سیّدنا حسن رضی اللہ عنہم کا نام لے کر گلی کوچوں میں نکلتے ہیں اور گریبان چاک کرتے ہیں، سینہ کوبی کرتے ہیں، ان کا یہ عمل قرآن وسنت کے خلاف ہونے کے علاوہ ائمہ اہل بیت اور مجتہدین فقہ جعفریہ کے فتاویٰ کے بھی خلاف ہے۔ ہماری معلومات کے مطابق یہ قبیح عمل 352ھ دس محرم الحرام کو بغداد میں معز الدولہ شیعہ کے حکم سے جاری ہوا ہے۔اس سے قبل اس عمل قبیح کا نام ونشان نہیں ملتا۔تاریخ ابن اثیر،ص: 197 پر مرقوم ہے:

''عشرہ محرم الحرام میں اس قبیح رسم کا رواج بغداد میں معز الدولہ شیعہ سے ہوا، جس نے دس محرم 352ھ کو حکم دیا کہ دکانیں بند کر دی جائیں، بازار اور خرید وفروخت کا کام روک دیا جائے، اور لوگ نوحہ کریں، مکمل کالا لباس پہنیں، عورتیں پراگندہ ہو کر گریبان چاک کریں، پیٹتی ہوئی شہر کا چکر لگائیں۔''

ہم فقہ جعفریہ کی معتبر کتاب سے چند روایات درج کرتے ہیں:

((عَنْ اَبِیْ عَبْدِاللّٰہِ قَالَ: اِنَّ الصَّبْرَ وَ الْبَلَاءَ لَیَاْتِیَان اِلَی الْمُوْمِنِ ، فَیَاْتِیْهِ الْبَلَاءُ وَ هُوَ صَبُوْرٌ ، وَاِنَّ الْجَزْعَ وَ الْبَلَاءَ لَیَاْتِیَان اِلَی الْکَافِرِ ، فَیَاْتِیْهِ الْبَلَاءُ وَ هُوَ جَزُوْعٌ .))

''امام جعفر صادق رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا یقیناً صبر اور آزمائش دونوں مومن پر آتے ہیں۔ مومن پر جب آزمائش آتی ہے تو وہ صبر کرنے والا ہوتا ہے اور بے صبری اور آزمائش دونوں کافر پر آتے ہیں اور جب اس پر آزمائش آتی ہے تو وہ بے صبری کرتا ہے۔''[1]

[1] فروع کافی، کتاب الجنائز: 131/1 .

امام جعفر صادق رحمہ اللہ کے اس فتویٰ سے معلوم ہوا کہ صبر کرنے والا مومن ہے اور جو بے صبری کرتا ہے وہ مومن نہیں ہے۔

((قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: لِفَاطِمَةَ اِذَا اَنَا مِتُّ فَلَا تَخْمُشِیْ عَلَیَّ وَجْهًا، وَلَا تُرْخِیْ عَلَیَّ شَعْرًا، وَلَا تُنَادِیْ بِالْوَيْلِ، وَلَا تُقِيْمِیْ عَلَیَّ نَائِحَةً .))

''رسول اللہ ﷺ نے سیّدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے ارشاد فرمایا: جب میں فوت ہو جاؤں تو مجھ پر چہرہ نہ نوچنا اور نہ مجھ پر اپنے بال بکھیرنا اور نہ واویلا کرنا اور نہ مجھ پر نوحہ کرنا۔''[1]

((قَالَ اَبُوْ عَبْدِاللّٰهِ علیہ السلام: لَا يَنْبَغِی الصِّيَاحُ عَلَى الْمَيِّتِ، وَلَا شَقُّ الثِّيَابِ .))

''امام جعفر صادق رحمہ اللہ نے فرمایا: میت پر چیخ و پکار اور کپڑے پھاڑنا جائز نہیں۔''[2]

((قَالَ اَبُوْ جَعْفَرٍ: مَنْ جَدَّدَ قَبْرًا اَوْ مَثَّلَ مِثَالًا فَقَدْ خَرَجَ عَنِ الْاِسْلَامِ))

''امام باقر نے فرمایا: ''جس نے قبر کی تجدید کی یا کوئی شبیہ بنائی، وہ اسلام سے خارج ہو گیا۔''[3]

مندرجہ بالا فقہ جعفریہ کی چار روایات سے معلوم ہوا کہ فقہ جعفریہ میں بھی مصیبت

---

[1] فروع کافی، کتاب النکاح، ص: 228.
[2] فروع کافی: 188/1.
[3] من لا یحضره الفقيه، باب النوادر.

کے وقت بال بکھیرنا، چہرے پیٹنا، سینہ کوبی کرنا، واویلا کرنا، مرثیے پڑھنا، شبیہیں بنانا، قبروں کی تجدید کرنا ناجائز اور حرام ہیں۔

(12) نبی کریم ﷺ کا اسم گرامی سن کر انگوٹھے چومنا:

کسی بھی صحیح حدیث سے ثابت نہیں کہ آپ ﷺ نے انگوٹھے چومنے اور آنکھیں ملنے کا حکم دیا ہو۔ نہ ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی ایک صحابی سے صحیح سند سے ثابت ہے۔حتیٰ کہ ائمہ اربعہ سے کوئی اس کی سند پیش نہیں کر سکتا۔

اس صریح اور واضح حدیث کے ہوتے ہوئے جس میں اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ کے جواب میں صرف وہی کلمہ دہرانے کی ہی تعلیم ہے اور اس سارے جواب پر جنت کی گارنٹی ہے۔ کہیں بھی انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر ملنے کا ذکر نہیں ہے۔افسوس صد افسوس کہ لوگوں نے کہیں انگوٹھے چومنے، کہیں "قرۃ عینی" والے الفاظ کہنے شروع کر دیئے ہیں۔ یہ خود ساختہ حرکتیں اور خود ساختہ الفاظ ایسے ہیں جن کا دین اسلام سے دُور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔

یہ بات بھی یاد رہے کہ اس بارے میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے اور دوسری جتنی روایات ہیں وہ سب کی سب موضوع یعنی بناوٹی اور خود ساختہ ہیں۔

چنانچہ فقہ حنفی کی معتبر کتاب رد المحتار 293/1 میں ابن عابدین شامی لکھتے ہیں:

((لَمْ يَصِحَّ فِي الْمَرْفُوْعِ مِنْ كُلِّ هٰذَا شَيْءٌ .))

''اس بارے میں جتنی بھی مرفوع روایات ہیں ایک بھی صحیح سند سے ثابت نہیں۔''

علامہ شوکانی رحمہ اللہ نے ابن طاہر حنفی کی کتاب "التذکرہ" کے حوالہ سے لکھا ہے کہ جس روایت میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا نبی کریم ﷺ کے سامنے انگوٹھا چومنے کا

بیان کیا جاتا ہے، وہ صحیح نہیں ہے۔ ❶

حسن بن علی ہندی تعلیقات مشکوۃ میں لکھتے ہیں:

((كُلُّ مَا رُوِىَ فِىْ وَضْعِ الْإِبْهَامَيْنِ عَلَى الْعَيْنَيْنِ عِنْدَ سِمَاعِ الشَّهَادَةِ الْمُؤَذِّن لَمْ يَصِحَّ .))

''مؤذن سے شہادتین کے کلمے سنتے وقت آنکھوں پر انگوٹھے رکھنے کے بارے میں جو کچھ روایت کیا گیا ہے ان میں سے کچھ بھی صحیح نہیں۔''

(13) شب برات:

جب انسان کو اللہ تعالیٰ نے اس زمین پر اتارا تو اسے مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿ فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُمْ مِّنِّىْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَاىَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝﴾ (البقرہ: 38)

''جب کبھی تمہارے پاس میری ہدایت پہنچے تو اس کی تابعداری کرنے والوں پر کوئی خوف وغم نہیں۔''

یہ ہدایت انبیاء ورسل علیہم السلام کے ذریعے انسانوں تک مختلف اوقات واحوال میں پہنچتی رہی۔ اور انبیاء ورسل علیہم الصلوٰۃ والسلام کمال امانت کے ساتھ من وعن پہنچا کر اپنے فریضے سے سبکدوش ہوتے چلے گئے، حتیٰ کہ اس ہدایت کا اتمام اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ ﷺ پر اس انداز سے کیا۔

﴿ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِىْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ﴾ (المائده: 3)

---

❶ الفوائد المجموعه فى الاحاديث الموضوعة: 9.

''آج میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو کامل کر دیا، اور تم پر اپنا انعام بھر پور کر دیا اور تمہارے لیے اسلام کے دین ہونے پر رضا مند ہو گیا۔''

اور اللہ تعالیٰ نے جب اپنی ہدایت محمد ﷺ پر تمام کر دی، اور محمد رسول اللہ ﷺ نے بھی من وعن کما حقہ اس ہدایت کو پہنچا دیا تو اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو اپنے پاس بلا لیا۔ اور اسلام کے ماننے والوں کو مختلف انداز سے وعظ ونصیحت فرما دی۔ کہ ان کے روز شب، ماہ و سال، خلوت جلوت، خانگی، معاشرتی، معاملات، کس نہج و ڈگر پر گامزن رہیں گے۔ اور اگر کہیں اختلاف کی صورت رونما ہو جائے تو اس اختلاف کے خاتمہ کے لیے اصول مقرر فرما دیا:

﴿فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ۝ ﴾ (النساء: 59)

''پھر اگر کسی چیز میں اختلاف کرو تو اسے لوٹاؤ، اللہ کی طرف اور رسول کی طرف، اگر تمہیں اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان ہے، یہ بہت بہتر ہے اور انجام کے اعتبار سے بہت اچھا ہے۔''

اس آیت میں اس بات کا واضح حکم دیا گیا ہے کہ متنازعہ امور میں رجوع الی اللہ و الی رسول ﷺ ہی ہو گا۔ یہاں یہ بات قابل توجہ وفکر ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ ہی فیصل ہوں گے۔ اب اگر اللہ اور اس کا رسول ﷺ زندگی کے تمام معاملات کے متنازعہ امور کا حل ہی نہ بتا سکیں تو اس حکم کا فائدہ؟

نتیجہ یہی نکلے گا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات تو ہر قدم پر راہنمائی کرتے ہیں۔ بس انہیں تلاش کرنے میں ہم سے ہی کمی، کوتاہی وسستی ہوتی ہے۔ خواہ اس کی وجہ کوئی بھی ہو۔ اس کے برعکس چونکہ شیطان بھی انسانوں کو بہکانے و بھٹکانے

میں مسلسل مصروف عمل ہے۔تو مختلف لوگوں کو مختلف انداز سے لوگوں کو اپنی چالوں میں پھانستا ہے، کسی کو دین کے نام پر تو کسی کو مغربی تہذیب و کلچر کا رسیا بنا کر، الغرض مختلف حربوں کے ذریعے۔

دین کے نام پر گمراہی کی ایک صورت یہ ہے کہ اسلامی تعلیمات کی اصل صورت کو مسخ کر کے، یا اس میں ترمیم و اضافہ کیا جائے۔اس لیے مختلف ایام وشہور میں احکامات اسلامیہ کے بجائے مختلف طریقے جن میں سے کئی اغیار سے اخذ کردہ ہیں، ان پر لوگ عمل کرتے نظر آتے ہیں، مثلاً:

1:......شعبان کے مہینے میں شب برأت کے موقعہ پر آتش بازی کا مظاہرہ کیا جاتا ہے، اور اسے مذہبی عقیدت کا رنگ دے کر روپیہ پیسہ پانی کی طرح بہا کر آتش بازی کی جاتی ہے۔حالانکہ اسلام میں عبادات میں آتش کا کہیں تصور نہیں۔

بلکہ آتش پرست جنہیں مجوسی کہا جاتا ہے۔ وہ اپنی عبادت وخوشی کے مواقع پر آگ روشن کرتے، چراغاں کا باقاعدہ اہتمام ہوتا۔جیسا کہ ایران میں جشن نو روز پہ آتش بازی کا مظاہرہ ہوتا ہے۔اور ہندوستان میں دیوالی اسی آتش پرستی کے یادگار کے حوالے سے منائی جاتی ہے۔غیر مذاہب کے ساتھ یا قریب رہنے سے بہت سی خرابیاں مسلمانوں میں داخل ہوگئیں۔جس میں سے ایک شب برأت کے موقع پر آتش بازی کا اہتمام کرنا بھی ہے۔

علامہ طاہر پٹنی ہندی لکھتے ہیں۔

''علی بن ابراہیم فرماتے ہیں: آگ روشن کرنے کی بدعت سب سے پہلے برامکہ نے جاری کی، وہ آگ کے پجاری تھے۔ جب اسلام میں داخل ہوئے تو انہوں نے اسلام میں ایسی چیز کو داخل کر دیا، جس کو ملمع سازی کے

ذریعے وہ دین کی سنت کہتے تھے۔ حالانکہ ان کا مقصد آگ کی عبادت تھا۔ اور شریعت میں کسی موقع پر ضرورت سے زیادہ چراغاں کرنے کی اجازت نہیں ملتی۔'' ❶

❷:......شب برأت کے موقعہ پر لوگ لمبی لمبی نمازیں ادا کرتے ہیں۔ اور مخصوص سورتیں متعین کردہ تعداد کے مطابق پڑھتے ہیں۔

امام ابومحمد عزالدین بن عبدالسلام المقدسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''بیت المقدس میں رجب کے مہینے میں صلوۃ الرغائب اور نصف شعبان کی صلوۃ قطعاً نہ تھیں۔ یہ بدعت 448ھ میں ایجاد ہوئی، نابلس میں ایک شخص جو ابوالحی نام سے معروف تھا۔ ہمارے ہاں آیا، وہ اچھی تلاوت کر لیتا تھا۔ وہ نصف شعبان کی رات مسجد اقصیٰ میں نماز کے لیے کھڑا ہو گیا۔ آہستہ آہستہ اس کے پیچھے لوگ جمع ہونے لگے۔ حتیٰ کہ اختتام نماز پر بہت سے لوگ جمع ہو گئے، آئندہ سال وہ پھر آیا۔ اس کے ساتھ ایک جم غفیر نے نماز ادا کی اور یہ نماز مسجد اقصیٰ اور لوگوں کے گھروں و دیگر مقامات میں عام ہو گئی، یہ اس طرح سمجھی جانے لگی گویا کہ یہ سنت ہے۔ اور آج تک یہ بدعت چلی آ رہی ہے۔'' ❷

امام ابوبکر محمد بن الولید الطرطوشی فرماتے ہیں: جب مجھے امام عزالدین نے یہ بات بیان کی تو میں نے انہیں کہا: آپ کو بھی تو میں نے اس جماعت

---

❶ تذکرة الموضوعات، ص: 46.

❷ حلبی الکبیر، ص: 434، الباعث علی انکار البدع و الحوادث، ص: 32، کتاب الحوادث و البدع للطرطوشی، ص: 103.

کے ساتھ نماز پڑھتے دیکھا ہے۔ تو امام عزالدین رحمہ اللہ نے فرمایا: جی ہاں (میں اس میں شامل ہوا تھا) اور پھر میں نے اللہ تعالیٰ سے اس کی معافی مانگ لی۔ ❶

زید بن اسلم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

((مَا اَدْرَكْنَا أَحَدًا مِنْ مَشِيْخَتِنَا ولا فُقِهَائِنَا يَلْتَفِتُوْنَ إِلَى النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ، وَلَا يَلْتَفِتُوْنَ إِلَى حِدِيْثِ مَكْحُوْلٍ وَلَا يَرَوْنَ لَهَا فَضْلًا عَلَى مَا سِوَاهَا.)) ❷

''ہم نے اپنے مشائخ اور فقہاء میں سے کسی کو بھی شب برأت کی طرف توجہ دیتے (التفات کرتے) نہیں پایا، وہ مکحول کی حدیث کی طرف التفات کرتے، اور نہ ہی اس رات کی کوئی زائد فضیلت جانتے تھے۔''

لیکن عوام الناس میں قصہ گو خطباء کی وجہ سے اس رات کی فضیلت اس قدر شائع ہو چکی ہے کہ وہ لیلۃ القدر سے بھی اسے افضل قرار دینے میں تامل نہیں کرتے۔

امام ابن ابی ملیکہ سے کہا گیا کہ زیاد النمیری جو کہ ایک قصہ گو واعظ تھا۔ یہ کہتا ہے کہ شب برأت کا اجر وثواب لیلۃ القدر کی مثل ہے۔ تو ابن ابی ملیکہ نے فرمایا:

((لَوْ سَمِعْتُهُ وَ بِيَدِيْ عَصَاءَ لَضَرَبْتُهُ.)) ❸

''اگر میں نے اس سے یہ بات سن لی، اور میرے ہاتھ میں لاٹھی ہوئی تو

---

❶ كتاب البدع و الحوادث، ص: 103.

❷ معجم البدع لابن الوضاع، ص: 110، كتاب الحوادث والبدع للطرطوشی، صفحه: 101، تذكره الموضوعات، صفحه: 45.

❸ كتاب الحوادث والبدع، صفحه: 101- 102، معجم البدع لابن وضاح، ص: 111.

میں اسے ماروں گا۔''

علامہ پٹنی فرماتے ہیں:

''نصف شعبان کی رات جو نماز الفیہ ادا کی جاتی ہے یہ بدعات میں سے ہے، اس نماز میں 100 رکعات میں، ہر رکعت میں 10 بار سورۃ الاخلاص پڑھی جاتی ہے۔ اور لوگ عید سے زیادہ اس کا اہتمام کرتے ہیں اس سے متعلق مروی احادیث و آثار یا تو ضعیف ہیں۔ یا موضوع۔

امام غزالی نے احیاء العلوم میں اور تفسیر ثعلبی میں جو اس کا ذکر ہے تو اس سے دھوکہ نہ کھائیں کہ انہوں نے اسے شب قدر قرار دیا ہے۔ جس سے عوام الناس ایک عظیم فتنہ میں مبتلا ہے، حتیٰ کہ وہ اس کی وجہ سے کثرت سے چراغاں کرتے اور فسق و فجور، اور عفت و عصمت دری تک کا ارتکاب ہوتا ہے۔ جو کہ ناقابل بیان ہے۔ یہ نماز سب سے پہلے بیت المقدس میں 448ھ میں شروع ہوئی۔'' ❶

امام ابوبکر بن العربی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''تیسرا مسئلہ اس رات کے تعین کا ہے۔ جمہور علماء اس بات کے قائل ہیں کہ لیلۃ مبارکہ سے مراد لیلۃ القدر ہے۔ اور بعض نے نصف شعبان کی رات قرار دیا ہے۔ اور یہ باطل ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی سچی اور قطعی کتاب میں ارشاد فرمایا ہے۔ رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا۔'' اس نے واضح کر دیا کہ قرآن کا نزول کے وقت رمضان میں ہے۔ پھر رات کے وقت کی یہاں تعبیر (سورۃ الدخان میں) لیلۃ

❶ تذکرۃ الموضوعات، صفحہ: 45.

مبارکہ سے کی ہے۔ جس نے یہ کہا کہ رمضان کے علاوہ کسی اور رات میں قرآن نازل ہوا، تو اس نے اللہ پر جھوٹ باندھا، اور نصف شعبان کی رات کے حوالے سے اس کی فضیلت اور اس میں مردوں کے نام لکھے جانے کے بارہ میں قابل اعتماد روایت موجود نہیں، لہٰذا اس کی طرف توجہ نہ دو۔'' ❶

شب برأت کی فضیلت سے متعلق مروی جملہ احادیث، ضعیف وموضوع ہیں۔

امام عقیلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''نصف شعبان کی رات میں نزول باری تعالیٰ کے متعلق مرویات کمزور ہیں۔ اور ہر رات میں نزول احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ تو نصف شعبان بھی اس میں شامل ہے۔'' ❷

یعنی نصف شعبان کی الگ سے فضیلت ثابت نہیں۔

حافظ ابوالخطاب ابن دحیہ فرماتے ہیں:

''اہل الجرح والتعدیل کا کہنا ہے کہ نصف شعبان کی رات کے بارے میں کوئی صحیح حدیث نہیں ہے۔'' ❸

حافظ ابوشامہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((كُلَّ ذَلِكَ بِأَسَانِيْدَ ضِعَافٍ .))❹

''یعنی اس کے متعلق تمام روایات ضعیف اسناد سے مروی ہیں۔''

خلاصہ کلام یہ کہ شب برأت سے متعلق احادیث وروایات ثابت نہیں ہیں۔

---

❶ احکام القرآن: 1690/4. ❷ الضعفاء الكبير : 29/3.

❸ الباعث على انكار البدع و الحوادث، صفحہ: 34.

❹ الباعث، صفحہ: 35.

(14) ماہِ رجب کے کونڈے:

اللہ تعالیٰ نے قرآن مقدس میں ارشاد فرمایا:

﴿ إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِندَ اللَّهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِي كِتَابِ اللَّهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ذَٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ ﴾

(التوبہ: 36)

''جس دن اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا، اس دن سے اللہ کے نزدیک اس کی کتاب میں مہینوں کی تعداد بارہ ہے، ان میں سے چار حرمت والے مہینے ہیں، یہی صحیح دین ہے۔''

مہینوں کی تعداد اللہ نے 12 مقرر فرمائی، اور اسلام میں شرعی احکام کا تعلق عربی مہینوں سے ہے۔ جو قمری مہینے ہیں اور جس کی تائید اس آیت سے ہوتی ہے، اسلام سے پہلے مہینہ اور سال کی تعیین کے لیے عام الفیل کا اعتبار ہوتا تھا، اور ابتدائے اسلام میں سال کی ابتداء ربیع الاول سے ہوتی تھی۔ اس کے بعد سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے قمری مہینوں کی ابتدا محرم کے مہینے سے کی، جس پر امت کا اتفاق ہو گیا۔ ان مہینوں میں سے اللہ تعالیٰ نے چار مہینوں کو حرمت والا قرار دیا۔ جن میں لڑائی جنگ و جدال حرام ہے، سوائے اس کے اگر کفار و دشمن حملہ کریں، تو اس صورت میں ان کا مقابلہ کیا جا سکتا ہے۔

وہ چار مہینے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائے:

''ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم اور رجب۔'' [1]

اللہ تعالیٰ نے جو شریعت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمائی، اس میں تمام ایام و شہور کے متعلق ہمیں تفصیلات، احکامات و مسائل وضاحت سے بیان فرما دیئے۔ ہاں!

---

[1] صحیح البخاری، کتاب التفسیر، رقم: 4662.

تکمیل اسلام کے بعد یہ تو ہوسکتا ہے کہ کوئی خاص واقعہ، معاملہ کسی مہینے یا دن میں پیش آئے، اور اس واقعہ کی مناسبت سے وہ دن، یا مہینہ، یا گھڑی مشہور ہو جائے۔ لیکن اسے شرعی حیثیت نہیں دی جا سکتی، کیونکہ کسی بھی دن، وقت، مہینے یا سال کی شرعی حیثیت اللہ ہی متعین کرتا ہے اور اس کے حکم سے نبی مکرم ﷺ۔

اگر کسی دن یا مہینے میں کوئی عظیم واقعہ، یا معاملہ رونما ہو جائے اور اس کی پشت پر شرعی دلیل نہ ہو تو وہ اس واقعہ کی حد تک تو ٹھیک ہے، لیکن وہ دین کا حصہ نہیں بنایا جا سکتا۔ انہی حرمت والے مہینوں میں سے ''رجب'' کے مہینے میں بھی کچھ ایسے کام کیے جاتے ہیں۔ جو شریعت مقدسہ سے قطعاً ثابت نہیں۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((لَمْ يَرِدْ فِيْ فَضْلِ شَهْرِ رَجَبَ، وَلَا فِيْ صِيَامِهِ، وَلَا فِيْ صِيَامِ شَيْءٍ مِنْهُ مُعَيَّنٌ، وَلَا فِيْ قِيَامِ لَيْلَةٍ مَخْصُوْصَةٍ فِيْهِ، حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ يَصْلُحُ لِلْحُجَّةِ.)) ❶

''رجب کے مہینے کی فضیلت میں، اس کے روزوں کے متعلق اور اس کے کسی مخصوص معین روزے کے بارے میں، اور نہ ہی اس کی کسی مخصوص رات میں قیام سے متعلق کوئی حدیث صحیح بیان نہیں ہوئی، جو قابل احتجاج ہو۔''

رجب کے فضائل سے متعلق احادیث کی تفصیل امام ابو محمد الحسن الخلال البغدادی کے رسالہ ''فضائل شہر رجب'' اور حافظ ابن حجر کے ''تبیین العجب بما ورد فی فضائل رجب'' میں موجود ہے۔

رجب کے مہینے میں جہاں اور کئی امور سر انجام دیئے جاتے ہیں، وہاں ''کونڈے'' بھی عوام الناس کے نزدیک رجب کا ایک خاصہ تصور کیے جاتے ہیں۔ جو رجب کی

❶ تبيين العجب بما ورد فی فضل رجب، ص: 71.

بائیس (22) تاریخ کو کئے جاتے ہیں۔ اور اس میں اکثر لوگوں کا یہ نظریہ، سوچ ہوتی ہے کہ اگر یہ کونڈے نہ کیے گئے تو مال و اولاد میں نقصان کا اندیشہ ہے۔ کونڈوں سے آفت ٹل جاتی ہے۔

حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے دین سے متعلق تمام امور سے آگاہ کر دیا۔ حتی کہ قرب قیامت کے احوال، اس کی علامات، اس کے علاوہ میدان حشر، میزان، پل صراط، کوثر، جنت وجہنم کے معاملات سے متعلق کتب احادیث میں تفصیل موجود ہے۔

اگر ہمیں ذکر نہیں ملتا تو اس طرز کی تو ہمانہ رسومات و بدعات کا نہیں ملتا، اگر کونڈے اتنے ہی اہمیت کے حامل ہیں کہ آنے والی آفات و بلیات سے حفاظت کر سکیں تو رسول اللہ ﷺ نے اس کی کوئی خبر، اطلاع کیوں نہ دی، اس کے فضائل و مناقب بیان کر کے اس عمل کی ترغیب کیوں نہ دلائی؟ جب رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں تو پھر دین کے نام پہ ایسے اعمال، افعال سرانجام دینا ضلالت کے سوا کچھ نہیں۔

مزید آگے چلئے۔ ائمہ محدثین رحمہم اللہ اس کا تذکرہ نہیں کرتے۔ سوائے اس کے امام جعفر صادق رحمہ اللہ کے نام پہ موسوم کیے جاتے ہیں۔ جبکہ امام جعفر رحمہ اللہ سے بھی بسند صحیح اس بارے میں کچھ منقول نہیں۔

اس دن امام جعفر صادق کی پیدائش ہوئی نہ وفات، امام جعفر رحمہ اللہ کی تاریخ پیدائش باختلاف اقوال: 17 ربیع الاول 83ھ یا 17 ربیع الاول 80ھ ہے۔ اور تاریخ وفات 15 شوال 148ھ ہے۔ [1]

اور نہ ہی اس ماہ ان سے کوئی قابل ذکر واقعہ منقول ہے۔ تو معلوم ہوا کہ ان کی طرف کونڈوں کی طرف نسبت ہی ہے۔ حقیقت کچھ اور ہے۔ اور وہ یہ کہ رجب کے

[1] چودہ ستارے از نجم الحسن کراروی صفحہ 25۔ 26، اسلامی انسائیکلو پیڈیا صفحہ: 625۔

مہینے میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی۔یعنی رجب 60ھ۔❶

شیعہ حضرات کی طرف سے بھی یہ بیان سامنے آتا ہے کہ 22 رجب سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا یوم وفات ہے۔گویا کہ شیعہ حضرات سیدنا جعفر صادق رحمہ اللہ کے نام کی آڑ میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے یوم وفات پر ''کونڈوں'' کے نام سے خوشی مناتے ہیں، اور شیعہ حضرات کی اسلام اور صحابہ رضی اللہ عنہم دشمنی کسی ذی شعور وعلم سے مخفی نہیں۔سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سیدنا ابوبکر و سیدنا عمر رضی اللہ عنہما سے ان کی دشمنی، بغض، عداوت، حسد، کینہ بالخصوص اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے بالعموم ہے۔جو کسی بھی شیعہ کی زبانی سنی جا سکتی ہے۔

ان حضرات نے کونڈوں کے فضائل اس انداز سے مزین کیے کہ سادہ لوح لوگوں کے ساتھ ساتھ اصحاب جبہ و دستار بھی ''پیٹ بھرائی'' کی خاطر ان کے دام تذویر میں پھنس گئے۔

اب اس رسم بد کی مذمت کرنے والوں کو عجیب نگاہوں سے دیکھتے ہوئے، اسے اسلام دشمن گردانا جاتا ہے، اور ان پر طعن و تشنیع کی جاتی ہے، گویا کہ خرافات کو حقیقت جانتے بوجھتے تسلیم کر لیا گیا ہے۔

کونڈوں کی ابتداء:

پیر جماعت علی شاہ کے ایک مرید مصطفیٰ علی خان نے ''جواہر المناقب'' کے نام سے کتابچہ لکھا کہ:

> ''کونڈوں کی ابتداء 1906ء میں ریاست رام پور۔یو۔پی (UP) سے ہوئی، ایک مشہور شاعر امیر مینائی کے بیٹے خورشید احمد مینائی نے داستان

❶ تاریخ ابن خلدون: 60/2، بحوالہ اسلامی مہینے اور مروجہ بدعات، ص: 98۔

عجیب کے نام سے کونڈوں کے متعلق کتاب 1906ء میں چھپوا کر تقسیم کرائی۔ رام پور سے یہ رسم لکھنو کے قریبی علاقوں اودھ، روہیل کھنڈ وغیرہ میں پھیلتی چلی گئی۔ اس کے بعد اب برصغیر پاک و ہند میں یکساں صورت ہے۔" [1]

کونڈوں کا اس دین و شریعت سے کوئی تعلق نہیں، جو اللہ تعالیٰ نے اپنے مقرب بندے اور رسول محمد ﷺ پر نازل فرمائی ہے، باقی رہی لوگوں کی بات تو عوام کالانعام جہاں زیادہ لوگ نظر آئیں، اسی کو حقیقت و مرکز بنا لیتے ہیں۔ خواہ کوئی بے تکی بات ہی کیوں نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ کے حضور دُعا ہے کہ وہ ہمیں دین حق کو سمجھ کر اس پر عمل کی توفیق بخشے۔ شرک و بدعات سے اجتناب کی توفیق عنایت فرمائے اور توحید و سنت کا فہم اور ان پر عمل پیرا ہونے کی توفیق ارزانی فرمائے۔ آمین

صلى الله تعالىٰ على خير خلقه محمد و آله و صحبه وسلم.

[1] ملخص از اسلامی مہینے اور مروجہ بدعات صفحہ: 90۔ 96۔

یادداشت

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....